بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صنف آہن

(اسلام کے خواتین کو دیے ہوئے حقوق و فرائض، قدر و منزلت اور اختیارات)

ڈاکٹر زہرا بتول

ایسوی ایٹ پروفیسر آئی بی ٹی علما یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر انڈس یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر عثمان انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کراچی

ایسوسی ایٹ ٹیچر جامعہ کراچی

لیکچرار آغا خان ایجوکیشنل یونیورسٹی کراچی

Fazlee
BOOK

جملہ حقوق:

کتاب:	صنف آہن
مصنفہ:	ڈاکٹر زہرا بتول
اشاعت:	۲۰۲۴ء
پیشکش:	فضلی بک
صفحات:	303
قیمت:	۲۰۰۰

انتساب

اس کتاب کا انتساب بہ حضور شہزادی نجف حضرت سیدہ، طاہرہ، صادقہ جناب زینب ؑ بنت علی سلام اللہ علیہا کی بارگاہ عصمت میں نہایت ادب واحترام سے پیش کیا جارہا ہے، آپ بنت بتول ہیں جن کے بے حدوحساب احسانات کے بوجھ تلے بنی نوع انسانیت تا قیامت دبی رہے گی کیونکہ تاریخ کے اوراق پر آپ ؑ اور آپ کے خانوادے کی راہ حق میں عظیم الشان قربانیوں کی نظیر ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے آپ کی بارگاہ عفت ناز میں منقبت کے چنداشعار ادب سے پیش کئے جارہے ہیں۔

بقول سردار نقوی!

اپنے نانا سے یقین ساز خطابت پائی — باپ سے علم تو بھائی سے شجاعت پائی
ماں سے بیٹی نے وراثت میں طہارت پائی — تھیں فضائل سے مزین تو فضیلت پائی
جراءت وعزم ہے یا صبر و رضا ہے زینب — دل شبیر سے پوچھے کوئی کیا ہے زینب
ناشر فکر شہیدان وفا ہے زینب — گفتگو کرتی ہوئی کرب وبلا ہے زینب
کربلا کو لب اظہار ملا مل کے رہا — کوفہ وشام کا دربار ہلا ہل کے رہا
ہل گیا کوفہ کا دربار جو زینب آئی — قسمت ظلم وستم بن کے رہی رسوائی

فہرست مضامین:

انتساب۔

حرف اول۔

باب(۱)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔35-15۔

شہزادی نجف جناب زینب بنت علی سلام اللہ علیھا۔ پیدائش اور شجریہ عالیہ۔ تعلیم و تربیت۔ ثانی زھرا کے چند القابات۔ عقد و اولاد۔ دور ابتلاء اور آزمائش۔ ترجمان کربلا۔ وصال حوالہ کتب۔

باب(۲)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔49-36۔

تکریم انسانیت۔ پہلے انسان (حضرت آدم) کی پیدائش۔ خلیفہ فی الارض۔ دوسرے انسان (حضرت حوا) کی پیدائش۔ تیسرے انسان (حضرت عیسیٰ ابن مریم) کی پیدائش۔ انسان کی پیدائش کا چوتھا طریقہ۔ تکریم انسانیت۔ حوالہ کتب۔

باب(۳)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔61-50۔

تخلیق انسانی میں مرد و عورت کا کردار۔ DNA کیا ہے؟ تخلیق انسانی کی مرحلہ وار ترتیب۔

حوالہ کتب۔

باب(۴)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص۔110-62۔

دنیا کی مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں عورت کی حیثیت اور حقوق۔ مدرسری نظام۔ پدرسری نظام۔

ایتھوپیائی (افریقی) خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ مصری خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔

سومیری خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ بابلی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ اشوری خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ چینی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ فارسی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ ہندوستانی خواتین کا سماجی مقما و مرتبہ۔ یونانی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ رومی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔

یورپی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ امریکی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ جنوبی امریکی یا لاطینی امریکی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ یہودیت میں خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ عیسائیت میں خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ اسلام میں خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ۔ قبل از اسلام خواتین کی حالت۔

بنیادی انسانی حقوق کا فطری تصور اور حقوق نسواں کا اسلامی تصور۔حوالہ کتب۔

باب(۵)---------------------------------------ص-111-228-

عورت اور تعلیم۔حق نکاح ولایت اور اسلام میں عائلہ کی اہمیت۔حصول علم کا حق۔حق نکاح۔ نکاح میں خواتین کی مرضی اور اختیارات۔مسلمان اور اہل کتاب سے نکاح۔مشرکین سے نکاح کی ممانیت۔جنت میں نسب اور نکاح۔نکاح میں گواہان کا معاملہ۔بیوی کے فرائض اور شوہر کے حقوق شوہر کے فرائض اور بیوی کے حقوق۔عزت کا تحفظ۔مہر۔حق خلع۔خلع اور قانون۔طلاق۔

طلاق کی تعریف۔رکن طلاق۔طلاق دینے کا طریقہ۔ایلاء(صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا)ظہار۔لعان۔ مصاہرت۔ارتداد(اسلام سے پھر جانا)۔عدت۔حلالہ۔طلاق کے بعد عورتوں کے حقوق۔وراثت کا حق۔حق حضانت۔نسب۔قانون شہادت اور خواتین۔وہ مسائل جن میں عورت کو گواہی کا حق ہے۔

حدود تعزیرات اور خواتین۔قانونی چارہ جوئی کا حق۔نوکری یا کاروبار کا حق۔اسلام میں ادارہ خاندان (عائلہ) کی اہمیت۔بیوی کی دلجوئی۔خاندانی ہم آہنگی۔تربیت اولاد۔حوالہ کتب۔

باب(۶)---------------------------------------ص-229-246-

اسلام میں حیثیت نسواں (اس کا منشور اور فرائض کی فہرست)۔عورت بحیثیت ماں۔عورت بحیثیت بہن اور بیٹی۔عورت بحیثیت بیوی عورت بحیثیت دوست۔عورت اور پردہ (خواتین کی زیب و زینت کے احکامات)۔انسان کا چہرہ۔حوالہ کتب۔

باب(۷)---------------------------------------ص-247-262-

اسلام میں آداب اختلاط مرد و زن۔پہلے حلقے سے متعلق ارشاد خداوندی۔دوسرے حلقے سے متعلق ارشاد خداوندی۔تیسرے حلقے سے متعلق ارشاد خداوندی۔حوالہ کتب۔

باب(۸)---------------------------------------ص-263-270-

اسلام میں کنیزی کا تصور۔حوالہ کتب۔

باب(۹)---------------------------------------ص-271-285-

کیا عورت حکمران، قاضی اور امام ہو سکتی ہے؟۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا مشورہ۔مسلمانوں کے جنازے کی موجودہ شکل اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے

مشورہ۔کیا عورت قاضی بن سکتی ہے؟۔تنہا عورت کی گواہی۔کیا عورت حکمران بن سکتی ہے؟ پاکستانی
خواتین کی سیاست میں شرکت۔پاکستان کا قانون۔حوالہ کتب۔
باب(۱۰)-------------------------------------ص-298-286-
مسلم خواتین اور عہد حاضر کی مشکلات اور مسائل۔گھریلو تشدد۔محرم رشتے داروں کے درمیان جنسی تشدد۔
غیرت کے نام پر قتل۔قرآن کے ساتھ شادی۔خواتین کو جلانا۔تیزاب پھینکنا۔کم عمری کی شادی۔
قریبی خاندان میں شادی۔جہیز کی لعنت۔داشتائیں۔ہراساں کرنا۔سوار۔ڈنڈ یا ونی
(عورتیں بطور جائیداد) ضبط ولادت۔پاکستانی خواتین کو پاکستانی قوانین کے مطابق حاصل شدہ حقوق
اور اختیارات۔گھر سے نکلنے کی آزادی۔کام کرنے کی آزادی۔حق ملکیت اور معاشی حقوق۔
سیاسی عمل میں شرکت۔حق انصاف۔حوالہ کتب۔
کتابیات------------------------------------ص-303-299-

حرف اول

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ۔ مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں وہ صلوۃ قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہی ہیں جن پر اللہ بہت جلد رحم کرے گا، بے شک اللہ طاقت اور حکمت والا ہے۔ (توبہ۔ ۷۱)

صنف نازک کے موضوع پر عرصہ دراز سے اہل علم و دانش اپنی اپنی وسعت یا تنگ نظری کے سبب اپنے افکار و خیالات کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے رہے جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے تاہم ان حساس موضوعات جن میں شامل حقوق نسواں کا تصور اسلامی، ان کے اختیارات، منشور و فرائض کی فہرست، عائلی زندگی کی اہمیت، خواتین کی زیب و زینت اور پردے کے مسائل، ان کی شہادت شرعی کی حیثیت، اختلاط مرد و زن کے آداب، اسلام میں کنیزی کا تصور اور عہد حاضر میں انھیں درپیش مختلف مسائل و مشکلات سے متعلق میرے کئی تحقیقی مضامین دیگر تحقیقی جرنل ز میں گاہے بگاہے چھپتے رہے اس کے ساتھ ہی جامعہ کراچی کے شعبہ علوم اسلامی میں Women's Rights کی درس و تدریس کے دوران طلباء کی جانب سے اٹھائے گئے کئی سوالات بھی اس کتاب کی تصنیف کا ایک سبب بنے چنانچہ ایسے ہی چند سوالات اور تحقیقی مقالات کو زیر نظر کتاب صنف آہن کی شکل دی گئی۔

زیر نظر کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے جو دراصل لیکچرز ہیں مجھ سے پہلے یہ Subject

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج پڑھایا کرتے تھے لیکن اپنی بے پناہ مصروفیات کے سبب انھوں نے مجھے یہ ذمہ داری سونپ دی مجھے پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج کی شاگردگی کی سعادت اور شرف حاصل ہے وہ ایک کھلے ذہن کے نہایت نفیس انسان تھے، ایک دن وہ اپنے ڈین آفس جو خاصا وسیع کمرہ تھا وہاں M.S کی کلاس لے رہے تھے، میں بھی اپنے Thesis سے متعلق ان سے مشاورت کے لئے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی جبکہ ڈاکٹر صاحب دوران تدریس اپنے دیگر کام بھی نمٹا رہے تھے اسی دوران، ان کے کچھ مہمان آ گئے تو وہ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور انھوں نے یہ سوچتے ہوئے کے ان طلباء کا حرج نہ ہو مجھ سے کہا کے میں ان طلباء کو

Role and Status of Women in Society

کے بارے میں پڑھاؤں میں ذہنی طور پر اس ناگہانی کے لئے قطعاً تیار نہ تھی لیکن استاد محترم کے حکم کی پیروی میں آدھا ادھورا جو بھی اس وقت بن پڑا میں نے بتا کر جان چھڑائی لیکن اگلے ہی دن میرے حق میں طلباء کا نہایت مثبت فیڈ بیک دیکھتے ہوئے مجھے مستقل طور پر یہ ذمہ داری سونپ دی گئی اول تو میں نے معذرت کر لی لیکن ڈاکٹر صاحب نے میری ایک نہ سنی اور یہ کہتے ہوئے کے آج کل ان کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں لہٰذا کچھ عرصہ کے لئے ہی سہی میں یہ کلاسز لے لوں کیونکہ امتحانات بہت قریب ہیں چنانچہ روزآنہ کی بنیاد پر لیکچرز کی تیاری اور تحقیقی کام شروع ہوا M.S کے اس Subject کا Course-Code: 632-631 (C) تھا، تاہم اللہ تعالی نے اس میدان میں میری علمی کمزوریوں کا پردہ رکھتے ہوئے مجھے استاد محترم اور طلباء کے سامنے سرخرو کیا یہ بات ۲۰۱۲ء کی ہے، یہ محض اتفاق تھا لیکن اس اتفاق کے نتیجے میں خواتین کے حوالے سے تحقیقی کام ہو گیا و گرنہ ان موضوعات پر قلم اٹھانے کے بارے میں، میں نے کبھی خواب و خیال میں سوچا بھی نہ تھا۔

زیرِ نظر کتاب کا عنوان 'صنف آہن' ہے یعنی آہنی عزم و ارادے کی مالک عورت اپنے اندرون میں کسی ریشم سے زیادہ نرم و ملائم احساسات کی بھی مالک ہے تاہم خالق کائنات نے جب تخلیق

نسواں کا قصد کیا تو اس کے وجود میں کئی آہنی وریشمی اوصاف وکمالات کے ساتھ ہی بے حد وحساب سکون واطمینان کی بیکراں صفات بھی ودیعت کر دیں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ ارشاد خداوندی ہے!

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا۔

ترجمہ۔ اللہ کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کے اس نے تمھارے نفسوں سے جوڑے خلق کئے تا کہ تم ان سے تسکین حاصل کر سکو۔ (روم ۔ ۲۱)

اب جہاں تک سکون، اطمینان، اور تسکین کی بات ہے تو قرآن کریم میں 'لِّتَسْكُنُوْٓا ' سے مراد ایسی کیفیت ہے جو انسان کے اضطراب و بے قراری کو دل کے سکون میں بدل دے جب ہی جنت میں حضرت آدم کی بے قراری کو حوا کے بعد قرار آ گیا دوسری جانب ایک روتا بلکتا بچہ بھی آغوش مادر میں پر سکون ہو جاتا ہے تاہم ایک ایسا گھر جہاں عورت کا وجود نہ ہو وہ گھر نہیں بلکہ اینٹ پتھر کا مکان کہلانے کا زیادہ مستحق ہے، اس وسیع کائنات میں خالق کائنات نے صنف نازک کو اپنی صفت خالقیت کا ایک مظہر بھی بنایا ہے تاہم رومی کے خیال میں عورت، حق کا پرتو ہے کیونکہ عورت کے خون جگر سے ہی مرد کے جسم کا ہر ایک عضو تخلیق پاتا ہے دوسری جانب یہی عورت تخلیقی مراحل میں کسی بھی انسان کے دماغ کے بارہ کھرب خلیات جبکہ ایک مکمل جوان انسان کے وجود میں موجود (دس ارب، ارب، ارب ایٹمز) کی تخلیق کی بھی ذمہ دار ہے

تاہم آج دنیا کی بے حد وحساب ترقی اور عروج کے در پردہ یہی آہنی ریشمی وجود مستور و مامور ہے جس نے ابن آدم کو جنم دے کر اسے شعور و آگہی کے بام عروج تک پہنچایا اگرچہ تخلیق انسانی کا یہ مسلسل سلسلہ آدم و حوا کی پہلی اولاد سے شروع ہوا جن کی اولادوں میں بے شمار پیغمبران وقت اولیاء کرام اور عام انسان شامل ہیں جبکہ قیامت کے دن پیدا ہونے والا آخری انسان بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔

مولانا اشرف علی نے مثنوی مولانا روم کے ایک شعر کی شرح لکھتے ہوئے برملا اس حقیقت کا

اعتراف کیا! عورت کی تشبیہ بالخالق اور مظہریت صفات الہیہ چند اعتبارات سے ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔عورتیں، مردوں کے لئے جاذب قلب ہیں۔

۲۔بچوں کی مولد و مصور ہیں۔

۳۔بچوں کی مربی ہیں۔

۴۔شوہر کے لئے سکون قلب ہیں۔

۵۔مصلح اور امور معیشت ہیں۔

زیر نظر تمام صفات کسی نہ کسی اعتبار سے صفت الہیہ ہیں لہذا وجود زن کے بارے میں بجا طور پر یہ کہنا کے خواتین صفت الہیہ کا پرتو ہیں ایک درست تشبیہ ہے۔

تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے کئی حیران کن انکشافات بھی ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالی نے زمین پر مرد وزن دونوں کو ہی مختلف اوقات میں اقتدار، اختیار اور مناصب عطا فرمائے یعنی مدرسری اور پدر سری نظام میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں جبکہ اہل روحانیت کے مطابق ان دونوں جنس میں سے جب کسی ایک کو منتخب کیا جاتا ہے تو انھیں اندازاً ۱۰،۰۰۰ سال کے لئے زمین پر اقتدار سونپ دیا جاتا تاہم یہ ضروری نہیں کے اس اقتدار کی شکل با قاعدہ کسی ملک پر حکمرانی کی صورت میں ہو اگر چہ اس اقتدار کا مطلب سماجی سطح پر اپنی بات کو منوانا، علم و دانش میں اپنی حیثیت کو منوانا اور شعبہ زندگی میں وہ امور مملکت جن پر کبھی صرف اور صرف مردوں کا اجارہ قائم تھا پر اپنے تشخص کو منواتے ہوئے اعلیٰ اور ذمہ دار عہدوں تک رسائی شامل ہے۔

قرآن کریم میں موجود حضرت یوسف علیہ السلام کے دور پر تفکر سے یہ عقدہ کھلا کے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت ہونے کے باوجود انھیں قید خانے میں قید کر دیا گیا یعنی بظاہر حکمرانی تو مردوں کی تھی لیکن ملکی قوانین پر اجارہ عورتوں کا تھا اور عزیز مصر اپنی بیوی کے آگے جبکہ مصری انتظامیہ دیگر مصری خواتین کے آگے بے بس تھی یعنی تمام تر شواہد میں عورت کے

قصوروار ہونے کے باوجود بطور سزا پیغمبر وقت کو زندان میں پابند سلاسل کر دیا گیا۔

بقول شاعر!

جھوٹی تہمت ہی سہی دامن یوسف پہ مگر مصر میں اب بھی زلیخا کی سنی جاتی ہے

خواتین سے متعلق مختلف مضامین کو یکجا کر کے کتابی شکل دینے کی غرض وغایت صرف اور صرف اتنی ہے کے قرائین اور تاریخی حقائق کی روشنی میں کیونکہ بیسویں صدی کے آخری دہائی کے اختتام تک اللہ کے حکم سے پوری دنیا پر کسی نہ کسی اعتبار سے خواتین کا اجارہ اور حکمرانی قائم ہوجائے گی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن انسانیت کو فروغ دیتے ہوئے زمانے میں انقلاب کی نوید لے آئیں گی چنانچہ اس ضمن میں انھیں ان کے حاصل شدہ اختیارات، مناصب اور حقوق وفرائض سے مکمل واقفیت حاصل ہو نیز حضرت فاطمہ الزہر بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت زینب بنت بتول رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ جو تمام عالم انسانیت اور بالخصوص دختران اسلام کے لئے کسی عمدہ نمونے سے کم نہیں پر عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت ہے چنانچہ میدان کربلا میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے وقت کی باطل قوتوں، جابروں اور ظالموں سے نا صرف نبرد آزما رہیں بلکہ کسی کوہ آہن کی طرح مستقل مزاجی سے ان کے آگے ڈٹی اور جمی رہیں۔

بقول شاعر!

ارتقائے بشریت کی یہی منزل ہے کربلا آج بھی ماضی نہیں مستقبل ہے

عصر حاضر کی خواتین کو بے شمار چیلنجز کا سامنا ہے جن میں اندرون خانہ اور بیرون خانہ دونوں معاملات شامل ہیں چنانچہ نہایت حکمت اور گہری بصیرت سے دنیا کے ہر میدان میں اپنا لوہا منوانا اور ہر قدم پر دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دختر بتول علیہا السلام کی سیرت کاملہ سے راہنمائی کا حصول ہی ان کی کامیابی کلید ہے اسی حوالے سے قرآن کریم بانگ دہل یہ اعلان کرتا ہے!

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا

تَصِفُوۡنَ ۔(الانبیاء۔۱۸)

ترجمہ۔بے شک ہم حق سے باطل کو چوٹ لگاتے ہیں اور بے شک باطل مٹنے کے لئے ہی ہے۔

تاہم باطل قوتوں پر میدان کربلا، دربار ابن زیاد و یزید میں بنت بتولؑ نے بھی کئی کاری ضربتیں لگائیں جس کی گونج آج بھی بدستور جاری ہے۔

بقول شاعر!

علم یوں جراءت اظہار میں ڈھل جاتا ہے　　جیسے لوہا کسی تلوار میں ڈھل جاتا ہے

زیرِ نظر کتاب 'صنف آہن' کا انتساب بنت بتولؑ کے نام ہے لیکن حصول برکت کے لئے باب اول کی ابتداء بھی انھی کے پاک نام سے کیونکہ میری رائے میں آج دنیا کی تمام خواتین کو لازماً حضرت جناب سیدہ زینبؓ بنت علیؓ کرم اللہ وجہ الکریم کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے ان کی حیات طیبہ کے تمام گوشوں سے سبق سیکھنا چاہئے۔

شہزادی نجف جناب حضرت زینبؓ بنت علی سلام اللہ علیہا کا تعلق خانوادہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواتین کی تیسری نسل سے ہے آپؓ بھی اپنی پیشرو جناب حضرت خدیجہؓ الکبریٰ اور

جناب حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے روحانی مشن کی تکمیل کا ہی ایک تسلسل ہیں جبکہ آپؓ کا شمار عرب کی ان چند خواتین میں کیا جاتا ہے جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کے آپ بے شک انسان کامل تھیں کیونکہ آپ تمام اوصاف حسنہ و کمالات کا مجموعہ تھیں اور اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کے آپ تاریخ اسلام کی ایک انقلاب آفرین، عزم آہن، صبر و استقامت، بلند کردار، نہایت ذہین و فطین، بہادر اور شیر دل خاتون تھیں اگر بنت علیؓ نہ ہوتیں تو شاید تاریخ کربلا کے خطوط اس طور کبھی بھی عیاں نہ ہوتے بجا طور پر آپ قافلہ حسینی کی ایک سالار ہونے کے ساتھ ساتھ 'شریکۃ الحسین' تھیں جو اپنے بھائی کے کٹھن مشن میں ان کے ہم قدم و ہم رکاب تھیں بلاشبہ تاریخ اسلام میں بنت علیؓ نے ایک منفرد مقام پایا اگرچہ اس

پرخطر سفر میں آپ کی نسوانیت بارہا مشکل ترین آزمائشوں سے گزری لیکن آپ کے پایہ استقلال

میں کوئی جنبش نہ آئی، آپؑ ایک مضبوط کردار اور آہنی عزم وحوصلے کی مالک تھیں جنھوں نے اپنی تقاریر اور خطبات سے ابن زیاد اور دربار یزید کے بام ودر کو ہلا کر رکھتے ہوئے حسینیت اور یزیدیت کے فرق کو نا صرف بیان کیا بلکہ دشمن کو ایسی کاری شکست دی کے وہ بلبلا کر رہ گئے جبکہ ان کے مذموم عزائم کی بھی ایسی قلعی کھلی کے اہل کوفہ واہل شام بھی حیران وششدر رہ گئے کہ ان کی ناک کے نیچے اتنی بڑی کاروائی ہوگئی اور ان میں سے اکثر اس سے قطعاً بے خبر اور لاعلم تھے چنانچہ اس شعور کے اجاگر کرنے میں آپ بنت بتولؑ کے اہم کردار سے انکار نہ ممکن ہے آپ نے دنیا کو امام عالیؑ مقام کی حق وصداقت کی جدوجہد سے آگاہ کیا بجا طور پر آپ ترجمان کربلا بھی تھیں جنھوں نے نہایت پر اثر انداز سے اپنے اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقف کی وضاحت کی اور عوام الناس میں یہ شعور بیدار کیا کے بے شک اگر حق کے راستے پر چلنے والے افراد تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں لیکن اگر وہ باطل قوتوں سے ٹکرانے کی ٹھان لیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت باطل کو پاش پاش ہونے سے نہیں بچا سکتی ہے، دوسری جانب خالق کائنات نے دنیا کی ہر عورت میں ۶۰،۰۰۰ روحانی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں لیکن صد افسوس کے صنف نازک اپنی ان گوناں گوں صلاحیتوں سے مطلق لاعلم وبے خبر ہیں تاہم جس دن اس کو اپنی ان وجدانی صلاحیتوں کا علم اور استعمال آ گیا وہ آسمانی دنیا میں داخل ہو جائیں گی دوسری جانب سائنسی توجیہات کے مطابق ہر انسان کے دماغ میں اندازاً دو کھرب خلیات کام کرتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۔

ترجمہ۔ جو کوئی بھی نیک اعمال ادا کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ (النساء۔ ۱۲۴)

اللہ تعالی نے صنف نازک کو تخلیق کیا جبکہ معاشرے میں موجود اس کا ہر روپ اللہ تعالی کی صفت

خالقیت کا عکاس ہے چنانچہ بندہ اس عکس سے حقیقت کی جانب سفر کرتا ہے اگر صنف نازک اپنے اندر چھپی ہوء بے پناہ صلاحیتوں اور وسیع دنیا کا ادراک و آگہی حاصل کر لے تو دنیا میں ایک انقلاب عظیم بپا ہو جائے لیکن تسخیر کائنات سے قبل خود شناسی بعد از اں خدا شناسی ضروری ہے تاہم یہ مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں جبکہ اس سفر کی کوئی انتہا بھی نہیں۔

ڈاکٹر زہرا بتول

ایسوی ایٹ پروفیسر آئی بی ٹی علما یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر انڈس یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر عثمان انسٹیٹوٹ آف ٹیکنالوجی کراچی

ایسوسی ایٹ ٹیچر جامعہ کراچی

لیکچرار آغا خان ایجوکیشنل یونیورسٹی کراچی

بتاریخ-03-03-2020

بوقت: رات:04:07

باب(۱):

شہزادی نجف جناب زینب بنت علی سلام اللہ علیھا

خاتون کربلا حضرت زینب بنت علیؓ سلام اللہ علیھا ،فخر موجودات ﷺ اور ملیکۃ العرب حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی نواسی ،حکیم عرب ابوطالب اور فاطمہ بنت اسدؓ کی پوتی ،شیر خداؓ ،حیدر کرارؓ سید الاوصیاءؓ ،امیر المومنین حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم اور خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراؓ کی صاحبزادی ،سرداران ونوجوانان جنت حضرت امام حسنؓ المجتبیٰ اور امام حسینؓ عالی مقام ، شہید کربلا کی ہمشیرہ تھیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کے صلب میں قرار دیا مگر میری ذریت کو صلب علیؓ میں قرار دیا گیا جبکہ ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! بروز قیامت تمام نسب منقطع کر دئے جائیں گے ماسواء میرے نسب کے روایت میں آتا ہے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم کی دیگر ازاوج سے ۳۳ اولادیں ثابت ہیں جن میں سے حضرت فاطمۃ الزہرا کے بطن سے حضرت علیؓ کی پانچ اولادیں بالترتیب حضرت امام حسنؓ ،حضرت امام حسینؓ ،حضرت زینبؓ بنت علیؓ ،حضرت ام کلثومؓ اور حضرت محسنؓ تھے۔

پیدائش اور شجرہ عالیہ:

جناب زینب بنت علیؓ کا شجرہ عالیہ اور نسبی تعلق حضرت اسماعیل سے ہوتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پھر حضرت نوح علیہ السلام سے جاملتا ہے یعنی حضرت ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالغ بن ارخشند بن سام بن نوح علیہ السلام ۔[۱]

اس سلسلہ نسب کی توثیق تو خود قرآن کریم نے بھی درج ذیل آیات میں کی ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی (وہی راہ راست جو) اس سے پہلے نوح کو دکھائی تھی اور اسی نسل سے ہم نے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت بخشی) اس طرح سے ہم نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں پھر (اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (راہ دکھائی) ہر ایک ان میں سے صالح تھا پھر (اسی خاندان سے) اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو (راستہ دکھایا) اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے دنیا میں فضیلت عطا کی نیز ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا ہے اور انھیں ہم نے اپنی خدمت کے لئے چن لیا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی کی، یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ ۲؎

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ۔

ترجمہ۔ (نوح) اور ابراہیم اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی گئی ہے۔ ۳؎

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا۔

ترجمہ۔ ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب وحکمت عطا کی ہے اور انھیں ہم نے بڑی سلطنت بھی عطا

کی۔۴؎

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسبی تعلق بھی بہت بلند، ارفع اور قابل صد عزت واحترام ہے۔

حضرت زینب بنت علیؑ کی پیدائش ہجرت کے پانچویں سال جمادی الاول کی پانچ تاریخ کو ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؑ کی ولادت کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ننھی شہزادی کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے بے حد شفقت فرمائی لیکن اس موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو نہ تھمتے تھے جس پر حضرت فاطمہؑ نے مضطرب ہوکر پوچھا بابا جان کیا بات ہے؟ آج اس خوشی کے موقع پر یہ آنسو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ان آنسوؤں کا سبب وہ مصائب وآلام ہیں جو اس معصوم پر راہ خدا میں ٹوٹیں گے اور یہ میری امت کے ہاتھوں شدید ترین تکالیف ومشکلات میں مبتلا کی جائے گی جس کے بیان کی مجھ میں تاب نہیں لیکن میری اس بیٹی کی حقوق میری امت پر اسی طرح سے واجب ہیں جس طرح سے اس کے بھائیوں حسنؑ وحسینؑ کے ہیں پھر کچھ دیر توقف کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینبؑ (باپ کی زینت اور اس کا فخر) نام تجویز کیا اور فرمایا! یہ ننھی بچی تم جیسے شاہ مرداں کی زینت اور بارگاہ ایزدی میں اسے 'زینب' کا نام عطا ہوا ہے جو کے لوح محفوظ پر مرقوم ہے۔

آپ حضرت امام حسینؑ سے دو برس چھوٹی تھیں لیکن دونوں بہن بھائیوں میں بلا کی محبت تھی اور دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے اس بات کا احساس گھر کے تمام ہی لوگوں کو بخوبی تھا کے ان دونوں بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کے بغیر قرار نہیں۔

تعلیم وتربیت:

حضرت زینب بنت علیؑ کی ابتدائی تعلیم وتربیت تو خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی جبکہ خاتون جنت جیسی ماں کی گود آپ کی مکتب اول تھی اور شیر خدا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ الکریم جیسے مشفق باپ جو زندگی کے ہر ہر لمحے میں آپ کے ساتھ سایے کی طرح موجود تھے نے آپ کی دینی اور دنیاوی تعلیم میں کوئی دقیقہ اور کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور حقائق ومعرفت اور اسرار الہیہ کے مراحل سے

آپ کو بخوبی گزارا چنانچہ علی مرتضیٰ کی شجاعت، فصاحت، بلاغت، فراست اور علم وفہم آپ کی لازوال شخصیت کا حصہ بنا دوسری جانب حضرت فاطمہ الزہرؓا کی عصمت، طہارت، تربیت زہد و تقویٰ اور صبر وتحمل آپ کی پاکیزہ شخصیت میں یوں رچ بسے کے آپ 'ثانی الزہرا' اور 'نائبۃ الزہرا' کے لقب سے مشرف ہوئیں روایت میں آتا ہے کے آپؓ اپنی نانی حضرت خدیجہؓ سے بے حد مشابہت رکھتی تھیں آپؓ نے چھ برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا لیکن بچپن سے ہی علم معرفت کی عجب شان تھی جو آپؓ سے ظاہر ہونا شروع ہوگئی روایت میں آتا ہے! ابھی آپ بے حد کم سن تھیں کے ایک روز حضرت علیؓ نے آپ سے فرمایا کہو 'ایک' تو آپؓ نے کہا ایک پھر حضرت علیؓ نے کہا کہو دو تو آپؓ نے پورے یقین اور معرفت کے ساتھ جواب ارشاد فرمایا بابا جان جس زبان سے ایک کہا ہے اس زبان سے دو کہنا زیب نہیں دیتا کم سن بیٹی کی زبان سے معرفت توحید کے اس شعور کو دیکھ کر حضرت علیؓ جھوم اٹھے اور شکر خداوندی ادا فرمایا۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا اور حضرت زینبؓ بنت علیؓ علم ارضی وسماوی ولدنی سے مشرف ہوتی رہیں کیونکہ جس گھرانے سے آپؓ کا تعلق تھا وہاں دنیاوی معلموں کا کیا کام؟ یہاں تو آسمانی وسیلوں اور وحی الٰہی کی تجلیات سے ہمہ وقت فضا معمور رہا کرتی لہٰذا رسالت وامامت کی اعلیٰ ترین اقدار وروایات میں آپؓ پل کر جوان ہوئیں، ہر طرف آپ کے علم وفضل، سلیقہ شعاری، زہد وتقویٰ، حسن اخلاق، حسن صورت، خوبی کردار اور شجاعت وذہانت کا چرچا تھا دوسری جانب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے ناطے علم حقیقی کی ترویج واشاعت کی ذمہ داریوں کو بھی آپؓ نے بخوبی نبھایا آپؓ کوفہ میں خواتین کو ظہر سے مغرب تک درس قرآن بھی دیا کرتیں جس میں آپؓ علم وعرفان کی وہ پیچیدہ گتھیاں کھولتیں کے مجمع انگشت بدنداں رہ جاتا اور بے اختیار پکار اٹھتا کے بے شک یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں، علم جن کے گھر کی لونڈی ہے اور بلاشبہ یہی آل اطہار اس بحر زخار کے بیان کی تاب رکھتے ہیں چنانچہ یہاں بھی بہت جلد آپؓ کی شیریں بیانی اور فصاحت بلاغت کا شہرہ عام ہوا ایک روز آپؓ سورہ مریم کی ابتدائی آیات کھیعص کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کے

حضرت علیؑ نے آپ سے استفسار کیا بیٹی کیا تم ان کلمات کے اسرار و معانی سے واقف ہو؟ اگرچہ آپؑ ان آیات کے روحانی شعور سے واقف تھیں لیکن بولیں جی بابا جان آپؑ فرمائیے جس پر حضرت علیؑ گویا ہوئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب 'کھیعص' کی تفسیر پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! حق تعالی نے حضرت زکریاؑ کے اصرار پر کے مجھے کوئی ایسا اسماء مقدسہ آل عبا کے تعلیم کیجئے کہ جس کو پڑھنے سے شدت غم و بلا میں افاقہ ہو جائے تو حق تعالی نے حضرت جبرائیل کے ذریعے ان پر آل عبا تعلیم کئے چنانچہ حضرت زکریا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ الزہراؑ اور امام حسنؑ کا نام لیتے تو ان کا غم دور ہو جاتا اور انھیں راحت نصیب ہوتی لیکن حضرت امام حسینؑ کا نام لینے سے ان کے غم میں اضافہ اور رقت طاری ہوتی پھر حضرت زکریا نے حق تعالی سے استفسار کیا کے ان کلمات کو پڑھنے سے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ جس پر حق تعالی نے ان سے حضرت امام حسینؑ کی شہادت اور مظلومیت کو بیان کیا اور بتایا کے اس وجہ سے تم پر رقت طاری ہوتی ہے پھر مزید فرمایا" کٓھٰیٰعٓصٓ "

ا۔ اس میں ک سے مراد کربلا ہے۔

۲۔ ھا سے مراد ہلاکت عشرت طاہرہ ہے۔

۳۔ یا سے مراد یزید یعنی قاتل امام حسین ہے۔

۴۔ عین سے مراد عطش و تشنگی اور صحرائے کربلا ہے۔

۵۔ جبکہ صاد سے مراد اس امام مظلوم کا صبر ہے۔

روایت میں آتا ہے حضرت زکریا علیہ السلام سے جب ان آیات کے اسرار سے واقف ہوئے تو آپ تین دن تک مسجد سے باہر نہ نکلے اور متواتر گریہ وزاری کرتے رہے۔ ۵؎

ثانی الزہرا کے چند القابات:

جناب زینب بنت علیؑ کے کئی القابات مختلف کتب میں درج ہیں اگرچہ آپ کا ہر لقب ہی آپ کی عظمت و جلالت اور صفات عالیہ کی ترجمانی کرتا ہے ذیل میں آپ کے چند القابات ذکر کئے

جا رہے ہیں۔

عقیلہ۔۔۔۔ کے معانی صاحب فہم وفراست کے ہیں، لیکن یہ لفظ ہر صاحب فہم ودانش کے لئے بھی استعمال نہیں کیا جاتا کیونکہ آپؑ غیر معمولی فہم وفراست کی مالک انتہائی دانش مند خاتون تھیں لہٰذا حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ کو عقیلہ بنی ہاشم کہہ کر بلاتے۔

عالمہ۔۔۔۔ یعنی علم کی گہرائی کا شعور رکھنے والی ایسی ذات جو علم ومعرفت کے حقائق سے بھی واقف ہو جب ہی آپؑ کوفہ میں خواتین کو درس قرآن میں آیات کے اندر پوشیدہ اسرار کو کھول کر بیان کرتیں جسے سن کر لوگ دنگ رہ جایا کرتے اور کہتے کے یہ علمی منصب تو بس اسی گھرانے کے لئے طے شدہ ہے۔

العارفہ۔۔۔۔ یعنی اللہ رب العزت کی ذات کے عرفان سے مشرف یافتہ، جیسا کے حضرت علیؑ کا بھی قول ہے دین کی ابتداء ہی اللہ کے تعارف سے ہوئی اب جو شخص بقدر ظرف جہاں تک ذات باری تعالی سے متعارف ہو وہ اسی اعتبار سے اللہ کا مقرب ہوگا چونکہ بنت علیؑ کا سارا بچپن ہی آغوش رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزرا جہاں ہر دم فرشتوں اور وحی الہی کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقینی طور پر آپ عرفان ذات سے مشرف تھیں۔

موثقہ۔۔۔ یعنی وہ جس پر کامل یقین، وثوق اور اعتبار ہو اگر چہ 'وثاقت' علمی دنیا کا ایک اہم باب ہے یعنی کسی بھی حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحت کو جانچنے کی کسوٹی اور معیار چنانچہ انھی طے شدہ مراحل سے گزر کر ہر حدیث کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے تاہم بنت علیؑ نے نہایت سچائی اور صداقت سے جدوجہد امام حسینؑ اور اپنے آباؤ اجداد کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہوئے نہایت وثوق سے حق وباطل کے درمیان فرق کے شعور کو بھی بیدار کیا۔

عابدہ۔۔۔ یعنی عبادت گزار، آپؑ کی عبادت گزاری کا بیان تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے عاشور سے قبل آخری شب آپؑ اپنے بچوں کو نا صرف شہادت کے فکر وفلسفہ سے آگاہ کرتی رہیں بلکہ وہ تمام شب آپؑ سب نے خالق کائنات کی عبادت وریاضت میں گزاری بعد

عصر عاشور جب تمام شہادتیں ہو چکیں تو اس وقت بھی آپؑ نے عبادت کا اہتمام کیا اور اللہ کے آگے سر بہ سجود ہوئیں جبکہ سخت مصائب و آلام میں بھی آپؑ کی زبان ہمہ وقت ذکر خداوندی سے تر رہتی۔

کاملہ۔۔۔ یعنی صاحب کمال خاتون بے شک آپؑ نے تنہا حسینیت کے اتنے بڑے مشن کو کامیابی سے ہم کنار کیا جبکہ آپ خود زخموں سے چور تھیں لیکن اس کے باوجود آپؑ مسلسل اور متواتر یزیدیت کے خلاف صف آرا رہیں اور آپؑ کے پائے استقامت میں ذرا برابر بھی لغزش پیدا نہ ہو سکی پھر جس بہادری سے ظالم حاکم کے سامنے آپؑ نے کلمہ حق بلند کیا وہ بھی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا گیا۔

فاضلہ۔۔۔ یعنی صاحب فضیلت، جس اعلیٰ نسب اور خاندان کی آپؑ رکن تھیں اور جو فضیلت اور امتیاز آپؑ کو اس روئے زمین پر اللہ تبارک وتعالی نے عطا فرمایا تھا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہ تھا آپؑ بے شک نبی زادی تھیں اور اللہ تعالی نے اپنے خصوصی کرم سے آپؑ کو اس منصب پر فائز فرمایا تھا۔

صدیقہ صغریٰ۔۔۔ یعنی سچی خاتون، حضرت فاطمہ الزہرا کے لئے صدیقہ کبریٰ جبکہ آپؑ کے لئے صدیقہ صغریٰ کے القابات عطا ہوئے آپؑ نے اپنی پوری زندگی حق کی ترویج و اشاعت میں گزاری جس کے لئے آپؑ نے بے پناہ مصائب اور مشکلات کا بھی سامنا کیا یہاں تک کے حق کی سربلندی کی خاطر آپ نے اپنی اولاد اور جگر گوشوں کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔

ام المصائب۔۔۔ یعنی آپؑ نے اتنے زیادہ کربناک اور اندوہناک مصائب و مشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا جو صرف اور صرف آپؑ کا ہی طرہ امتیاز تھا لیکن آپؑ کبھی زبان پر حرف شکایت بھی نہ لائیں اور اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہوئے اپنے خانداان کی اتنی عظیم قربانی پیش کردی جو تاریخ میں امر ہوئی آپؑ پر تکالیف کی ابتداء تو آپ کے بچپن سے ہی ہوگئی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔

زاہدہ۔۔۔یعنی زہدوتقویٰ میں بے مثال آپؑ نے اپنی تمام زندگی نہایت عبادت گزاری اور پرہیزگاری کے ساتھ گزاری۔

محدثہ۔۔۔۔یعنی آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی عملی تفسیر تھیں جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی بسر کی آپؑ نے بھی اسی طرح اپنے روز وشب گزارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو اپنی زندگی کا لازمی جز بناتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو بھی اگلی نسلوں میں منتقل کیا۔ ۶

نائبۃ الزہرا۔۔۔یعنی حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد آپؑ نے اپنی والدہ کے حق وصداقت کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے تاعمر اس مقصد کی آب یاری فرمائی اور باطل قوتوں کے آگے جھکنے سے گریز کیا۔

ثانی الزہرا۔۔۔یعنی آپؑ اپنی والدہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی عادات وخصائل وشمائل سے بے حد مشابہت رکھتیں اسی بناء پر آپؑ ثانی الزہراؑ کہلائیں۔

محبوبۃ المصطفیٰ۔۔۔یعنی آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب نواسی تھیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ سے بے پناہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔

قرۃ العین مرتضیٰ۔۔۔یعنی آپؑ اپنے والد حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا قرار تھیں۔

شفیقۃ الحسن المجتبیٰ۔۔۔یعنی آپؑ اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسینؑ کی بے حد لاڈلی اور چہیتی بہن تھیں جبکہ بڑے بھائی امام حسنؑ آپؑ پر اپنی جان چھڑکا کرتے۔

شریکۃ الحسین۔۔۔یعنی آپؑ اپنے بھائی امام حسینؑ کے ساتھ ہر قدم پر ان کی ہم رکاب اور ہم قدم رہیں یہاں تک کے انھوں نے جام شہادت نوش فرمایا لیکن تمام تکالیف اور صدمات کے باوجود آپؑ نے اپنے بھائی کے مشن کو کامیابی سے ہم کنار کیا جبکہ ہر قدم پر امام عالی مقام کے ساتھ کو نہایت خلوص ومحبت سے نبھانے کی وجہ سے آپ اس لقب سے مقلب ہوئیں۔

ترجمان کربلا۔۔۔یعنی کربلا میں اتنی بڑی قربانیوں کے پیچھے اصل اہداف ومقاصد کی موثر انداز سے ترجمانی کرنا اور حق وباطل کے فرق اور حسینیت اور یزیدیت کے فرق کو اجاگر کرنا یہ صرف اور صرف آپؓ ہی کا کمال تھا۔

کربلا کی شیردل خاتون۔۔۔یعنی جس بے جگری سے آپؓ نے یزیدیت کا مقابلہ کیا وہ بڑے بڑے شہسوار اور بہادروں کے بس کی بھی بات نہیں۔

عقدواولاد:

روایت میں آتا ہے کے ہجرت کے سترہویں سال آپ کا عقد آپ کے چچازاد عبداللہؓ بن جعفر طیار سے ہوا اس مبارک موقع پر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ الکریم نے اپنی اس تاریخ ساز بیٹی کا خطبہ نکاح پڑھا یا یہ رشتہ ہر اعتبار سے نہایت موزوں اور مناسب ترین تھا حضرت زینبؓ بنت علیؓ نور کے سانچے میں ڈھلی جب رخصت ہو کر اپنے شوہر کے گھر آئیں تو ہر زبان پر آپ کے ملکوتی حسن کی ستائش جاری تھی جبکہ عبداللہؓ بن جعفرؓ، حضرت علیؓ کے بڑے بھائی جعفر طیارؓ کے بیٹے ہیں اور یہ وہی جعفر طیارؓ ہیں کے جنھوں نے ہجرت حبشہ کے موقع پر نجاشی کے دربار میں ایسی دلسوز تقریر کی تھی کے جسے سن کر نجاشی پر بھی گریہ طاری ہو گیا جعفر طیارؓ جنگ موتہ میں شہید ہوئے جبکہ علم اسلام (اسلامی جھنڈے) کی سربلندی کے لئے انھوں نے اپنے دونوں بازو بھی کٹوادئے اور نہایت بے جگری سے دشمنوں کی صفوں میں گھس کر انھیں پامال کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا آپ کی شہادت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جنت میں جعفرؓ کو دو یاقوت احمری کے پر عطا کئے گئے چنانچہ جعفرؓ ان پروں کی مدد سے فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، آپؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بچوں سے خاص شفقت فرماتے اور ان کی آل کے لئے خیر وبرکت کی دعا بھی فرماتے جبکہ حضرت علیؓ نے اپنے بھائی کی شہادت کے بعد ان کے خاندان کو اپنی کفالت میں لیتے ہوئے حضرت جعفرؓ کے بچوں کی تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تاہم یہ حضرت علیؓ کی تربیت کا ہی فیضان تھا کے عبداللہؓ بن جعفر طیار اتنے اوصاف وکمالات سے

متصف ہوئے جبکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر و برکت کی دعا بھی اس خانوادے کے ساتھ تھی جب ہی عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ نے جیسے ہی اپنے آبائی پیشے تجارت کو اختیار کیا تو گویا دنیا جہان کی کامیابیوں اور نعمتوں کا نزول ان پر شروع ہوا اور بہت جلد ان کا شمار عرب کے متمول ترین لوگوں میں ہونے لگا اہل عرب آپؓ کی بے تحاشا سخاوت اور فیاضی کو دیکھتے ہوئے آپ کو 'بحر الجود' یعنی دریائے سخاوت کے لقب سے پکارنے لگے ادھر عرب کے شعراء بھی آپ کی شان میں قصائد لکھتے یہاں تک یہ روایت بھی مشہور ہوئی کے اگر آپؓ کے پاس اپنی جان کے سوا کچھ بھی دینے کو نہ ہو تو آپؓ اپنی جان کو بھی بلا تامل حاجت مندوں کو بخشنے سے گریز نہیں کریں گے عبداللہ بن جعفرؓ کی سخاوت تو پہلے ہی ضرب المثل تھی لیکن بنت علیؓ سے عقد کے بعد اس سخاوت میں حضرت زینب بنت علیؓ کی شرکت نے مزید چار چاند لگا دیئے چنانچہ ضرورت مند افراد کی حاجت روائی کے لئے آپؓ دونوں ہی کسی مضبوط آسرے سے کم نہ تھے حضرت زینب بنت علیؓ اپنی والدہ فاطمہ الزہراؓ کے بعد امت مسلمہ کے لئے ایک عملی نمونہ کے طور پر موجود تھیں لہٰذا انھوں نے اپنے شوہر کی خدمت اور اطاعت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور نہایت خندہ پیشانی سے اپنی ذمہ داریوں کو بہ احسن وخوبی انجام دیتی رہیں جبکہ آپؓ کے شوہر عبداللہؓ بھی آپؓ کی بے پناہ قدر و منزلت فرمایا کرتے اللہ تعالی نے آپ کو چار فرزند علی، عون اکبر، محمد، عباس اور ایک دختر کلثوم سے نوازا۔ ۷؎

دور ابتلاء و آزمائش:

حضرت زینبؓ بنت علیؓ کی آزمائشوں کے ادوار کا آغاز ۴۰ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریمؓ کی شہادت سے ہی شروع ہوا بعد ازاں ۵۰ھ میں حضرت امام حسنؓ کی شہادت اور پھر سفر کربلا اور شہداء کربلا جو ایک طویل اور نہ ختم ہونے والا دور ابتلا تھا۔

سفر کربلا۔۔۔۔۔روایت میں آتا ہے قافلہ حسینی ۲۸ رجب ۶۰ھ کو مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوا اور ۳ شعبان معظم کو امام عالیؓ مقام مکہ مکرمہ میں وارد ہوئے جہاں آپ کی اور اہل بیت

الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل وجان سے پذیرائی کی گئی اہل مکہ جوق درجوق آپ کے اور آپ کے اہل کے دیدار وزیارت سے مشرف ہوتے اور بے حد فرحت وانبساط محسوس کرتے حضرت امام نے شہر مکہ میں ماہ شعبان، ماہ رمضان، ماہ شوال اور ماہ ذیقعدہ گزارے یہاں تک کے ماہ ذی الحجہ میں آپ نے حج کا احرام بھی باندھ لیا لیکن ۸ ذی الحجہ کو عمرو بن سعید بن العاص ؓ کی سرکردگی میں ایک بڑے یزیدی لشکر کی مکہ آمد جو خفیہ طور پر آپ کے قتل کے ارادے سے یہاں آیا تھا آپ ؑ نے اس کی مجرمانہ ذہنیت کے پیش نظر اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کرلیا اور طواف کعبہ، نماز طواف اور صف او رمروہ کے درمیان سعی سے فارغ ہوکر آپ نے اپنے بال کٹوائے اور احرام سے فارغ ہوکر مکہ مکرمہ سے روانگی کا قصد کیا روایت میں آتا ہے کے امام عالی ؑ مقام نے جب عزم سفر کیا تو روانگی سے قبل آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حمد وثناء اور درود وسلام کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل باتیں ارشاد فرمائیں! موت فرزندان آدم کے لئے ایسی ہی ہے جیسی خواتین کے لئے گلے کا ہار، میں اپنے بزرگوں سے ملاقات کا بالکل ایسے ہی مشتاق ہوں جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کے آرزومند تھے۔ میرے لئے قدرت کی طرف سے قتل گاہ کا تعین کیا جاچکا ہے جہاں بہرحال مجھے جانا ہے ہم اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تبارک تعالی کے فیصلوں پر راضی اور آزمائشوں پر ثابت قدم رہنے والے ہیں پس تم لوگوں میں سے جو بھی اپنی جان ومال کی قربانی راہ حق میں دینے کے لئے تیار ہے وہ میرے ساتھ چلے میں انشاء اللہ یہاں سے صبح روآنہ ہوجاؤں گا، امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے، جناب محمد ابن حنیفہ ؓ کو جب امام عالی مقام کی روانگی کی خبر ہوئی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں اس سفر سے روکنے کی بڑی کوشش کی لیکن امام ؑ عالی مقام نے فرمایا نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرما رہے ہیں کے اۓ حسین ؑ! روآنہ ہوجاؤ کیونکہ خداوند تعالی تمھیں شہید دیکھنا چاہتا ہے، یہ سنکر محمد ابن حنیفہ ؓ نے خواتین کے بارے میں استفسار کیا کے انھیں اپنے ساتھ کیوں لے کر جارہے ہیں؟ اس پر امام ؑ نے فرمایا کے خداوند انھیں اسیر دیکھنا چاہتا ہے چنانچہ یہ قافلہ مکہ مکرمہ سے نکل کر درج ذیل منازل ابطح، تنعیم،

صفاح، وادی عقیق، وادی صفراء، ذات عرق۔، بطن الرمہ، فید، اجفر، خزیمیہ، شقوق، زرود، ثعلبہ، زبالہ، القاع، عقبۃ البطن، شراف، ذوحسم، بیضہ، رہیمہ، عذیب الھجانات، قطقطانیہ، قصر بنی مقاتل، نینوا، کو طے کرتا ہوا کربلا پہنچا۔

معروف قول کے مطابق ۲ محرم الحرام ۶۱ ھ کو جناب زینبؑ بنت علیؑ اپنے بھائی کے ہمراہ تھیں اور حضرت امام عالیؑ مقام کی زبان پر یہ جملے تھے یہ کرب وبلا کی جگہ ہے سب اتر جاؤ یہی ہماری منزل ہے اور یہیں ہمارے خیمے بھی نصب ہوں گے اور یہیں ہمارا خون بھی بہایا جائے گا اور یہیں پر ہماری قبریں بھی بنائی جائیں گی جس کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بتا چکے ہیں۔۸۔

یوں تو دشت نینوا کا ہر دن ہی حشر سامانیوں سے لبریز اور راتیں قیامت خیز تھیں لیکن شب عاشور تو شاید تاریخ عالم کی سب سے زیادہ طویل، حد درجہ ہولناک، انتہائی ہمت شکن اور بڑی شکیب آزما شب تھی لیکن ہزاروں سلام علیؑ ابن طالب کی بہادر بیٹی پر جس کے پائے استقامت میں جنبش تک نہ آئی اور وہ اپنے انتہائی مضبوط اور غیر متزلزل ارادوں کے ساتھ سراپا آہن وفولاد کی مانند ہر محاذ پر اپنے بھائی کے ساتھ ہم قدم رہیں بلاشبہ یہ ُشریکۃ الحسین ُ کا ہی بے مثل عزم وحوصلہ تھا جو اس کڑے وقت میں بھی آپ بے خوفی سے ڈٹی رہیں جب کے اس موقع پر تو بڑے بڑے جری کے کلیجے پانی اور آنکھیں پتھر ہو جاتیں لیکن آپ کی نسوانیت مسلسل اور متواتر کٹھن آزمائشوں سے گزر رہی تھی۔

مورخین لکھتے ہیں شب عاشور مائیں اپنے فرزندوں کو عروس شہادت کے لئے آراستہ کر رہی تھیں ایسے میں حضرت زینبؑ بنت علیؑ بھی اپنے شہزادوں عون ومحمد سے فرماتیں دیکھو بیٹا تم جعفر طیارؑ کے پوتے ہو جو اپنے وقت کی بہت بڑی طاقت رومیوں سے جا ٹکرائے یہاں تک ان کی صفوں کو پامال کرتے ہوئے نجانے کتنوں کو جہنم واصل کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور تم علیؑ المرتضیٰ شیر خدا کے نواسے ہو جو کے فاتح خیبر ہیں اور جن کا نام سن کر ہی دشمن کے پسینے چھوٹ جایا کرتے، تمھارے دادا بھی جوان مردی میں ممتاز تھے جبکہ تمھارے نانا بھی عزم وحوصلے اور

بہادری وشجاعت میں اپنی مثال آپ تھے، کل جب عاشورہ کا سورج طلوع ہوگا تو دشمن کی فوجیں امامؑ عالی مقام کے خلاف اعلان جنگ کریں گی تو تم دونوں بھائی بھی اس جنگ میں شریک ہوکر ہمت وشجاعت سے دشمن کو جہنم واصل کرنا پھر تاریخ نے یہ دل سوز منظر بھی اپنی پرنم آنکھوں سے دیکھا جب انتہائی نازک وقت میں علیؑ ابن طالب کی بیٹی سراپا صبر واستقامت کا کوہ گراں بنی اپنے بچوں میں قطرہ قطرہ ہمت وشجاعت انڈیل رہی تھیں پھر وہ رات طلوع صبح تک تلاوت ودعا و مناجات وعبادات میں بسر ہوئی یہاں تک کہ عاشورہ کا دھکتا ہوا، روح فرسا اور شعلہ بار سورج بھی بلا آخر طلوع ہو ہی گیا ہر سو ایک ہنگام غم والم کا نا چھٹنے والا ہجوم تھا کہیں خاک وخون میں لتھڑی سر بریدہ لاشیں تو کہیں جلے ہوئے اجڑے خیمے ہر جانب وحشت ودرندگی کا ایک نا قابل بیان منظر خدا کی پناہ، پھر عونؑ ومحمدؑ کے لاشے بھی خیمے میں لائے گئے لیکن علیؑ ابن طالب کی بہادر بیٹی کے لبوں پر یہی آیت رحمن تھی!

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے، بے شک یہ لوگ راہ خدا میں جنگ کرتے ہیں تو قتل بھی کرتے ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں۔۹؎

آپؑ اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے کبھی عقیل کی اولاد کو درجہ شہادت پر فائز دیکھتیں تو کبھی حسنؑ مجتبیٰ کے شہزادوں کو یہاں تک کے انصار حسینی کا آخری فرد بھی مرتبہ شہادت پر فائز ہوا اور پھر حضرت امام عالیؑ مقام نے بھی جام شہادت نوش فرمایا روایت میں آتا ہے! آپؑ نے اس معرکہ میں اپنے دو بیٹوں، چھ بھائیوں اور سات بھتیجوں کا غم سہا۔

الامان الحفیظ خدا کی پناہ، ہنگام عصر تمام ہوا، امامؑ عالی مقام کا امتحان ختم ہوا اور زینبؑ بنت علیؑ کا امتحان شروع ہوا کیونکہ تحریک کربلا دو محاذوں میں منقسم ہے پہلا محاذ جس کے علمبر دار امام عالی

مقامؑ تھے اور جس کی ابتداء سفر کربلا سے لے کر عصر عاشور تک تھی جبکہ دوسرے محاذ کی سربراہی ترجمان کربلا جناب زینبؑ بنت علیؑ کے حصے میں آئی جس کا آغاز عصر عاشور سے لے کر دربار یزید تک تھا۔

تاریخ شاہد ہے عصر عاشور کے بعد علیؑ ابن طالب کی اس بہادر بیٹی نے نا صرف ہمت واستقامت سے اس لٹے ہوئے قافلے کی نگرانی کی بلکہ اہل حرم کی پاسبانی اور امام وقت کی نگہبانی بھی کی۔

ترجمان کربلا:

زینبؑ بنت علیؑ کو اگر ترجمان کربلا کہا جائے تو یہ نہایت موزوں اور مناسب تر ہے کیونکہ اگر بنت علیؑ نہ ہوتیں تو شاید کبھی بھی تاریخ کربلا کے خطوط واضح نہ ہوتے اور قربانی حسینؑ کربلا کی خاک میں کہیں دفن ہوجاتی دوسری جانب یزید اپنے مذموم عزائم میں بھی کامیاب ہوجاتا کیونکہ یزیدی حکومت تو عوام کو یہ تاثر دینے میں بڑی حد تک کامیاب ہوچکی تھی ایک باغی گروہ جس کو ہم نے کچل دیا لیکن یہاں جناب زینبؑ بنت علیؑ نے نا صرف ڈٹ کر باطل قوتوں کا مقابلہ کیا بلکہ عوام الناس کے سامنے ارباب اختیار کے مذموم عزائم ،ظلم واستبداد کی گھناونی سازشوں اور چالوں کی قلعی کو بھی کھول کر رکھ دیا اور دشمنوں کو وہ دھول چٹائی کہ دونوں جہانوں میں انھیں منہ چھپانے کی کوئی جگہ میسر نہ آسکی بے شک زینبؑ بنت علیؑ حسینی قافلے کی سالار تھیں جن کے بے مثل خطبات اور تقاریر نے دربار ابن زیاد اور یزید ملعون کے بام ودر کو ہلا کر رکھ دیا اور جب یہ لٹا پٹا قافلہ کوفہ وشام کے بازاروں سے گزرتا تو چاروں اطراف تماش بینوں کا ہجوم لگ جاتا ایسے میں یہ آپ ہی کا نازک نسوانی وجود تھا جوان تحیر وتمسخر میں ڈوبے الفاظ اور بے باک نگاہوں کا مسلسل اور دلیرانہ مقابلہ کرتے ہوئے یزید کے مکروہ چہرے سے نقاب اٹھاتے ورحسینؑ کی مظلومیت ،حق صداقت کی داستان کو بیان کرتے کبھی کبھی تو ایسا لگتا کے جیسے آپ کے بارعب لہجے میں علی ابن طالب دشمنوں کو للکار رہے ہیں چنانچہ آپؑ کے خطبات اور تقاریر نے کوفہ وشام میں ایک لرزہ طاری کر دیا آپؑ نے اپنے پراثر اور جلالی خطبات سے ابن زیاد اور یزید ملعون پر واضح کیا کے ہمیں ان

قربانیوں کی کچھ پرواہ نہیں کیونکہ یہ تو ہم نے اپنے رب کی رضا کی خاطر دی ہے اب جہاں تک مقام حسینؑ کا تعلق ہے تو وہ یقیناً اس عظیم قربانی کے بعد بارگاہ الٰہی میں بڑے منصب پر فائز ہوئے کیونکہ ان کی یہ قربانی دین اسلام کی سربلندی کی خاطر تھی اور یقیناً یہ ایک مقدس فریضہ تھا جس میں ہم اور ہمارا خاندان سرخرو ہوا یہ بات تو عرب میں ایک زمانے سے زبان زد عام تھی کے بنت علیؑ کا چہرہ اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت اور رعب حیدری سے معمور ہے جبکہ آپ کی فصاحت و بلاغت اور طرز گفتار حضرت علیؑ ابن طالب سے مشابہہ تاہم آپؑ کے علمی کمالات کے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہوگا کے سفر کوفہ و شام میں آپؑ نے (۹) انتہائی پرتاثیر اور آتش فشانی خطبات ارشاد فرمائے دوسری جانب ابن زیاد اور یزید ملعون کو آپؑ نے اپنے علم سے زیر کیا بعد ازاں یہی خطبات جن کی تاریخ میں نظیر ممکن نہیں، بقائے اسلام کا بھی ایک سبب بنے۔ ذیل میں ان ہی پرتاثیر خطبات کے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔

ا۔ تمام حمد و ثناء اللہ تبارک و تعالی کے لئے ہے۔

اے اہل کوفہ اے مکارو آج تم ہم پر روتے اور آنسو بہاتے ہو؟ جبکہ تم نے ہی ہمارا خون ناحق بہایا اور پردہ دار نبی زادیوں کی بے حرمتی کی قریب تھا کے آسمان پھٹ جاتا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے یا پھر زمین کے ہی ٹکڑے ہو جاتے کیونکہ تمھارے ان ہی بدترین اعمال کی تاریکی نے زمین و آسمان کو گھیر لیا یقینا تمھاری یہ آہ بکا، چیخ و پکار اور آنسو اب کبھی بھی نہ تھمیں گے اور اب تم بہت کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روگے کیونکہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلیجے کے ٹکڑوں کو قتل کر دیا، ہلاکت اور رسوائی تمھارا مقدر ٹھہرا، اب دنیا میں تم چاہے کتنی بھی سعی و کوشش کر لو جہنم کا عذاب تمھارا منتظر ہے جس میں تم اوندھے منہ گرائے جاؤ گے اور تمھیں تمھارے عہد و پیمان میں سوائے گھاٹے، نقصان، محتاجی اور ذلت و رسوائی کے سوا کچھ اور حاصل نہ ہوسکے گا۔ خدا کا غضب تمھارے شامل حال رہے گا تمھاری مثال تو اس بدنصیب عورت کی سی ہے جس نے نہایت محنت سے اپنا سوت کا تا لیکن پھر خود اپنے ہاتھوں اس کے بل کھول دئے تم نے آخرت کے لئے کیا ہی برا توشہ ذخیرہ کیا، تم پر اللہ

کا غضب نازل ہو کے تم نے ہمیشہ کے لئے دوزخ کو اپنا ٹھکانہ بنالیا بے شک اللہ بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا لیکن وہ گناہ گاروں کی تاک میں رہتا ہے۔۱۰؎

پھر جب ابن زیاد اپنی فتح کا جشن منا رہا تھا اور برابر یہ کہتا جاتا دیکھا ہم نے تمھارے اور تمھارے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

اس پر زینبؑ بنت علیؑ نے بھرے دربار میں ابن زیاد کے خبث کا پردہ چاک کرتے ہوئے نہایت دلیری سے اس کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے یہ کہا ہم اپنے بھائی اور اہل خانہ کی شہادت کو سوائے خیر کے کچھ اور نہیں سمجھتے کیونکہ یہی وہ عالی مرتبہ لوگ تھے جن کی تقدیر میں اللہ تبارک وتعالی نے شہادت لکھی جس کو انھوں نے بخوشی نوش فرمایا یقیناً تم روز قیامت دیکھو گے کہ کون غالب تھا اور کون مغلوب؟ یقیناً خدائے بزرگو برتر نے ہمیں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے عزت بخشی اور ہمیں پاکیزہ ومنزہ فرمایا ہم نیک کردار اور اللہ کے شکر گزار آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لیکن ہمارا دشمن فاسق بھی ہے اور فاجر بھی لیکن اس کی اسلام دشمنی کو اللہ تبارک تعالی نے سب کے سامنے بے نقاب اور آشکار کر دیا اور اسے دونوں جہان میں ذلیل ورسوا کیا۔ یقیناً عذاب جہنم تمھارا شدت سے منتظر ہے۔۱۱؎

زینبؑ بنت علیؑ، کربلا کی ایک شیر دل خاتون تھیں وہ متواتر کوفیو اور شامیوں کے سامنے اصل حقائق کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے یزید اور اس کے حمایتیوں کے ظلم و جبر کی خون آشام داستان بیان کر رہی تھیں جبکہ ان کے لہجے کی سنگین کاٹ ابن زیاد کے لئے زہر میں بجھی کسی تلوار سے کم نہ تھی جب ہی خوفزدہ ابن زیاد نے رسول زادی کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے بیمار امامؑ وقت حضرت سید سجاد امام زین العابدینؑ کے قتل کے ارادے کو منسوخ کرتے ہوئے اپنے ہرکاروں سے کہا اسے کچھ نہ کہو ورنہ جناب زینبؑ کے خون سے ہاتھ رنگین کرنے پڑیں گے جو ہمارے لئے دشوار ہے اور جس کے سنگین نتائج کا تحمل ہم میں نہیں۔

حسینی قافلے میں صرف ایک زینبؑ بنت علیؑ ہی تھیں جو نہایت صبر واستقلال اور ثابت قدمی سے

غم واندوہ کے اتھاہ سمندر کو نا صرف پاٹ رہی تھیں بلکہ ایک بلند کوہ آلام کو اپنی بے پناہ مستقل مزاجی اور استقامت سے سر بھی کر رہی تھیں دوسری جانب آپ کے بلند ترین مقاصد میں صرف یزید کو ہی نہیں بلکہ یزیدیت کو بھی حرف غلط کی طرح مٹاتے ہوئے باطل قوتوں کو زیرنگیں کرنا تھا اور جس کے لئے آپؑ ذوق جہاد سے سرشار ہر مشکل محاذ پر کسی جری کی طرح ڈٹی ہوئی تھیں اگرچہ دمشق تو مظلوم کا ماتم کدہ بن ہی چکا تھا لیکن آپؑ کے انقلابی خطبات نے آن واحد میں کوفہ کی بازی کو بھی پلٹ کر رکھ دیا اہل ایمان کے فلک شگاف نعروں اور مظلوموں کی ترجمان زینبؑ بنت علیؑ نے دربار یزید کی در و بام پر بھی ایک لرزا طاری کر دیا بلاآخر یہاں بھی حسینیت کامیاب اور سرخرو ہوئی جبکہ بنت علیؑ کی عظمتوں اور رفعتوں کو اللہ تبارک تعالیٰ نے لازوال عروج عطا فرمایا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ حق سے باطل کا دماغ توڑتا اور اسے نیست و نابود کرتا ہے۔ ۱۲ ؎

چنانچہ حق نے باطل کو کاری ضرب لگائی اور دربار یزید میں بنت علی نے حسین مظلوم کے ایک ایک قطرہ لہو کے اسرار شہادت کی وہ تفسیر بیان کی کے سننے والے انگشت بدنداں رہ گئے اور دنیا نے دیکھ لیا کے بلند مقاصد کے لئے قربانیاں دینے والے بھی عظیم تھے اور اس مقصد کو آگے لے کر چلنے والے اس کے نگہبان بھی عظمتوں کی بلندیوں پر فائز بنت علیؑ خود غموں سے چور تھیں لیکن اس حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصداق مومن کا چہرہ تو مسکراتا ہے لیکن اس کا دل غم سے معمور ہوتا ہے آپ متواتر یزیدی قوتوں سے برسرپیکار تھیں یہاں تک کے دربار یزید میں جب آپ کا سامنا اس ملعون، فاسق و فاجر سے ہوا تو آپ کی ایک للکار نے ٹھاٹھیں مارتے مجمع اور بے قابو ازدھام پر جیسے سناٹا طاری کر دیا۔

آپ گویا ہوئیں الحمد للہ والصلوۃ علی ابی محمد والہ الطیبین الاخیار۔

اے یزید تیری فکر اور رائے غلط اور خام تھی اگرچہ تیری زندگی کے محض چند ہی دن باقی رہ گئے اور

بہت جلد تیری بساط الٹنے والی ہے جبکہ تیرے ساتھیوں کا شیرازہ بھی بکھرنے والا ہے اور بہت جلد ہاتف غیبی یہ کہے گا کے ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔

تمام حمد ثنا اور تعریف کا مستحق صرف اور صرف خدائے بزرگ و برتر ہے تو ہماری شہرت کو تو کم نہ کر سکا اور نہ ہی اپنے اس موقف میں ہی کامیاب ہو سکا کے تو ہماری مقبولیت کو کم کر سکے گا جبکہ یہ بھی تیرے بس میں نہیں کے تو ہمارے پیغام اور فکر و نظر کو ہی روک سکے کیونکہ یہ تیرے بس کی بات نہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کے تو ہماری فکر و نظر، غرض و غائیت اور مقاصد کی گہرائی کو سمجھ سکے۔ ۱۳ ؎

اے یزید خدا کی قسم تو نے اپنے ہی گوشت کو پارہ پارہ کر دیا اگر چہ زمانہ کے مصائب نے مجھے یہاں لا کھڑا کیا کے میں تجھ سے مخاطب ہوں لیکن میری نظر میں تیری کوئی وقعت و قدر نہیں کیونکہ تیرے ہاتھ ہمارے خون سے رنگین ہیں اور جس چیز کو تو آج غنیمت سمجھ رہا ہے کل وہی چیز تیرے لئے نقصان دہ ثابت ہو گی یقیناً خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور ہم اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ خدا کی قسم تو کبھی بھی ہماری یاد کو لوگوں کے دلوں سے محو نہیں کر سکے گا اور نہ ہی ہمارے مرتبے کو پہنچ سکے گا جبکہ اس دھبے کو جو تیرے دامن پر ثبت ہو چکا ہے اسے بھی قیامت تک نہ دھو سکے گا تاہم بہت جلد تیری جمعیت پارہ پارہ ہو جائے گی تو ہم پر سب و شتم اور قہر ڈھاتا ہے۔ میں خدا سے درخواست کرتی ہوں کے وہ شہداء کے ثواب کو تکمیل تک پہنچائے بے شک وہ رحم کرنے والا بہت مہربان ہے اور ہمارے لئے تو اللہ ہی کافی ہے جو بہترین کارساز ہے۔

اس موقع پر یزید خاموش تھا اس کو کچھ سمجھ نہ آیا کے وہ کیا کرے اس نے اپنے درباری مصاحبوں سے مشورہ بھی کرنا چاہا لیکن اسی دوران نعمان بن بشیرؓ نے اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر اس معاملے کو رفع دفع کیا۔ ۱۴ ؎

یزیدیوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے آج وہ اپنی ہی نظروں میں گر چکے ایک روایت میں آتا ہے! ایک شامی نے اٹھ کر گستاخی کرتے ہوئے یزید سے کہا اس (زینبؓ بنت علیؑ) کو میری کنیزی میں دے دو، جس پر زینبؓ بنت علیؑ نے اس شامی اور یزید دونوں کی ہی سخت سرزنش کرتے ہوئے کہا

نہ تو تیری کوئی مجال ہے اور نہ ہی اس ملعون یزید کی مجال کے مجھے ہاتھ لگائے۔۱۵؎
کوفہ میں ایسے کئی لوگ تھے کے جو شہداء کربلا، اسیران کربلا اور ان کے ساتھ نیزوں پر موجود سروں سے قطعی لاعلم تھے دوسری جانب یزیدی حکومتی مشینری متواتر اپنے گمراہ کن پروپیگنڈے سے لوگوں میں گمراہی پھیلا رہی تھی لیکن زینبؑ بنت علیؑ چونکہ ایک طویل عرصہ تک اہل کوفہ اور ان کی یہاں کی خواتین کو قرآن کریم کے دروس دیتی رہی تھیں لہٰذا کوفہ کی خواتین کی ایک بڑی تعداد انھیں بخوبی جانتی اور پہچانتی تھی چنانچہ اہل کوفہ پر جیسے جیسے صورت حال واضح ہوئی وہ دھاڑیں مار مار کر روتے ایسے میں زینبؑ بنت علیؑ انھیں مخاطب کر کے کہتیں اے مکر و فریب کرنیوالے غدارو آج تم ہم پر روتے ہو؟ خدا کی قسم تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ تم زیادہ رو اور کم ہنسو جبکہ ذلت و رسوائی تمھارا مقدر ٹھہرے تم نے ایک ہولناک، سیاہ اور تاریک بلا اپنے سر مول لے لی یاد رکھو آخرت کا عذاب نہایت رسوا کن ہے جس دن ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔۱۶؎
اہل حرم کی واپسی۔۔۔۔ثانی زہراؑ تمام تر نامساعد اور انتہائی حوصلہ شکن حالات کے باوجود یزیدی قوتوں کے سامنے ڈٹی رہیں اور اپنے جارحانہ خطبات سے انھوں نے درحقیقت شام میں ایک انقلاب کی بنیاد رکھ دی پھر اہل حرم کے قیام کے دوران جب ایک روز لوگوں کے بے حد اصرار کے آگے مجبور ہو کر یزید نے امام زین العابدین کو جامع مسجد میں خطبہ کی اجازت دی تو یوں لگا کے جیسے سارا شہر ہی آپ کا خطبہ سننے کے لئے امڈ آیا تاہم امام وقت نے ایسی فصاحت و بلاغت سے اپنا، اہل حرم اور خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف کروایا کے لوگوں کے دل کپکپا اٹھے پھر امام وقت نے وہاں موجود لوگوں کو یہ بھی بتایا کے میں اس شہید کا بیٹا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں پلا بڑھا اور جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان چوس کر بولنا سیکھا لیکن اسی شہید مظلوم کی سر بریدہ لاش کربلا کی تپتی ریگ زاروں پر پڑی رہی اور اس کے سر کو نوک سناں پر ہر جانب پھیرایا گیا اور اس کے اہل بیت کو اسیری کی جانگسل مشقتوں سے گزارا گیا یہ سننا تھا کے اہل کوفہ نے کہرام بپا کر دیا اور کئی لوگوں نے اپنے سروں کو دیواروں سے ٹکرانا شروع کر دیا اور گریہ وزاری

کا ایک سماں بندھ گیا تاہم اس بے قابو مجمع کو دیکھ کر یزید نے جلدی سے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا تاکہ مجمع منتشر کیا جا سکے بعد ازاں یہ قافلہ مدینہ کی جانب گامزن ہوا راستے میں موجود لوگوں نے اس دکھی قافلے سے تعزیت کی۔

وصال:

روایت میں آتا ہے حضرت زینبؑ بنت علیؑ، حضرت امام عالیؑ مقام کی شہادت کے ۱۷ ماہ کے بعد ۱۵ رجب ۶۲ ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئیں وصال کی کئی وجوہات میں سے ایک تو اپنے بھائی، بیٹوں اور بھتیجوں کی شہادت کا وہ کوہ گراں تھا کہ جس کو آپؑ مسلسل صبر و استقامت سے جھیل رہی تھیں جبکہ انہی صدمات کے باعث آپؑ بے حد نقاہت بھی محسوس کرتیں پھر شامیوں کے ظلم اور دوران اسیری کسی بدبخت کے ہاتھوں ہونے والی جراحت بھی آپؑ کے وصال کی وجہ بنی، بوقت وصال آپ کی عمر مبارک ۵۰ برس تھی جبکہ آپ کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ ۱۷؎

حوالہ کتب:

۱۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ص۔۶۷۔ناشران الفیصل کتب لاہور۔۲۰۰۶ء۔

۲۔سورہ انعام۔آیت۔۸۴۔۸۸۔

۳۔سورہ الحدید۔آیت۔۲۶۔

۴۔سورہ النساء۔آیت۔۵۴۔

۵۔ترجمان کربلا زینب بنت علی۔الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفیٰ بادی۔ص۔۶۷۔عالیہ پبلی کیشنز کراچی۔ ۱۹۹۷ء۔

۶۔ثانی الزہرا جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا۔علامہ سید رضی جعفر نقوی۔ص۔۴۵۔العصر پبلیشرز کراچی۔ ۲۰۰۷ء۔

۷۔جناب زینب کبریٰ۔علامہ سید رضی جعفر نقوی۔ص۔۹۶۔العصر پبلیشرز۔کراچی۔۲۰۰۷ء۔

۸۔جناب زینب کبریٰ۔علامہ سید رضی جعفر نقوی۔ص۔۱۲۳۔۱۲۵۔العصر پبلیشرز۔کراچی۔۲۰۰۷ء۔

۹۔سورہ التوبہ۔آیت۔۱۱۱۔

۱۰۔ترجمان کربلا زینب بنت علی۔الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفی بادی۔ص۔۶۷۵۔عالیہ پبلی کیشنز کراچی۔
۱۹۹۷ء۔
۱۱۔ترجمان کربلا زینب بنت علی۔الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفی بادی۔ص۔۲۸۲۔عالیہ پبلی کیشنز کراچی۔
۱۹۹۷ء۔
۱۲۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۱۸۔
۱۳۔حضرت زینب کبری کے تاریخ ساز اور عہد آفرین خطبے،علامہ سید ابن حسن نجفی۔ص۔۵۷۔ادارہ تمدن اسلام کراچی۔سن ندارد۔
۱۴۔ترجمان کربلا زینب بنت علی۔الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفی بادی۔ص۔۶۷۔عالیہ پبلی کیشنز کراچی۔
۱۹۹۷ء۔
۱۵۔سوانح حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا۔زبدۃ العلماء سید آغا مہدی صاحب۔ص۔۱۹۶۔جمعیت خدام عزاء کراچی۔سن ندارد۔
۱۶۔ثانی زہرا جناب زینب بنت علی سلام اللہ علیھا۔علامہ سید رضی جعفر نقوی۔ص۔۱۷۴۔العصر پبلیشرز کراچی
۲۰۰۷ء۔
۱۷۔سیرت زینب۔مولفہ۔سید احمد حسین ترمذی۔ص۔۹۳۔کتب خانہ اثناء عشری لاہور۔سن ندارد۔

باب(۲):

تکریم انسانیت

پہلے انسان (حضرت آدم) کی پیدائش

پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِيۡنٍ۔

ترجمہ۔جب تیرے پروردگار نے کہا میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔۱؎

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ قَالُوۡٓا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔

ترجمہ۔اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں، فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے اور تیری پا کی بیان کرتے ہیں، فرمایا میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔۲؎

قَالَ يٰٓـاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ‌ۚ فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ۔

ترجمہ۔فرمایا اے آدم ان چیزوں کے نام بتادو، پھر جب آدم نے انہیں اُن کے نام بتادیئے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کے میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں۔۳؎

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔

ترجمہ۔ جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ ۴؎

مندرجہ بالا ان آیات میں اللہ تعالی نے بنی نوع انسانیت کے سامنے کائنات کی ایک ایسی حقیقت کو بیان کر دیا کہ جس کو معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی دوسرا طریقہ موجود نہ تھا یعنی اس انکشاف سے بنی نوع انسانیت کو جو اہم حقائق معلوم ہوئے ہیں وہ ان نتائج سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں جو زمین کی تہوں سے متفرق ہڈیاں نکال کر انھیں قیاس اور تخمین سے ربط دے کر انسان اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی ضمن میں بنی نوع انسان کے حوالے سے امام غزالی نے کمال کا ایک نکتہ کھولتے ہوئے فرمایا انسان اگرچہ ازلی تو نہیں ہے لیکن وہ ابدی ضرور ہے۔ ۵؎

خلیفہ فی الارض:

مفسرین لکھتے ہیں خلیفہ مالک نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی کی ملک میں اللہ کے تفویض کردہ اختیارات کو اس کے ایک نائب کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے پھر اس کے اختیارات ذاتی بھی نہیں ہوتے بلکہ اصل مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں لہذا نائب اپنی من مانی یا حکم عدولی نہیں کر سکتا اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ بات بغاوت یا غداری کے زمرے میں شامل ہوگی اللہ تعالی نے جن اسماء الہیہ کا علم حضرت آدم کو عطا کیا انھی اسماء کے علم کو روحانیت کی اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے!

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔

ترجمہ۔ اس نے آدم کو تمام نام بتا دئے۔ ۶؎

یعنی جب اللہ تعالی نے علم کی تقسیم کی تو سب سے پہلے اپنی صفاتی ناموں کا تعارف کرایا تاہم ان ہی ناموں کو اسمائے صفاتی کہا جاتا ہے اور یہی نام وہ علم ہیں جو اللہ تعالی کے علم کے عکاس ہیں

اگرچہ صفت کی تعریف میں یہ بتانا ضروری ہے کے اللہ تعالی کی ہر صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت کی صفات بھی جمع ہیں۔ جیسے بصیر، سمیع، رزاق، ربانیت کے ساتھ قدرت اور رحمت شامل ہے بالفاظ دیگر اللہ کی کوئی صفت قدرت اور رحمت کے بغیر نہیں جیسے کے صفت بصیر میں اللہ تعالی کو کائنات میں کامل قدرت اور کامل خالقیت حاصل ہے کیونکہ اللہ کے تمام اسم ایک تجلی (نور) ہیں پھر اس تجلی کے ساتھ دو مزید تجلیات کا اضافہ گویا ہر اسم تین تجلیات کا مجموعہ ہے۔

۱۔ایک تجلی صفت اسم کی۔

۲۔دوسری تجلی صفت قدرت کی۔

۳۔تیسری تجلی صفت رحمت کی۔

اس بحث سے ہم دنیا کے پہلے انسان یعنی حضرت آدم سے متعارف ہو گئے یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کے آدم کے ماں اور باپ نہیں اور نہ ہی آدم نے بچپن اور لڑکپن کا دور دیکھا بلکہ جب ان کے خاکی پتلے میں روح پھونکی گئی تو اس وقت وہ ایک بالغ نوجوان تھے تاہم انھوں نے کسی مکتبہ یا مدرسہ سے علوم کی تحصیل بھی نہیں کی بلکہ اللہ تعالی نے انھیں تمام علوم بذریعہ وحی تفویض فرمائے۔

اسی حوالے سے ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے!

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بے شک اللہ تعالی نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ ۷؎

دوسرے انسان (حضرت حوا) کی پیدائش

دوسرے انسان حضرت حوا کی پیدائش کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔

ترجمہ۔اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑ ابنایا اور ان دونوں سے دنیا میں بہت سے مرد اور عورت پھیلائے۔ ۸؎

یہاں قرآن یہ کہہ رہا ہے کے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا ہے یعنی نوع انسانی کی تخلیق کی ابتداء ایک فرد سے ہوئی، دوسرے مقام پر قرآن اس کی تشریح کرتے ہوئے اس پہلے انسان کو حضرت آدم کے نام سے متعارف کروایا اگر چہ قرآن کریم نے اس کی تفصیلی کیفیت کا ذکر نہیں کیا لیکن دیگر الہامی کتب جیسے کے بائبل کی کتاب پیدائش اور تالمود میں اس کی تفصیل درج ہے یعنی تالمود اور کتاب پیدائش میں یہ کہا گیا کے حضرت آدم جنت میں تنہائی محسوس کرتے تھے لہٰذا ایک دن ان پر گہری نیند طاری کر دی گئی اور جب وہ بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنے پہلو میں ایک نہایت خوبصورت خاتون کو پایا تاہم گہری نیند سوتے ہوئے ان کی سیدھے ہاتھ کی تیرہویں پسلی سے حضرت حوا کی پیدائش عمل میں آئی لیکن قرآن نے حضرت حوا کی پیدائش کی کیفیت کو بیان نہیں کیا لیکن قابل غور بات یہ ہے کے آدم کی طرح حوا کے بھی ماں اور باپ نہیں تھے اور انھوں نے بھی بچپن اور لڑکپن کا دور نہیں دیکھا اور جب وہ پیدا ہوئیں تو وہ ایک نوجوان اور خوبصورت خاتون تھیں اور آدم ان کے باپ نہیں بلکہ شوہر تھے۔

محققین کی رائے ہے قرآن کریم صرف حوا کی تخلیق کا ذکر نہیں کر رہا ہے بلکہ عورت کی تخلیق کے متعلق اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہے کے وہ بھی مرد ہی کے وجود کا ایک حصہ ہے تمام اشیاء کائنات دو رخوں پر قائم ہیں ایک ان کا ظاہری رخ جبکہ دوسرا ان کا باطنی رخ ہے جو چھپا ہوا اور مستور ہے آدم کے اندر عورت کا وجود چھپا ہوا تھا جب اللہ تعالی نے حکم دیا تو وہ ظاہر ہو گیا اسی طرح سے حوا کی بیٹی یعنی مریم کے اندر بھی ایک مرد کا وجود پوشیدہ تھا جب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ممکن ہو سکی، عورت کا ظاہری رخ جو کے ہمیں نظر آتا ہے وہ اس کے ظاہری خدوخال اور حسن وجمال سے مرکب ہے لیکن اس کے باطنی رخ میں ایک مرد چھپا ہے اسی طرح سے مرد کے باطنی رخ میں ایک ادھورا وجود عورت کا بھی پایا جاتا ہے لہٰذا یہ طے پایا کے افزائش نسل اور جنسی کشش کا قانون انھی دو رخوں پر قائم ہیں یعنی مرد و عورت کے باطنی رخوں کو ایک دوسرے کی طلب ہوتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

هُوَ الَّذِىٓ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ۔

ترجمہ۔وہی ہے اللہ جس نے تم کو تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا تا کہ وہ اس کی طرف رغبت کرے۔۹؎

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کے اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم زمین میں پھیلتے چلے جا رہے ہو، اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کے اس نے تمھارے لئے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔۱۰؎

وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا۔

ترجمہ۔پھر یہ بھی کہا گیا، اور تمھیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا گیا۔۱۱؎

یہاں غور طلب امر یہ ہے کے مرد اور عورت کا جوڑا در اصل ایک معجزہ اور حکمت سے بھر پور کرشمہ ہے کیونکہ مرد اور عورت کی جسمانی اور نفسیاتی ساخت میں بڑا واضح فرق پایا جاتا ہے لیکن یہ اللہ کی شان ہے کے اس واضح فرق اور اختلاف کے باوجود نسل انسانی کا سلسلہ نہایت توازن کے ساتھ ہزار ہا سال سے جاری وساری ہے یہاں جوڑے سے مراد صرف مرد وعورت کا جوڑا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی نے کائنات کی ہر شے کو جوڑے کی شکل میں تخلیق کیا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرسکو۔۱۲؎

وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا۔

ترجمہ۔ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔ ۱۳؎

الشفع (جفت جوڑے) کو کہا جاتا ہے اس سے مراد حضرت آدم اور حوا ہیں جبکہ وتر سے مراد اللہ کی ذات ہے۔

تیسرے انسان (حضرت عیسیٰ ابن مریم) کی پیدائش

قرآن کریم میں تخلیق انسانی کے درج ذیل چار طریقوں کو بیان کیا ہے۔

ا۔مٹی سے آدم کا پتلا بنایا اور پھر اس میں اللہ نے اپنی روح پھونک دی۔

۲۔حضرت آدم کے وجود سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا یہ دونوں ہی بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے اور دونوں ہی نے اپنی جوانی کی حالت میں دنیا کو دیکھا یعنی بچپن اور لڑکپن کا دور دونوں نے ہی نہیں دیکھا پھر یہ کے حضرت آدم، حضرت حوا کے شوہر تھے۔

تخلیق انسانی کا تیسرا طریقہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کا تھا۔

جس کے بارے میں ارشادات خداوندی ہیں!

وَالَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ۔اس عورت (مریم) کو یاد کرو جس نے اپنی عزت کی حفاظت کی پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس کو اور اس کے بیٹے کو تمام جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا۔ ۱۴؎

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ۔

ترجمہ۔عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی، سو ہم نے اس کے چاک گریبان میں اپنے پاس سے روح پھونک دی۔ ۱۵؎

یہاں قابل غور بات یہ کے حضرت مریم، حضرت عیسیٰ کی ماں ہیں اور حضرت عیسیٰ کے باپ نہیں

تاہم وہاں آدم کے پتلے میں اللہ نے اپنی روح پھونکی اور یہاں مریم کے وجود میں اللہ نے اپنی روح پھونکی۔

انسان کی پیدائش کا چوتھا طریقہ

ابتدا میں ہم نے پیدائش انسانی کے تین طریقے ذکر کیۓ جس کی مثال اس پوری دنیا میں صرف ایک ہی ہے یعنی آدم، حوا اور عیسیٰ ابن مریم تاہم اس طرح سے اللہ تعالی نے پھر کسی دوسرے انسان کو پیدا نہیں فرمایا لیکن ایک چوتھا طریقہ جو کثرت میں نظر آتا ہے وہ عام انسانوں کی پیدائش کا ہے جس میں والدین اور پھران کی اولادیں اور پھران کی اولادیں وغیرہ تو افزائش نسل کے اسی طریقہ کو اللہ تعالی نے پسند فرمایا اگر اللہ تعالی چاہتے تو تمام انسانوں کو حضرت آدم، حوا یا حضرت عیسیٰ ابن مریم کی طرح پیدا کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالی نے یہ پسند کیا کے انسانوں کی بہترین تعلیم وتربیت کے لئے والدین کی موجودگی ضروری ہے چنانچہ یہی طریقہ ہمیں کثرت میں نظر آتا ہے.

تکریم انسانیت:

انسان کے اندر کام کرنے والی روح نہ تو مرد ہوتی ہے اور نہ ہی عورت، روح اللہ کا امر اور اس کی کی مرضی ہے جو مرد اور عورت دونوں کے ہی خاکی وجود میں کام کر رہی ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں کے جب ہم نے آدم کو پیدا کیا تو اس میں ہم نے اپنی روح پھونکی اب یہ بات تو طے ہوگئی کے مرد ہو یا عورت ان دونوں ہی کہ خاکی وجود میں کام کرنے والی روح دراصل اللہ کا اذن اور اس کی مرضی ہے اور بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کے روحانی اعتبار سے ان دونوں میں ایک جیسی صلاحیتیں کام کر رہی ہیں لہٰذا عبادت اور ریاضت سے دونوں ہی اللہ کا قرب اور دوستی کو حاصل کر سکتے ہیں تاہم دنیا کی ہر عورت میں ۶۰،۰۰۰ روحانی صلاحیتیں کام کر رہی ہیں وہ اپنی ان صلاحیتوں کو جان کر اور انھیں استعمال کر کے آسمانی دنیا میں داخل ہو سکتی ہے پھر سائنسی توجیہ کے مطابق ہر انسان کے دماغ میں اندازاً دو کھرب خلیات کام کرتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی!

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۔

ترجمہ۔ جو کوئی بھی نیک اعمال ادا کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ۱۶؎

اللہ تعالی نے عورت کو تخلیق کیا اور معاشرے میں موجود اس کا ہر روپ اللہ تعالی کی صفت خالقیت کا ایک عکس ہے، بندہ اس عکس سے حقیقت کی جانب سفر کرتا ہے لیکن یہاں اہم سوال یہ ہے کے کیا عورت اپنے اندر چھپی ہوئی اس انوکھی دنیا اور بے پناہ صلاحیتوں سے واقف ہے؟ اس کا جواب میرے مشاہدے کے مطابق نا ہونے کے برابر ہے کیونکہ اللہ کو شناخت کرنے کے لئے ضروری ہے کے پہلے انسان اپنے آپ کو شناخت کرے یعنی خود شناسی سے خدا شناسی کا سفر کوئی آسان سفر نہیں جس میں بہت کٹھنائیاں ہیں اور اس کی انتہا بھی نہیں ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں!

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔

ترجمہ۔ ہم تو تمھاری رگ جان سے قریب تر ہیں۔ ۱۷؎

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ ہم تو تمھارے اندر ہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ ۱۸؎

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ فرمادیں کے میں بہت قریب ہوں جب وہ مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی پکار کا جواب دیتا ہوں انھیں بھی چاہئے کے وہ (میرا جواب سن کر) مجھے جواب دیں اور یقین رکھیں کہ یہی ان کی رشد و ہدایت کا باعث

ہے۔۱۹؎

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔

ترجمہ۔تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔۲۰؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے! جس نے اپنے نفس کو پہچانا گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

جب انسان ابھی اس دنیا میں بھیجا بھی نہیں گیا تھا اور اللہ تعالی نے تمام انسانوں کی روحوں کو تخلیق کرلیا تھا یعنی حضرت آدم سے لے کر قیامت کے دن تک کے آخری انسان کی روح بھی تخلیق ہوچکی تو یہ تمام ارواح ایک مقام یعنی عالم ارواح میں مقیم تھیں وہاں یہ کب سے تھیں؟ اور ان کے علاوہ وہاں اور کون کون تھا؟ وہ اس بات سے ناواقف تھیں پھر ایک دن اللہ تعالی نے تمام ارواح کو مخاطب کر کے فرمایا! اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔ترجمہ۔کیا میں تمھارا رب ہوں؟۔۲۱؎

اس سوال کے جواب میں تمام ارواح نے بیک وقت جواب دیا قَالُوْا بَلٰى ۚ۔

ترجمہ۔ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔

یہ جواب دنیا میں آنے والے تمام مرد و عورت کی ارواح نے دیا یعنی روز ازل بنی نوع انسان نے جو سب سے پہلی آواز سنی وہ اپنے رب کی آواز تھی کیونکہ سوال کیا گیا تھا لہٰذا ضروری تھا کے اس سوال کا جواب تلاش کیا جائے لہٰذا دوسری صلاحیت سوچنے اور سمجھنے کی بیدار ہوئی اور خوب سوچ اور سمجھ کر سب نے مل کر ایک ہی جواب دیا قَالُوْا بَلٰى ۚ بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں۔

اب تیسری حس، حس گویائی تھی اور سب سے پہلے بنی نوع انسان کو اس پوری کائنات میں اللہ تعالی سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا جہاں تک حس روحانی کا تعلق ہے تو انسان کی روح نے سب سے پہلے جس خیال کو سوچا اور سمجھا وہ اللہ سے متعلق تھا لہٰذا آج دنیا بھر کے نیورولوجیسٹس کا اس بات پر اتفاق ہے کے انسانی دماغ میں کچھ ایسے خلیات کا گروپ پایا جاتا ہے جیسے وہ God spot کہتے ہیں سائنسدانوں کا یہ بھی خیال ہے کے خدا انسان کی ذاتی اختراع نہیں بلکہ

انسانی دماغ میں ایسے سرکٹ پہلے سے پائے جاتے ہیں جو انسان کا تعلق خدا سے جوڑنے کا ایک ذریعہ ہیں پھر انسانی دماغ کا وہ حصہ جو عبادات کے دوران پرسکون اور آسودہ ہوتا ہے سائنسدان اس حصہ کو Orientation area کہتے ہیں دماغ کا یہ حصہ عبادات، مراقبہ، کائنات میں غور فکر کے وقت پرسکون ہوتا ہے لیکن اصل بات تو یہ ہے کے سائنسدان تو آج اس کا کھوج لگانے میں کامیاب ہوئے ہیں جبکہ قرآن نے تو اس کی طرف اشارہ آج سے ۱۴۰۰ سال قبل ہی کر دیا تھا یعنی اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ، قَالُوْا بَلٰی بنی نوع انسانیت نے پہلے اللہ کو سوچا، سمجھا اور پھر اللہ کو اثبات میں جواب دیا یعنی روزِ الست خالق کائنات کے خیال کا عکس انسان کے ذہن اور دماغ پر ثبت ہو چکا تھا۔

روحانی اسکالر محترمہ سعیدہ خاتون لکھتی ہیں کائنات کی تخلیق سے پہلے بھی کائنات اللہ تعالی کے علم میں اسی طرح سے موجود تھی مگر خود کائنات کو اپنا علم نہ تھا ازل سے ابد تک حدود کائنات ہے اور ان حدود سے آگے سب کچھ اللہ ہے ازل اور ابد کے اندر مخلوق کا ادراک اور شعور کام کرتا ہے وہ ہر شے کا ادراک اپنی ذات کے ذریعے کرتا ہے جب انسان کے ادراک پر لاشعوری کیفیات غالب آجاتی ہیں اور وہ جان لیتا ہے کے زمان و مکان، فنا و بقا، شہود و غیب سب کچھ شعور کا ادراک ہے اور یہ ادراک انسان کو اس لئے دیا گیا تاکہ وہ اسمائے الہیہ کے علوم کو سیکھے ادراک کے ذریعے انسان حقیقت کی جانب سفر کرتا ہے تاہم حقیقت کی تلاش اسے ابد سے قریب کر دیتی ہے اور اس کے تمام ادراک اور تمام شعور نقطہ وحدانی کی گہرائیوں میں ابد کے مقام پر سمٹنے لگتے ہیں جب تمام شعور ایک نقطہ وحدانی میں سمٹ جاتے ہیں تو صرف ایک ہی ادراک باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے نظر اللہ تعالی فرماتے ہیں کے اللہ سمیع ہے اللہ بصیر ہے دراصل ہم اللہ کی دی ہوئی سماعت سے سنتے اور اسی کی دی ہوئی بصارت سے دیکھتے ہیں اور جب ہمارا یقین اس بات پر کامل ہو جاتا ہے تو ہمارے اندر فکر وجدانی کا شعور یا تفکر پیدا ہو جاتا ہے یہی آزاد طرز فکر ہے۔ ۲۲؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بصر (آنکھ) چیزوں کے ظاہری اجسام کو دیکھنے کے لئے اور بصیرت

(بینائی) امور کی واقفیت اوران کے باطن میں چھپے پوشیدہ حقائق کو سمجھنے کے لئے ہیں جس طرح سے انسان کی ظاہری آنکھ اندھیرے میں دیکھنے سے قاصر ہے بالکل اسی طرح سے روح کی آنکھ (بصیرت) نفسانی خواہشات کے ہوتے ہوئے حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی روحانی علوم کے ماہرین کے مطابق انسانی حواس کی کل تعداد ساڑھے گیارہ ہزار ہے لیکن انسانی علم وعقل کائنات کے سربستہ راز کے آگے بے بس اور حیران ہیں۔

تکریم انسانیت کے موضوع پر بات ہورہی ہے لہٰذا یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورت، مرد کے ہی وجود کا ایک حصہ ہے اور انسان ہونے کی حیثیت سے اس کو بھی معاشرے میں وہی عزت وتکریم حاصل ہے جو کسی بھی عزت دار معاشرے میں ایک مرد کو حاصل ہوتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۔

ترجمہ۔ ہم ہی نے بنی آدم کو فضیلت دی اوران کو بحر و بر میں اٹھائے پھرے اوران کو عمدہ عمدہ چیزوں سے رزق دیا اوران کو ہم نے بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔ ۲۳۔

اللہ تعالی کا یہ خطاب کل بنی نوع انسانیت سے ہے جس میں مرد وعورت دونوں ہی شامل ہیں واضح رہے انسان کو اللہ تعالی نے روئے زمین پر ایک بڑی ذمہ داری دے کر بھیجا ہے قرآن میں جہاں آدم کو روئے زمین پر بھیجے جانے یا اتارنے کا ذکر ہے وہاں قرآن کریم میں لفظ 'ھبوط' کی اصطلاح استعمال کی گئی 'ھبوط' کو بعض لوگوں نے Fall یعنی اترنے کے لفظ سے تعبیر کیا۔

امام راغب اصفہانی نے اس کے معنی مجبوراً اترنے کے لکھے یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تبدیلی جبکہ دوسری حالت پہلی حالت کے مقابلے میں کچھ کم ہو۔ ۲۴۔

قرآن کریم میں حضرت آدم کے لئے ارشاد خداوندی ہے!

ۖ **وَقُلْنَا اهْبِطُوْا** ۔ ترجمہ۔ ہم نے کہا سب نیچے اترو۔ ۲۵۔

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں، اترنے کا لفظ بعض مغربی مصنفین نے Fall کے نام سے کیا ہے تاہم انھوں نے بائبل اور تورات کے تصورات کی روشنی میں اس کو دیکھا اور یہ سمجھا کے یہ گویا سزا کے طور پر اللہ نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا لیکن اگر قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں کہیں بھی اس حوالے سے سزا کا تذکرہ موجود نہیں کیونکہ تخلیق آدم سے قبل اللہ تعالی یہ کہہ چکے کے!

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً۔

ترجمہ۔ میں زمین میں اپنا نائب (خلیفہ) پیدا کرنے والا ہوں۔ ۲۶؎

تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہوا اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کرنے سے قبل ہی اس کی خلافت کا تعین کر دیا تھا پھر اس کے بعد اس کو کہا گیا! 'اھبطوا' یعنی اترو۔

ڈاکٹر حمید اللہ یہ کہتے ہیں جب انسان کسی جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے اور جب اس کی منزل آجاتی ہے تو اس کو وہاں اترنا ہی ہوتا ہے جیسے کے ہم کراچی سے مکہ کے لئے روآنہ ہوئے اور وہاں جہاز سے اترے لہٰذا قرآن کریم میں کئی مقامات پر اھۡبِطُوۡا کا لفظ استعمال کیا گیا جس کے معنی ذمہ داریوں کو ادا کرنا یا کسی کو کوئی چارج دیا جائے اس سیاق میں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔

جیسا کے حضرت نوح کے لئے ارشاد ہوا!

قِیۡلَ یٰنُوۡحُ اھۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ۔

ترجمہ۔ ہم نے حکم دیا اے نوح ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور ان برکتوں کے ساتھ اترو جو تم پر اور تمھارے ساتھ والے لوگوں پر ہیں۔ ۲۷؎

اسی طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ کہا!

ھُوَ خَیۡرٌ ؕ اِھۡبِطُوۡا مِصۡرًا۔

ترجمہ۔ کسی شہر میں جا اترو تو وہاں تمھیں وہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔ ۲۸؎

درج بالا آیات کے تناظر میں ھبوط کو کسی بھی طرح سے جرم یا سزا کے تناظر اور نہ ہی کسی کو بلندی

سے پستی کی جانب پھینکے جانے کے لئے سمجھا جائے گا بلکہ اس کو حضرت آدم اور حضرت حوا کی تکریم اور ذمہ داریوں کے ساتھ دنیا میں تشریف آوری سے موسوم کیا جائے گا کیونکہ قرآن کریم میں ایسا کوئی تصور سرے سے موجود ہی نہیں جس کے نتیجے میں انسان کے وجود کو جرم یا سزا کا مرتکب جانا جائے اور یہ حقائق ہر انسان بالخصوص ہر عورت کو معلوم ہونے چاہئے کے اللہ کی نظر میں اس کا وجود کتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

حولہ کتب:

۱۔سورہ ص۔آیت۔۷۱۔

۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۰۔

۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۳۔

۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۴۔

۵۔احیائے العلوم الدین۔امام محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) مطبوعہ دارالخیر بیروت۔۱۴۱۳ھ۔

۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۱۔

۷۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔رقم الحدیث۔۶۲۲۷۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت

۸۔سورہ النساء۔۱۔

۹۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۸۹۔

۱۰۔سورہ الروم۔آیت۔۲۰۔۲۱۔

۱۱۔سورہ النباء۔آیت۔۸۔

۱۲۔سورہ الذاریات۔آیت۔۴۹۔

۱۳۔سورہ النباء۔آیت۔۸۔

۱۴۔سورہ الانبیاء۔آیت۔۹۱۔

۱۵۔سورہ تحریم۔آیت۔۱۲۔

۱۶۔سورہ النساء۔آیت۔۱۲۴۔

۱۷۔سورہ ق۔آیت۔۱۶۔

۱۸۔سورہ الذاریات۔آیت۔۲۱۔

۱۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۸۶۔

۲۰۔سورہ الحدید۔آیت۔۴۔

۲۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۷۲۔

۲۲۔روحانی ڈائجسٹ۔ص۔۱۴۴۔اشاعت۔اپریل۔۲۰۰۶ء۔

۲۳۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۷۰۔

۲۴۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔ص۔۴۳۵۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۲۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۶۔

۲۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۳۰۔

۲۷۔سورہ ہود۔آیت۔۴۸۔

۲۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۶۱۔

باب۔(۳):

تخلیق انسانی میں مرد وعورت کا کردار

انسانی زندگی میں استحکام کی بنیاد مرد وعورت کے متوازن تعلق پر قائم ہے عورت اور مرد زندگی کا لازم وملزوم حصہ ہیں جبکہ تخلیق انسانی میں بھی ان دونوں کے اہم کردار سے انکار ناممکن ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔

ترجمہ۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو علق سے۔ا؎

ابن فارس لغات القرآن میں علق کے معنی لکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔

العلق۔ کے بنیادی معنی کسی بلند چیز کے ساتھ کسی چیز کو باندھنا یا وابستہ کر دینے کے ہیں پھر اس سے مراد خون بھی ہے خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو مثلاً تیز سرخ، گاڑھا، جما ہوا یا جس کی شکل لوتھڑے کے جیسی ہو جائے۔

العلق۔ کے ایک معنی جونک کے بھی ہیں جو کے کسی جگہ چمٹ جائے اور وہاں سے خون چوسے۔

العلق۔ کے ایک معنی ہر اس چیز کے جس کے ساتھ کسی چیز کو لٹکا دیا جائے۔ ۲؎

مندرجہ بالا معانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر انسانی پیدائش کا تجزیہ کیا جائے تو کئی حیرت انگیز انکشافات سامنے آئیں گے مثلاً مرد کے نطفے کو سائنسی زبان میں اسپرم (Sperm) جبکہ عورت کے خلیے کو اوویوم (Ovum) کہا جاتا ہے پہلے مرحلے میں اوویوم اور اسپرم کے خلیات آپس میں خلط ملط ہوتے ہیں اس کے بعد DNA کی تقسیم شروع ہوتی ہے تاہم یہ مرحلہ نہایت تیز رفتاری سے انجام پزیر ہوتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی غیر مرئی قوت ان جنیاتی مادوں کو آپس میں ملاتی ہے،

باپ کے اسپرم کے ۲۵ کروڑ (۲۵ ملین) خلیات کو ماں کے صرف ایک اوویوم کے مقابل آنا ہوتا ہے یعنی ماں کے اوویوم کو باپ کے اسپرم کے صرف ایک متناسب اور مکمل کرنے والے خلیے کا انتخاب ان ۲۵ کروڑ خلیات میں سے کرنا ہوتا ہے اور ان دونوں یعنی ماں اور باپ کے خلیات کا ملاپ کا عمل صرف اور صرف ایک گھنٹے میں مکمل ہوتا ہے تاہم اگر یہ کام کسی انسان کے سپرد کر دیا جائے اور اگر ان میں سے ہر ایک خلیے کی درست جانچ میں صرف ایک سیکنڈ صرف کیا جائے تو اس کام پر پورے دو ماہ کا طویل عرصہ درکار رہو گا مگر ماں کے اوویوم کو نا صرف ان تمام خلیات میں سے درست خلیے کا انتخاب کرنا ہوتا ہے بلکہ اس کو ان تمام خصوصیات کے مطابق نامیاتی مرکب یعنی امینو ایسڈ (Aminio Acid Base) کی بنیاد کا تعین بھی کرنا ہوتا ہے جو ایسی سازگار فضا پیدا کر سکے جس میں باہمی ربط کے زاویے قائم ہو سکیں اگرچہ اس مقام پر ہم پیچیدگی کی اس سطح پر پہنچ جاتے ہیں کے ایک جدید ساز و سامان سے آراستہ لیبارٹری میں ۰۰۰،ا ماہرین حیاتیات کی خدمات بھی حاصل کر لی جائیں جن کی یہ ذمہ داری ہو کے وہ عنقریب حاملہ ہونے والے اوویوم اور اس کے گرد ۲۵ کروڑ اسپرم کے خلیات کا درست انتخاب کریں تو اس جدید لیبارٹری کو بھی اس کام کو کرنے میں کئی سال لگ جائیں گے لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کے اللہ کی قدرت اس مشکل ،پیچیدہ اور انتہائی دقت طلب کام کو محض ایک گھنٹے میں نہایت کامیابی سے انجام دیتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ ۳؎

اَمْشَاجٍ۔ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اختلاط یعنی دو چیزوں کا ایک دوسرے سے مل جانا۔

فراء کہتے ہیں، اَمْشَاجٍ۔ کا مطلب مرد اور عورت کے پانی کا مختلط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا! اَمْشَاجٍ۔ کے معنی سفیدی میں سرخی یا سرخی میں سفیدی۔

حضرت ام سلیمؓ بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے جبکہ عورت کا پانی پتلا پیلا ہوتا ہے اب ان میں سے جس کا پانی غالب یا سابق ہوگا بچہ اسی کے مشابہہ ہوگا۔ ۴۲

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں، مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے جو عورت کے پتلے پیلے پانی سے اختلاط کرتا ہے تاہم ان دونوں پانیوں سے مل کر ہی بچہ تخلیق پاتا ہے بچے کے پٹھے، ہڈی اور قوت مرد کے پانی سے جبکہ اس کا خون، گوشت، اور بال عورت کے پانی سے بنتے ہیں۔

اس انتہائی پیچیدہ عمل کے نتیجے میں ماں اور باپ دونوں کے درست خلیات کا انتخاب ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ایک بار آور خلیہ وجود میں آتا ہے جس کو زائیگوٹ Zygote کہتے ہیں زائیگوٹ Fallopian Tube کے راستے Uterus (رحم مادر) میں داخل ہوتا ہے جہاں وہ Uterus کی دیوار سے چپک کر خون سے توانائی حاصل کرتا ہے قرآن کریم نے اسی کیفیت کو جونک سے تشبیہ دی ہے۔

DNA کیا ہے؟

DNA انسانی خلیات کا ایک بے حد پیچیدہ نظام ہے جس پر سائنسدان عرصہ دراز سے مستقل تحقیق کر رہے ہیں تاہم ہر گزرتے دن کے ساتھ حیران کن شواہد عقل انسانی کو خیرہ کرنے کے لئے کافی ہیں اگر DNA کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کے اس میں مزید چار کیمیائی اجزاء بھی پائے جاتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

1. Guanine. 2. Thymine. 3. Cytocine. 4. Adenine.

ایک سائنسدان ہوٹمر ڈٹ فرتھ کا کہنا ہے یہ از خود نظام ہے جو سائنسدانوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے پھر خلیات کا اپنا نظام بھی بے حد پیچیدہ ہے جبکہ آگے چل کر ہدایات کی تقسیم کا نظام تو اور بھی پیچیدگی لئے ہوئے ہے ہر انسان میں تقریباً ۱۰۰ کھرب خلیات پائے جاتے ہیں اور ہر خلیہ کروموسومز کے ۲۳ جوڑوں پر مشتمل ہوتا ہے یعنی بچے کو ۲۳ کروموسومز ماں کی طرف سے

اور ۲۳ کروموسومز باپ کی طرف سے وراثتاً منتقل ہوتے ہیں تاہم یہی کروموسومز نسل درنسل منتقل ہوتے رہتے ہیں اور یوں تقریباً ہر انسان میں ۴۶،۰۰۰ کھرب DNA یعنی Deoxy Ribonucleic Acid پائے جاتے ہیں جس میں کسی بھی جاندار کے جسمانی عمارت کا مکمل نقشہ درج ہوتا ہے یہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کے اسے کسی طاقتور خوربین سے ہی دیکھا جاسکتا ہے لیکن اس نہایت باریک وجود میں اللہ تعالی نے بے شمار پیغامات اور ہدایات درج کی ہیں یہاں بے شمار سے مراد سینکڑوں، ہزاروں نہیں لاکھوں اور کروڑوں بھی نہیں بلکہ اس میں کھربوں، درکھربوں معلومات کے عظیم الشان ذخائر پوشیدہ ہیں جن میں شامل ہماری عادات واطوار، پسند ناپسند، ذہنی نفسیاتی اور روحانی کیفیات، مختلف عمروں میں ہونے والی مختلف جسمانی اور موروثی بیماریوں کی مکمل تفصیلات اس میں نہایت تفصیل سے درج ہوتی ہے حتیٰ کے انسانی جسم پر موجود نشانات، تل یا بال کی بھی تفصیلات اس میں موجود ہوتی ہیں سائنسدانوں کے مطابق صرف ایک خلیہ میں موجود ڈی این ائے کی تفصیلات کو لکھنے کے لئے اخبار کے ایک لاکھ صفحات درکار ہوں گے یعنی ایک ڈی این ائے کو لکھنے کے لئے ۳ارب ۱۰ کروڑ الفاظ درج کرنا ہوں گے جبکہ صرف ایک ڈی این ائے میں ۱۰۰ ٹرلین خلیوں کا مکمل خاکہ بھی موجود ہوتا ہے جانداروں کی ہر نوع کا ڈی این ائے دوسری نوع سے مختلف ہوتا ہے یہاں تک ایک ساتھ پیدا ہونے والے جڑواں بہن بھائیوں کے ڈی این ائے میں بھی حیرت انگیز حد تک فرق نوٹ کیا گیا ہے کیونکہ وہ دونوں بالکل ایک الگ اور مختلف شخصیات ہیں جو دنیا میں چندمنٹ کے فرق سے آتو گئے ہیں لیکن دونوں کی زندگی کے تجربات اور معاملات بہر حال ایک دوسرے سے مختلف ہی ہوں گے تاہم مقام حیرت تو یہ ہے کے صرف ایک خلیہ لاکھوں، کروڑوں، اربوں اور کھربوں خلیات میں تقسیم ہوکر بلاآخر ایک انسانی جسم کی شکل اختیار کرلیتا ہے جبکہ ہر خلیے کو یہ معلوم ہوتا ہے کے اسے کس عضو کا حصہ بننا ہے ایک خلیہ سے ۱۰۰ ٹرلین خلیوں کی پیدائش اور ازخود ان کی مختلف حصوں میں تقسیم اور الگ الگ ذمہ داریوں کا تعین حیران کن عمل ہے جس کی سائنسدانوں کے پاس کوئی تشریح نہیں اور نہ ہی انھیں یہ معلوم ہے کے

کس مرحلے پر ہدایات کی تقسیم کس طرح سے ہوتی ہے تاہم یہ سب اتنے منظم اور مرتب انداز سے ہوتا ہے جس پر عقل انسانی حیران اور ششدر ہے ان اجزاء کو جینیوم کہا جاتا ہے اور ان ہی اجزاء کے الٹ پھیر سے جسم کی عمارت بنتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔

ترجمہ۔ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔۵؎

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔

ترجمہ۔وہی اللہ ہے جو ہر چیز کا خالق اور موجد ہے، وہ صورتیں بناتا ہے اور اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔۶؎

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ۔

ترجمہ۔اس نے جو چیز بھی بنائی خوب بنائی۔۷؎

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔

ترجمہ۔تو ان سے کہہ دے کے اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہی سب پر غالب ہے۔۸؎

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ہم نے اپنی نشانیاں تم پر کھول کھول کر بیان کردی ہیں تا کہ تم سمجھ سکو۔۹؎

ایک ماہر سائنسدان جی جی تھامس نے کہا ہماری زمین پر کل جاندار اشیاء کی تعداد ایک ہزار ملین ہیں تاہم اگر ان تمام اشیاء کی معلومات ڈی این اے کی شکل میں ایک جگہ جمع کی جائیں تو وہ چائے کے ایک چمچ میں آجائیں گی اور پھر بھی جگہ خالی رہے گی لیکن اس کے برعکس اگر کسی جاندار کے ایک خلیے میں واقع ڈی این اے کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو وہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا سے ۴۰ گنا

زیادہ طویل اور تفصیل طلب ہوں گی جو اس انسائیکلو پیڈیا جیسی ۹۴۰ جلدوں میں سما سکیں گی اور جس میں متعدد معلومات کی ۵ بلین جزئیات تفصیلاً درج ہوں گی اگرچہ ہر جز کو پڑھنے پر صرف ایک سیکنڈ صرف کیا جائے اور اسے متواتر ۲۴ گھنٹوں تک پڑھا جائے تو اس تفصیل کو پڑھنے میں اندازاً ۱۰۰ برس سرف ہوں گے لیکن اللہ تعالی نے اتنی عظیم معلومات کے ذخیرے کو ایک معمولی خلیے میں چھپا رکھا ہے۔

تخلیق انسانی کی مرحلہ وار ترتیب:

انسان کی تخلیق کسی حیران کن معجزے سے کم نہیں دوسری جانب ہر انسان اپنے اندر ایک مکمل کائنات لئے ہوئے ہیں وہ دوسرے سے الگ اور منفرد ہے اس کا DNA، وقت پیدائش، خاندان، عزیز و اقارب، دوست احباب، زندگی کے تجربات، صحت، موت، زندگی، دکھ درد، ذہنی، دماغی، نفسیاتی اور جسمانی کیفیات الغرض کے ہر شے دوسرے سے الگ اور انفرادیت لئے ہوئے ہے بالفاظ دیگر خالق کائنات کی شان خالقیت سے ایک بار جو شے صادر ہوگئی اب تا قیامت ویسی شے دوبارہ وجود میں نہیں آئے گی یہاں صرف انسان زیر بحث نہیں بلکہ کائنات کی ہر شے اپنا ایک االگ وجود اور تشخص رکھتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادت خداوندی ہیں!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر اس بات کو نہیں جانتے ہیں۔ ۱۰؎

یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ۔

ترجمہ۔اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا ہے جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نک سک سے درست کیا تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کر دیا ہرگز نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کے تم لوگ جزا اور سزا کو جھٹلاتے ہو۔ ۱۱؎

ہر انسان کے ڈی این اے میں حروف G,T,A اور C کی ترتیب مختلف ہوتی ہے لہٰذا ایک جیسی جسمانی ساخت اور خدوخال کے باوجود تمام انسانوں میں حیرت انگیز انفرادیت پائی جاتی ہے یہاں 'العلق' کو سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

لغات القرآن میں العلق کے ایک معنی کسی چیز سے کسی دوسری چیز کو لٹکا دینا بھی ہے تاہم قابل غور امر یہ ہے کے بچہ ماں کے وجود میں جونک کی طرح رحم مادر سے چپکا یا لٹکا ہوتا ہے نیز اس کا تعلق ماں کی Umbilical Cord سے ہوتا ہے Cord کو رسی بھی کہتے ہیں اگر چہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ اسی Umbilical Cord کے ساتھ منسلک، چپکا، بندھا ہوا اور لٹکا رہتا ہے اگر چہ ایک ماں کے وجود میں کئی بچے پلتے ہیں لیکن یہ بھی مقام حیرت ہے کے ماں اور اس کے سب بچوں کا بلڈ گروپ الگ ہوتا ہے ممکن ہے کبھی اتفاق سے کسی بچے کا بلڈ گروپ دوسرے بچے سے مل جائے لیکن عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ہے تخلیق کے تمام مراحل میں ماں اور بچے کا خون ایک جھلی کے ذریعے علیحدہ رہتا ہے بچہ اپنی ماں کے خون سے توانائی اور آکسیجن حاصل کرتا ہے لیکن اس تمام عمل کے دوران ایک باریک جھلی درمیان میں حائل رہتی ہے جو دونوں کے خون کو کسی بھی مرحلے پر ملنے نہیں دیتی۔ ایک صحت مند بچہ ۳۰۰ ارب خلیات پر مشتمل ہوتا ہے مگر نشوونما کے دوران ۶۰،۰۰۰ خصوصیات مسلسل اور محکم صورت میں وقوع پذیر ہوتی ہیں، مثلاً جب خلیات کی تعداد ۲۵۶ تک پہنچتی ہے تو آنکھ کی پتلیوں کے رنگ اور کان کی کری ہڈی Cartilage کا تعین ہوتا ہے اسی طرح سے زبان کی جلد کی خصوصیات اور گردوں کی خصوصیات خلیہ نمبر ۲۲۱ کی وجہ سے ممکین ہیں۔ اگر ان کے درمیانی فاصلے میں ایک سینٹی میٹر کے کروڑویں حصے کے برابر بھی غلطی ہو جائے تو انسانی ذہن اور جسم میں شدید نقائص پیدا ہو سکتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى۔

ترجمہ۔ اے نبی! اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا جس نے

تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔ ۱۲؎

حمل کے تیسرے ہفتے میں Zygote،Embryo کی شکل اختیار کرتا ہے جس کا سائز تقریباً دو ملی میٹر ہوتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو قرار مکین میں رکھا پھر اس نطفہ کو علق کی شکل دی پھر علق کو مضغہ بوٹی بنا دیا پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائی پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا پس بڑا ہی برکت والا ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔ ۱۳؎

یوں آہستہ آہستہ مرحلہ وار تخلیق کے مدارج طے ہوتے جاتے ہیں تاہم چار ہفتے کے Embryo کی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے نمودار ہوجاتے ہیں اور اس کے سر کا سائز تقریباً اس کے وجود کے نصف جتنا ہوجاتا ہے، ساڑھے چار ہفتوں کا Embryo روزآنہ ایک ملی میٹر کی رفتار سے نشونما پاتا ہے چھ ہفتوں کا Embryo تقریباً ایک سینٹی میٹر بڑا ہوجاتا ہے اس دوران اس کے دل کی دھڑکن ۱۴۰۔۱۵۰ مرتبہ فی سیکنڈ ہوتی ہے جبکہ جسم میں خون کی پمپنگ کا آغاز بھی ہوجاتا ہے، آٹھ ہفتوں کے Embryo کی آنکھوں کی سیاہی واضح ہونے لگتی ہے اس کے ساتھ ہی اس کے بازو ہاتھ اور پیر کی نشونما بھی تیز تر ہوجاتی ہے اس کا جسمانی مدافعتی نظام بتدریج مستحکم ہوتا ہے دوسری جانب خون میں سفید خلیات بھی بننا شروع ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی دماغ بننے کا عمل بھی شروع ہوجاتا ہے جبکہ ہر گزرنے والے منٹ میں ایک لاکھ اعصابی خلیات جیسے نیورانز کہتے ہیں وہ بھی تخلیق ہوتے ہیں Embryo کا حجم بھی تقریباً ۴ سینٹی میٹر تک ہوجاتا ہے اس مرحلے میں جنین کا ڈیزائن ورک تقریباً مکمل ہوجاتا ہے آٹھ ہفتوں کے اس Embryo کو طبی

اصطلاح میں Fetus کہا جاتا ہے تخلیق کے تیسرے ماہ سے Fetus میں سانس لینے کا عمل اور مختلف غذائی اشیاء کے ذائقے کو محسوس کرنے اور انھیں پسند یا ناپسند کرنے کا عمل بھی شروع ہوتا ہے تخلیق کا چوتھا مہینہ خاصا اہم ہوتا ہے کیونکہ اس دوران ہڈیاں بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے جبکہ چوتھے ماہ سے ہی جنسی اعضاء بھی نشونما پاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

جب نطفہ پر ۴۲ راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالی ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس کی شکل وصورت کو بناتا ہے اور اس میں سننے اور دیکھنے کی قوت پیدا کرتا ہے، اس کی جلد، گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے پھر فرشتہ اللہ سے پوچھتا ہے اللہ تعالی نر ہوگا یا مادہ؟ اللہ تعالی جو چاہتے ہیں وہ فیصلہ فرما دیتے ہیں پھر فرشتہ پوچھتا ہے اے میرے رب اس کی عمر کتنی ہوگی؟ پھر اللہ تعالی جو فیصلہ چاہتے ہیں فرما دیتے ہیں پھر وہ فرشتہ اللہ سے پوچھتا ہے اے میرے رب اس کا رزق کتنا ہوگا؟ پھر اللہ تعالی جو چاہتے ہیں فیصلہ فرما دیتے ہیں چنانچہ فرشتہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے یہ تمام احکامات کو لکھ لیتا ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا ہے۔ ۱۴؎

مندرجہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب پر تفکر کرنے سے یہ معلوم ہوا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی یہ ترتیب عین سائنٹیفک ہے جب انسان کی شکل وصورت، جلد، گوشت اور ہڈیاں بنالی جاتیں ہیں تو اس کے بعد اس کے جنسی اعضاء کو تخلیق کیا جاتا ہے انسان کو سب سے پہلے سماعت کا شعور دیا گیا اس کے بعد بصارت کا شعور منتقل ہوا جبکہ جدید سائنسی تحقیق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے عین مطابقت رکھتی ہے جنین میں سماعت پندرہویں ہفتے میں شروع ہو کر بیسویں ہفتے میں مکمل اور پختہ ہوتی ہے جبکہ ۲۵ ہفتے میں جنین مختلف آوازوں پر ردعمل شروع کرتا ہے تاہم دلچسپ امر یہ ہے کے تمام آوازوں میں سے وہ اپنی ماں کی آواز کو علیحدہ سے شناخت کرتا ہے جبکہ تیز آواز پر وہ سہم جاتا ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں!

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، اس حالت میں کے تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اس نے تمھیں کان دئے، آنکھیں دیں اور سوچنے کے لئے دل دئے اس لئے کہ تم شکر گزار بنو۔۱۵۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

ترجمہ۔زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں وہی تو ہے جو تمھاری ماؤں کے پیٹ میں تمھاری جیسی چاہے صورتیں بناتا ہے، اس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔۱۶۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔

ترجمہ۔وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمھارے لئے زندگی کی ایک مدت مقرر کی اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے یہاں طے شدہ ہے مگر تم لوگ ہو کے شک میں پڑے ہوئے ہو۔۱۷۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ۔

ترجمہ۔وہ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے یہاں تک کے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکالتے ہیں اور اپنا فرض کو انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے پھر سب کے سب اللہ کی

طرف واپس لائے جاتے ہیں خبردار ہو جاؤ فیصلہ کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہیں اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔ ۱۸؎

نشوونما کے مراحل سے گزرتے ہوئے جنین خود ساختہ انگوٹھا چوسنا بھی شروع کرتا ہے جو ایک طاقت ور جبلت ہے اگر جنین انگوٹھا نہ چوسے تو، پھر دنیا میں آنے کے بعد اس کا ایک دن بھی زندہ رہنا مشکل ہو جائے کیونکہ انگوٹھا چوسنا دراصل اسے ایک نئے تجربے سے روشناس کرواتا ہے اور وہ دنیا میں آنے کے بعد سیال کو نگلنے کا فن سیکھتا ہے اگر غور کیا جائے تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کے انسان اپنے ہاتھوں کا استعمال ذہنی ارادے کے تحت کرتا ہے وہ دنیا میں آنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے نجانے کتنے کام انجام دیتا ہے لیکن دراصل اس نے اپنے ہاتھوں کا استعمال دنیا میں آنے سے پہلے ہی سیکھ لیا تھا اگر وہ انگوٹھا نہ چوسے تو زندگی کی بقا نہ ممکن ہو جائے تاہم بچے کا انگوٹھا چوسنا بھی اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔

ترجمہ۔اور تم ہماری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۱۹؎

انسان کی ابتداء ایک خلیہ سے ہوئی پھر وہ خلیہ بتدریج مختلف مراحل طے کرتے کرتے ایک جیتا جاگتا انسان بنتا ہے دنیا میں آنے سے قبل اس کے تمام جسمانی اعضاء مکمل ہیں جبکہ اس کی مختلف حسیات جن میں سماعت، بصارت، لامسہ، شامہ اور گویائی بھی کافی حد تک پختہ ہیں اور اس کی یاداشت بھی بنیادی نوعیت کی ہے اگرچہ وہ اپنے والدین کی آوازوں کی شناخت کر لیتا ہے نیز وہ غذا لینے کے فن سے بھی بخوبی واقف ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ العلق۔آیت۔۱۔۲۔

۲۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۳۔سورہ دھر۔آیت۔۲۔

۴۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی۲۶۱ھ)۔رقم الحدیث۔۳۱۱۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔

۵۔سورہ القمر۔آیت۔۴۹۔

۶۔سورہ الحشر۔آیت۔۲۴۔

۷۔سورہ السجدہ۔آیت۔۷۔

۸۔سورہ رعد۔آیت۔۱۶۔

۹۔سورہ الحدید۔آیت۔۱۷۔

۱۰۔سورہ النحل۔آیت۔۷۵۔

۱۱۔سورہ انفطار۔آیت۔۶۔۹۔

۱۲۔سورہ الاعلیٰ۔آیت۔۱۔۳۔

۱۳۔سورہ المومنون۔آیت۔۱۲۔۱۴۔

۱۴۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت

۱۵۔سورہ النحل۔آیت۔۷۸۔

۱۶۔سورہ آل عمران۔آیت۔۵۔۶۔

۱۷۔سورہ الانعام۔آیت۔۲۔

۱۸۔سورہ الانعام۔آیت۔۶۱۔۶۲۔

۱۹۔سورہ رحمن۔آیت۔۱۳۔

باب (۴):

دنیا کی مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں عورت کی حیثیت اور حقوق

افراد، اقوام یا معاشرے کی یہ نفسیات ہے کے وہ کمزوروں پر حاوی ہونا چاہتے ہیں جبکہ ہر طاقتور کی یہ خواہش ہوتی ہے کے وہ کمزوروں کے حقوق کو غصب کر لے یا ان پر اپنے احکامات کو لاگو کرتے ہوئے انھیں اپنا زیر نگیں کرے ایسا عرصہ دراز سے ہوتا آرہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا معاشرہ مرد و زن کے وجود سے مرتب اور استوار ہوتا ہے مرد جسمانی اعتبار سے مضبوط اور توانا ہوتے ہیں، وہ معاش کی بھاری ذمہ داریاں اٹھاتے ہیں، اپنے خاندان کے اہم فیصلوں میں ان کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے لہذا صنفی اعتبار سے ہمیں مرد معاشرے میں ایک بلند مقام پر نظر آتے ہیں جبکہ خواتین جسمانی اعتبار سے کمزور اور ناتواں ہونے اور صرف گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے کے اعتبار سے مردوں سے کم تر نظر آتی ہیں چنانچہ اسی کمزوری کے سبب معاشرے میں مرد کی یہ خواہش ہوتی ہے کے وہ خواتین کے اختیارات کو سلب کرتے ہوئے انھیں اپنی جائز یا ناجائز مرضی اور خواہشات کا پابند بنائیں اور ایسا صدیوں سے ہوتا آرہا ہے اسلامی نقطہ نظر کو پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ تاریخ پر بھی نظر دوڑائی جائے اور یہ دیکھا جائے کے دیگر مذاہب میں خواتین کی حیثیت کیا رہی ہے تاہم دو نظام۔

۱۔ مدرسری نظام۔

۲۔ پدرسری نظام۔

دنیا کے مختلف ممالک، خطے، علاقے اور قبائل میں رائج تھے اور آج بھی ہیں۔

ان کا بھی مختصر تجزیہ کیا جائے۔

مدرسری نظام: Matriarchy:

ماہرین بشریات کے مطابق بہت عرصہ قبل دنیا کے کئی قبائل اور خطوں میں میں مدرسری نظام یعنی Matriarchy تھا اس نظام میں خواتین کے پاس مختلف امور کے فیصلوں کا حق تھا تاہم وہ اپنے سماجی نظام اور ریاستی امور میں ایک مضبوط حیثیت کی حامل تصور کی جاتیں اس کے ساتھ ہی وہ بیرون خانہ امور مثلاً کھیتی باڑی، تجارت اور ملازمت کے بیشتر امور بہ احسن وخوبی نجام دیا کرتیں جبکہ ان کی اولادوں کا سلسلہ نسب بھی ان سے منسلک ہوتا اور جائیداد کی خرید وفروخت میں بھی وو آزاد تصور کی جاتی تھیں یہی نہیں بلکہ خاندانی جائیداد بھی بیٹی کے سلسلہ نسب سے ہی تقسیم کی جاتی تاہم ماہرین بشریات کے مطابق یہ نظام نہایت قدیم تھا جس کے شواہد بھی اب اپنی درست حیثیت میں تقریباً ناپید ہیں لیکن افریقہ، مصر، امریکہ اور ہندوستان کے کچھ قبائلی علاقوں اور خطوں میں اس نظام کے اثرات پائے جاتے ہیں جبکہ ان مما لک کے قدیم ادب اور مذہبی کتب سے بھی اس نظام کے بارے میں کچھ آ گاہی ملتی ہے۔ا؎

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں اس نظام کی جانب جزوی اشارہ موجود ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو نا کردہ جرم کی پاداش میں پابند سلاسل کر دیا گیا جبکہ عزیز مصر اور دیگر اراکین حکومت حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی سے واقف تھے لیکن وہ جرم میں ملوث خاتون کا کچھ نہ بگاڑ پائے کیونکہ بظاہر تو حکمران مرد تھے لیکن حکم اور اجارہ خواتین کا تھا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی!

قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ بِکَیۡدِهِنَّ عَلِیۡمٌ ۔

ترجمہ۔(بادشاہ مصر نے کہا!) میرا رب تو ان (عورتوں) کی مکاری سے واقف ہے۔۲؎

اَنَا رَاوَدۡتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ۔

ترجمہ۔(زلیخا نے کہا) بے شک وہ (یوسف) سچا ہے۔۳؎

پدرسری نظام: Patriarchy:

پدرسری نظام یعنی Patriarchy لاطینی زبان کا لفظ ہے لاطینی زبان میں Pater باپ کو کہتے ہیں چنانچہ اسی نسبت سے اسے Patriarchy کا نام دیا گیا ہے، اس نظام میں سماج میں مردوں کو حاکمیت کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ اپنے گھر کے بھی سربراہ ہوتے ہیں جبکہ ملک پر بھی انھی کی حکمرانی اور اجارہ داری قائم ہوتی ہے مذہبی رسومات کی ادائے گی بھی مردوں کے ذمہ ہوتی چنانچہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے پروہت، پنڈت، پوپ یا علماء کرام مرد ہی ہوتے جبکہ ملکی اقتدار کے مناصب جس میں بادشاہت، آمریت یا جمہوری طرز حکمرانی شامل ہے وہ بھی عام طور پر مردوں ہی کے پاس ہوتے اس کے علاوہ خاندان کو پالنے کی ذمہ داری، ان کے اخراجات کو بوجھ اٹھانا، اپنے گھر اور افراد خانہ کے مستقبل سے متعلق فیصلے کا اختیار بھی عام طور پر مردوں کے پاس ہی ہوتا پھر سلسلہ نسب بھی باپ سے چلتا اور باپ کی جائیداد اس کی اولادوں میں تقسیم ہوتی الغرض تا حال قومی یا بین الاقوامی سطح پر مردوں کی اجارہ ادری قائم ہے اور چھوٹے بڑے تمام فیصلوں کے اختیارات بھی عموماً انھی کے پاس ہوتے ہیں۔

علمائے باطن یہ بتاتے ہیں کے اللہ تعالی کے نظام قدرت میں مرد وعورت دونوں کو ہی مختلف اوقات میں ذمہ داریاں تفویض کی جاتی ہیں کیونکہ ان دونوں میں ہی روحانی صلاحیتیں یکساں ہیں اور عبادات کے اعتبار سے بھی دونوں پر احکامات تقریباً ایک جیسے ہی ہیں اگر چہ جسمانی صلاحیتوں میں تھوڑا فرق ہے لیکن قوت فیصلہ اور اللہ کی عبادت اور اس کی بندگی کا منصب دونوں کے ہی پاس ہے لہٰذا ہر دس ہزار سال کے لئے اقتدار ان میں سے کسی ایک کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور ان سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر عدل وانصاف ایثار وخلوص، رحم و ہمدردی اور انسانیت کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں گے تاہم ابھی یہ اقتدار مردوں کے ہاتھ میں ہے لیکن مردوں نے ان اختیارات کا بے جا استعمال کرتے ہوئے اس دنیا کو مثل جہنم کر دیا چنانچہ آج ہم اسلحے کی دوڑ میں دوڑتے دوڑتے وہ اتنے آگے نکل آئے ہیں کے واپسی کا راستہ کہیں گم ہو چکا یعنی اہل دنیا بارود

کے ایک انتہائی خطرناک ڈھیر پر بیٹھی ہے جو انھیں کسی بھی وقت جلا کر راکھ کر سکتا ہے پھر بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ وسائل اور ذرائع پر اجارہ قائم کرنا سپر پاورز کا کمزور ملکوں کے وسائل پر قبضہ، دولت اور ملک گیری کی ہوس، شیطانی منصوبہ بندی، لسانی، سیاسی اور مذاہب کے نام پر قتل عام، اپنے مذموم عزائم و مفادات کو مقدم جانتے ہوئے دوسروں کی جان، مال عزت آبرو کو تختہ مشق بنانا گویا اب روز کا معمول ہے بالفاظ دیگر مردوں نے اللہ کی اس خوبصورت دنیا کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

ترجمہ۔تم جیسے بہت سوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ ۴؎

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ۔

ترجمہ۔کیا انھوں نے دیکھا نہیں کے ان سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانے میں دور دورہ تھا؟ ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمھیں بھی نہیں بخشا ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں مگر جب انھوں نے کفران نعمت کیا تو آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں تباہ برباد کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو لے آئے۔ ۵؎

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ۔اس طرح ہم نے (پچھلی اقوام) کی جڑ کاٹ کر رکھ دی انھوں نے ظلم کیا تھا اور (تمام) تعریف ہے رب العالمین کے لئے۔ ٦؎

تو ثابت یہ ہوا کے اللہ تعالی اپنی زمین پر ظلم و ستم بالکل پسند نہیں کرتے البتہ ظالموں کو مہلت دی جاتی ہے تا کہ وہ سدھر جائیں لیکن بلاخران کی جڑ بھی کاٹ کر رکھ دی جاتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَذَرۡنِیۡ وَمَنۡ یُّکَذِّبُ بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ۔

ترجمہ۔اے نبی تم اس کلام کو جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو ہم انھیں ایسے طریقوں سے بتدریج تباہی کی جانب لے جائیں گے کے انھیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی ہم ان کی رسی کو دراز کرر ہے ہیں میری چال بڑی زبردست ہے۔ ۷

اگر چہ اللہ نے ظالموں کی رسی کو دراز فرمایا تا کہ وہ اپنی اصلاح کریں لیکن ظالم ظلم میں اتنے آگے نکل گئے کے صحیح اور غلط کی پہچان بھول گئے لیکن اللہ کے لئے دوسری کمزور اقوام کو اقتدار دینا کیا مشکل ہے۔اسی حوالے اللہ تعالی فرماتے ہیں!

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ یَحۡکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکۡمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ۔

ترجمہ۔کیا تم اس حقیقت پر غور نہیں کرتے ہو کے ہم کس طرح سے زمین کو بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھ سے چھین کر کم کرتے چلے جارہے ہیں۔ ۸

وَقَدۡ مَکَرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَکۡرُ جَمِیۡعًا ؕ یَعۡلَمُ مَا تَکۡسِبُ کُلُّ نَفۡسٍ ؕ وَسَیَعۡلَمُ الۡکُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَی الدَّارِ۔

ترجمہ۔ان سے پہلے جولوگ گزرے ہیں وہ بھی بڑی بڑی چالیں چل چکے ہیں مگر اصل فیصلہ کن چال تو صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہ جانتا ہے کے کون کیا کمائی کرر ہا ہے۔ ۹

ممکن ہے اس صدی کے نصف تک سماجی اقتدار صنف نازک کے ہاتھ میں آجائے یہاں اقتدار سے مراد دنیا پر حکمرانی نہیں ہے بلکہ اقتدار اپنے وسیع معنوں میں علم و فضل کی بالادستی، ذہانت، عقل وفہم، قوت فیصلہ، اختیارات کے دائرہ کار میں وسعت، مختلف شعبوں اور پیشوں میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ جبکہ عقلی اعتبار سے درست فیصلہ کی صلاحیت شامل ہے چنانچہ کچھ دہائیوں سے دنیا بھر

میں علمی، عقلی اور عمدہ ذہنی کارکردگی کے حوالے سے صنفی توازن میں بھی نمایاں فرق محسوس کیا جارہا ہے یعنی پہلے جو شعبے اور پیشے صرف مردوں کے لئے مخصوص تھے اب ان میں خواتین کی بڑی تعداد نمایاں حیثیت سے منسلک نظر آتی ہیں مثلاً پہلے ائیر فورس، آرمی، نیوی، پولیس، ریلوے ائیر لائن، بینکنگ، بزنس، ہاسپیٹل ز، پائلٹ اور ٹیکسی ڈرائیونگ کا کام صرف مردوں کے لئے مخصوص تھا لیکن اب یہ سارے کام نہایت خوش اسلوبی سے خواتین بھی انجام دے رہی ہیں جبکہ کئی اسپورٹس جو صرف مردوں کے لئے ہی مخصوص تھے اب ان میں خواتین بھی پیش پیش ہیں مثلاً ہاکی، کرکٹ، فٹ بال، ریسلنگ، کراٹے، مارشل آرٹ، کشتی رانی، باکسنگ اور دیگر کئی جسمانی مشقت کے کھیلوں میں اب خواتین بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں اگر چہ یہ ایک طویل بحث ہے جس پر مختلف زاویوں سے کلام کیا جاسکتا ہے لیکن حاصل کلام یہ ہے کے زمین وآسمان اور کل کائنات کا خالق و مالک بے شک اللہ کی ذات لم یزل ہے چنانچہ بلاخر وہ وقت بھی آجائے گا جب زمین پر کسی کا قبضہ اور دعویٰ نہیں ہوگا بلکہ زمین اللہ کے نور سے روشن ہوجائے گی اور یہ تمام انسانوں کی پرورش کا ذریعہ بن جائے گی۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔زمین اپنے نشونما دینے والے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔۱۰ے

اختصار سے یہاں دنیا کے دیگر مما لک، خطوں اور قبائل میں خواتین کی سماجی حیثیت پر ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

ایتھوپیائی (افریقی) خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

جہاں تک قدیم ایتھوپیا یا افریقہ کی بات ہے تو دنیا میں اب تک اس تہذیب کو سب سے زیادہ قدیم مانا جاتا ہے ایتھوپیائی یا افریقی خواتین کے سماجی مقام ومرتبے کی جب بات کی جاتی ہے تو انھیں اپنے فیصلوں میں کسی حد تک آزادی حاصل تھی جیسے شادی بیاہ کے معاملات میں فریقین کی مرضی

اوران کی پسند ناپسند کو اہمیت دی جاتی اسی طرح سے شادی کے بعد شوہر گھر کے باہر کے امور انجام دیتا اور محنت ومزدوری کرتا جبکہ خواتین کی اولین ذمہ داریوں میں بچوں کی پیدائش، ان کی پرورش ،گھریلو کام کاج اور قریبی باغات یا جنگلات سے پھل، پتے اور بیجوں کو اکھٹا کر کے انھیں بطور غذا کے پکانا شامل تھا عام طور پر گھر کا سربراہ مرد ہوتا جس کے احکامات اور فیصلے تمام اہل خانہ کے لئے قابل قبول ہوتے قدیم ایتھوپیائی خواتین کی بڑی تعداد جاہل اوران پڑھ تھی لیکن وہ بے شمار ہنر میں طاق تھیں اسی طرح سے انھیں باپ کی وراثت میں سے بھی کبھی کچھ نہ ملتا بلکہ وہ شادی سے پہلے باپ اور پھر شوہر اور بیٹوں کی تابعداری کیا کرتیں لیکن مجموعی طور پر ایتھوپیائی خواتین مضبوط اور توانا جسم کی مالک ہوتیں تاہم ان کی رنگت گہری سیاہی مائل، گھنگھریالے بال اور موٹے بھدے نقوش انھیں ایک الگ پہچان دیتے لیکن مجموعی طور پر وہ اپنے بچوں اور خاندان سے محبت اور ایثار کرنے والی خواتین تھیں۔

مصری خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

قدیم تہذیبوں کے تقابلی جائزے کے بعد اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کے قدیم مصری خواتین کی سماجی حیثیت دیگر اقوام میں پائی جانے والی دوسری خواتین کے مقابلے میں کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم تھی یہ خواتین اپنے معاشرے میں نہایت باعزت تھیں اور انھیں سماج میں کئی حقوق حاصل تھے جن میں قانونی حق، پسند کی شادی کا حق، طلاق کا حق، جائیداد بنانے کا حق، حکمرانی کا حق، اولاد کی تعلیم وتربیت کا حق، تعلیم کے حصول کا حق، تجارت اور فیصلے کا حق اور آزادانہ گھر سے باہر آمدورفت کا حق وغیرہ قرائین یہ اشارہ کرتے ہیں کے مصر میں اس وقت مدرسری نظام رائج تھا چنانچہ اس اعتبار سے قدیم مصری خواتین نا صرف اپنے گھر کی مالک ومختار تھیں بلکہ وہ اپنی ذاتی جائیداد اور کاروبار کا حق بھی رکھتیں جبکہ جائیداد کی منتقلی کے معاملے میں وہ مکمل آزاد اور خودمختار تصور کی جاتیں اگرچہ مرد بھی اپنی جائیداد کی منتقلی اپنی مرضی سے کیا کرتے تاہم تیسری سلطنت کے زمانے کی ایک ایسی دستاویز بھی ملی ہے جس میں سینت نامی ایک خاتون نے اپنی جائیداد اپنے

بچوں کے نام منتقل کی اسی طرح سے عشق ومحبت اور جنس مخالف کو شادی کے پیغامات دینے کی پہل بھی عام طور پر خواتین ہی کیا کرتیں جبکہ شرم وحیاء کا کوئی خاص لحاظ بھی اس سماج میں موجود نہ تھا بلکہ جنسی میل جول سے متعلق گفتگو بھی بڑے آزادانہ انداز سے کی جاتی عام طور پر دس سالہ مصری لڑکی شادی کے قابل سمجھی جاتی اگرچہ غیر قانونی تعلقات اور اختلاط بھی ہوتا لیکن اس کی مثالیں کم تھیں لیکن مصر کے آخری شاہی ادوار میں منادر عصمت فروشی کے اڈے بن گئے اس کے علاوہ راگ ورنگ کی محافل بھی منعقد کی جاتیں جہاں امراء اور شرفاء رقص وسرود سے محظوظ ہوا کرتے مصری سماج میں محرم خواتین سے بھی شادی کا رواج عام تھا چنانچہ مصری مرد اپنی بہن یا بیٹی سے بھی آزادانہ شادی کر لیا کرتے تاہم کئی فارعین ایسے بھی گزرے جنھوں نے اپنی بہن، بیٹیوں سے شادیاں کیں تاکہ گھر کی جائیداد گھر میں رہے دوسری جانب خون کی اصلیت بھی قائم اور برقرار رہتی اگرچہ بعض امراء اور اہل فراعنہ کے حرم میں کئی سو بیویاں اور کنیزیں ہوا کرتیں عام طور پر یہ شادیاں کامیاب ہوتیں جبکہ معاشرے میں طلاق کی شرح بہت کم تھی کیونکہ شادیوں میں دونوں فریقین کی مرضی شامل ہوتی لہٰذا شادی شدہ جوڑے پیار ومحبت سے رہا کرتے جبکہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد ایک ہی شادی پر اکتفا کرتے۔ اس سماج میں شوہر اپنے بیوی، بچوں اور اہل خانہ کی تمام تر ضروریات اور کفالت کا ذمہ دار تھا جبکہ انھیں ممکنہ آسائشات کی فراہمی بھی اسی کی ذمہ داری تھی تاہم شادی کے موقع پر دلہن سے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد لیا جاتا قدیم مصری مرد وزن زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کے بھی شوقین تھے وہ اپنے چہرے، بال اور ناخنوں کو رنگتے جبکہ اپنی جلد کی خوبصورتی کے لئے کریم، پاؤڈر اور آنکھوں کے حسن کے لئے کاجل کا استعمال کیا کرتے اگرچہ مصری مرد وزن دونوں ہی قیمتی زیورات کے دلدادہ تھے چنانچہ وہ اپنے گلے، بازو، کانوں، انگلیوں اور ہاتھ میں دھات، سونے، چاندی اور کانسی کے زیورات پہنتے قدیم مصر میں سب سے پہلی حکمران عورت عمون دیوتا کی اولاد ہونے کی حیثیت سے اہل مصر پر حق حکمرانی رکھتی اگرچہ قدیم مصر میں خواتین بغیر پردے کے آزادنہ گھومتی پھرتیں اور سفر وتجارت بھی

آزادی سے کیا کرتیں تاہم اولاد کی پرورش انتہائی محنت سے کی جاتی اوران کی تربیت کا ہر ممکن اہتمام کیا جاتا یہی نہیں بلکہ بچوں اور حمل کو ضائع کرنے کی سزا بھی دی جاتی اور سماج میں والدین کے اس رویے کو شدید نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا اگرچہ اہل مصر دولت کی حرص وہوس میں مبتلا اور مال وزر کی شدید محبت میں گرفتار تھے جب ہی اس کے حصول کے لئے اکثر حرام وحلال کی تفریق بھی بھلادی جاتی۔[۱۱]

سومیری خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

سومیری خواتین اپنے فیصلوں میں کسی حد تک آزاد تھیں بالخصوص شادی بیاہ کے معاملات میں ان کی پسند ناپسند کو ملحوظ رکھا جاتا چنانچہ اس سماج میں پسند کی شادی پر کوئی اعتراض نہ کرتا جبکہ شادی کے بعد مرد گھر سے باہر کے امور کی انجام دہی کیا کرتے تاہم خواتین گھریلو ذمہ داریاں نبھاتیں ان کی اولین ذمہ داریوں میں بچوں کی پیدائش، ان کی تربیت اور پرورش نیز افراد خانہ کے آرام کا خیال رکھنا شامل تھا جبکہ خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے مرد اپنے خاندان کے بارے میں اہم فیصلے کرتا الغرض تہذیبی اعتبار سے اہل سومیر کافی ترقی یافتہ تھے۔

بابلی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

بابلی سماج میں عام طور پر مرد ایک ہی شادی کرتا جبکہ حق طلاق بھی اسے حاصل تھا خواتین سے مکمل وفاداری کی امید کی جاتی لیکن جو خواتین اپنی گھریلو ذمہ داریاں یا بچوں کی درست تربیت نہ کرتیں تو سماج انھیں اچھی نظر سے نہ دیکھتا اسی طرح سے اگر مرد اپنی ازدواجی زندگی میں لا پرواہی برتتا تو عورت کو دوسری شادی کا اختیار حاصل تھا عام طور پہ شادی بیاہ میں فریقین کی مرضی شامل ہوتی اور اس سلسلے میں ان کی پسند کو بھی مقدم سمجھا جاتا۔

بابلی سماج میں خواتین اپنی جائیداد اور مال وزر کی مکمل وارث اور مختار کل ہوتیں تاہم وقت ضرورت انھیں اپنی املاک کی فروخت کا حق بھی حاصل تھا وہ سماجی سرگرمیوں میں شریک ہوتیں جبکہ اپنے کاروبار اور بازار میں خرید وفروخت کے لئے بھی جایا کرتیں چنانچہ پڑھی لکھی خواتین محرری کے

فرائض انجام دیتیں تاہم بڑے گھرانوں کی خواتین سفر اپنے خدام کے ساتھ کیا کرتیں ان کے گھروں میں علیحدہ زنان خانے ہوتے اگرچہ شادی بیاہ کے مواقع پر جہیز کے لین دین کا بھی رواج تھا جبکہ اکثر کم جہیز کی صورت میں خواتین کو شوہر اور سسرال والے کے طعنے اور نفرت بھی سہنا پڑتی جہیز نہ ہونے کی صورت میں اکثر لڑکیاں کنواری ہی رہ جاتیں اسی طرح سے کم آمدنی والے خاندان میں عورت کئی بچوں کی ماں بنتی لیکن امراء کے یہاں زیادہ بچوں کی پیدائش کا رواج نہ تھا بابلی خواتین اپنی آرائش وزیبائش کا بھی اہتمام کیا کرتیں اور عمدہ وقیمتی لباس اور زیورات سے آراستہ ہوتیں گو کے خواتین کی خرید وفروخت بھی کی جاتی لیکن عصمت باختہ عورت کی اس سماج میں کوئی عزت نہ تھی۔

بابلی سماج میں ایک انتہائی غیر انسانی اور غیر اخلاقی رسم بھی موجود تھی کے ہر کنواری دوشیزہ کو اپنی زندگی میں شادی سے قبل وینس کے مندر میں کسی اجنبی سے لازماً جنسی تعلق استوار کرنا پڑتا اور بدلے میں وہ نوجوان اس دوشیزہ کو کچھ مال وزر دیتا جسے اس سماج میں متبرک خیال کرتے ہوئے فخر کیا جاتا اور یہ تمام مراحل مندر میں پجاریوں اور پروہتوں کی موجودگی میں انجام پاتے جبکہ مرد اپنی پسند کی دوشیزہ کی جھولی میں چاندی کا ایک سکہ ڈالتا اس طرح سے وہ دوشیزہ کچھ عرصہ کے لئے اس کی ہو جاتی اگرچہ یہ رسم نہایت تکلیف دہ اور غیر اخلاقی تھی لیکن بابلی سماج میں اس کو قطعاً عصمت فروشی تصور نہ کیا جاتا بلکہ اس کو مذہبی رنگ دیتے ہوئے پروہت اور پجاریوں نے اپنے اور دیگر مردوں کے لئے جنسی بے راہ روی کے لئے ایک محفوظ راہ فراہم کر دی تاہم عصمت دری کے اس واقعہ کے بعد ان دوشیزاؤں کو تاج پہنایا جاتا دوسری جانب سماج میں عصمت فروشی کا کاروبار بھی ہوتا جن کے لئے مخصوص جگہیں ہوتیں لیکن اس کی کوئی سزا نہ تھی۔ ۱۲؎

اشوری خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

اشوری خواتین کی سماجی حالت نا قابل ذکر تھی بلکہ بابلی سماج کی خواتین کے مقابلے میں کمتر تھی چنانچہ خواتین کی اہم ترین ذمہ داریوں میں گھرداری بچوں اور شوہر کی دیکھ بھال اس کے علاوہ

بغیر کسی ناگواری کے ہر قسم کی فرمانبرداری کی امید بھی ان سے رکھی جاتی انھیں اپنی ذات سے متعلق فیصلوں کی آزادی نہ تھی اس کے ساتھ ساتھ اشوری سماج میں مرد کئی شادیاں کرتے جن کا بنیادی مقصد زیادہ سے زیادہ بچوں کی پیدائش ہوتا، تاکہ ملکی افواج میں اضافہ کیا جاسکے چنانچہ اسقاط حمل کو شدید ناپسند کیا جاتا تاہم اگر کوئی عورت اسقاط حمل کے دوران مرجاتی تو بطور سزا اس کی لاش کو جلادیا جاتا اشوری مرد عورتوں کو اپنا غلام تصور کرتے نیز اس سماج میں عورتوں کی خرید وفروخت اور ان کا جنسی استحصال عام سی بات تھی اگرچہ شاہی دربار میں رقاصائیں اور مغنیوں کی بڑی تعداد ہمہ وقت موجود ہوتی نیز بادشاہ کی دلجوئی کے لئے دربار میں ہر وقت خوبصورت کنیزوں اور کم سن لڑکیوں کی کثیر تعداد ہوتی جبکہ ان کے یہاں شادی بیاہ کے طور طریقے عام طور پر بابلیوں جیسے ہی تھے۔ ۱۳؎

چینی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

چینی زبان میں عورت کو 'نورن' کہا جاتا ہے تاہم چین میں لڑکیاں اپنے والدین پر ایک بوجھ خیال کی جاتیں کیونکہ ان کی پرورش، تعلیم وتربیت پھر ان کی شادی جیسے معاملات عام طور پر والدین کے لئے تکلیف دہ سمجھے جاتے چنانچہ قدیم چین میں اگر کسی گھر میں زیادہ بیٹیاں پیدا ہوجاتیں تو باپ تنگ دستی کے خوف سے اپنی کم سن بچیوں کو دور کہیں ویرانے یا جنگل میں چھوڑ آتا تاکہ وہ سردی کی شدت یا خوف سے مرجائیں یا پھر انھیں خونخوار جانور کھالے تاہم لڑکیوں کو سات سال تک غیر مردوں سے دور رکھا جاتا جبکہ صاحب حیثیت گھرانوں میں لڑکوں کی تعلیم کے انتظامات کئے جاتے لیکن لڑکیوں کے لئے تعلیم غیر ضروری سمجھی جاتی بیس برس کی عمر میں عام طور پر لڑکیوں کی شادی کردی جاتی جبکہ یہ شادیاں زیادہ تر ان کے اپنے ہی قبائل میں ہوتیں شادی کے موقع پر لڑکیوں کو بھاری جہیز بھی دیا جاتا اگرچہ شادی کے بعد شوہر اور بیوی اپنے علیحدہ گھر میں رہتے تاہم بیوی سے اس کی ساس اور شوہر کی اطاعت کی توقع کی جاتی اور جو خواتین اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برانہ ہوتیں انھیں سماج میں کڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا قدیم چین میں مرد عام طور پر ایک ہی

عورت سے شادی کرتے جبکہ کہیں کہیں ایک سے زائد بیویوں کی مثالیں بھی موجود ہیں عام طور پر ایک سے زائد شادیاں صاحب حیثیت لوگ ہی کرتے جبکہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیویاں خود ہی اپنے شوہروں کو دوسری شادی کی اجازت دیا کرتیں لیکن یہ دوسری بیویاں عام طور پر داشتائیں ہوتیں یا پھر ان کی حیثیت کسی کنیز کی طرح ہوتی دوسری بیوی کی موجودگی میں پہلی بیوی کے حقوق اور اختیارات پر کوئی اثر نہ پڑتا زیادہ تر پہلی بیوی کے ہاتھوں میں گھریلو اور خاندانی اختیارات ہوتے تاہم شادی کی ناکامی کی صورت میں طلاق بھی ہو جاتی جس کے لئے کسی معقول وجہ کا ہونا ضروری نہ تھا لیکن قدیم چین میں طلاق کی شرح بہت کم تھی اس معاشرے میں طلاق کا حق صرف مرد کے پاس تھا جبکہ خلع کی کوئی صورت عورت کے پاس نہ تھی تاہم ناکام ازدواجی تعلقات کی صورت میں عورت اپنے والدین کے گھر واپس آجاتی لیکن اس پر شوہر کا اختیار قائم رہتا عام طور پر لوگوں کی یہ کوشش ہوتی کے وہ بادشاہ کے حرم میں اپنی خوبصورت بیٹیوں کے لئے کوئی جگہ بنا سکیں۔

کنفیوشس کے دور سے قبل چینی معاشرے میں عورت کو عزت اور بلند مقام حاصل تھا۔لوگ اپنی ماؤں کی بہت تکریم کیا کرتے لیکن جب دور جاگیریت میں چینی معاشرے میں عورت کی جگہ مرد کی بالادستی قائم ہوئی تو عورتوں کی حیثیت محض کنیز کی سی ہو کر رہ گئی وہ مردوں سے دور مکان کے پچھلے حصے میں رہا کرتیں لیکن ان کا صرف ایک منصب اپنے مردوں اور اولاد کی خدمت کا باقی رہتا تاہم مالی پریشانی کے وقت مرد اپنی بیوی اور بچوں کو فروخت کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا اس قدیم معاشرے میں سن بلوغ کو پہنچنے والے بچوں کی منگنی کا بھی رواج تھا قدیم چینی معاشرے میں لڑکیوں کی عصمت اور عفت کو بہت اہمیت حاصل تھی جبکہ ناجائز جنسی تعلقات کو شدید نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا اسی لئے ان کے سماج میں لڑکیوں پر کڑی نظر رکھی جاتی تاکہ ان کی عصمت اور عزت محفوظ رہ سکے۔عصمت فروشی کے معاملات میں لڑکیوں کے لئے مر جانا پسند کیا جاتا یہی نہیں بلکہ یہاں تک سختی کی جاتی کے کوئی غیر محرم انھیں اتفاق سے بھی نہ چھو سکے دوسری جانب مردوں کی

جنسی تسکین کے لئے قحبہ خانے موجود تھے جبکہ ان قحبہ خانوں کو چلانے کے لئے حکومت سے اجازت ضروری تھی یعنی چین کے قدیم معاشرے میں مردوں کے لئے قوانین اتنے سخت نہ تھے لیکن بعد کے ادوار میں ناچنے گانے والی حسین لڑکیوں کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی جو کے وزراء ،امراء اور سفراء کا دل بہلاتیں۔

معاشرے میں مرد وعورت کا آزادانہ میل جول قطعاً ناپسند کیا جاتا چنانچہ پسند کی شادی کا تصور بھی محال تھا لہٰذا والدین اپنی مرضی سے اپنے بچوں کی شادیاں طے کرتے مردوں کا کنوارا رہنا سماج میں بداخلاقی کی علامت سمجھا جاتا جبکہ ایسے مرد اپنے آباؤ اجداد، حکومت اور نسل کے مجرم بھی تصور کئے جاتے دوسری جانب مذہبی رہنما بھی انھیں مستثنیٰ ہی تصور کرتے اگرچہ قدیم چین میں حکومتی سطح پر ایسے عہدے داران کی موجودگی کا بھی پتا چلا ہے جن کی ذمہ داریوں میں اپنے اردگرد کے نوجوانوں پر نظر رکھنا اور یہ دیکھنا کے سماج میں تیس برس کے نوجوان کنوارے تو موجود نہیں۔

چین میں دور جاگیریت کے بعد ایک ایسا دور بھی آیا جب خواتین کو دوبارہ عزت ومنصب حاصل ہوا انھیں تعلیم، پسند سے شادی، بچوں کی تعلیم وتربیت، قانونی چارہ جوئی اور اہم خاندانی معاملات میں مشورے کے حقوق حاصل ہوئے۔ ۱۴؎

مجموعی طور پر صرف چند خامیوں کے سوا چینی سماج میں گھریلو ماحول نہایت پرسکون تھا۔ ملک میں ہر جانب امن وآشتی، پیار ومحبت اور انسانی ہمدردی کا ماحول بھی موجود تھا لوگ اپنے بیوی بچوں سے محبت اور ان کے بہتر مستقبل کی فکر کیا کرتے یہی نہیں بلکہ چینی قوم میں عاجزی، انکساری، اخوت اور میل جول کے عمدہ اوصاف پائے جاتے عام طور پر لڑائی جھگڑوں کا تصفیہ ہو جایا کرتا روپے پیسوں کی کمی کی وجہ سے گھریلو مسائل پیدا ہوتے جس کی وجہ سے حصول دولت کو چینی معاشرے میں نہایت اہمیت حاصل تھی بلکہ کہیں کہیں دولت کی دیوی کی پوجا بھی کی جاتی الغرض دوسرے ممالک کے تقابلی جائزے سے یہ بات سامنے آئی ہے کے چین میں قتل وغارت گری، دہشت گردی اور جنگ وجدل جیسے معاملات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

فارسی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

فارسی زبان میں عورت کو'زن' کہا جاتا۔قدیم فارس میں خواتین کو کئی سماجی معاملات میں کافی آزادی حاصل تھی جیسے کے وہ بغیر پردہ آزادانہ گھوم پھر سکتیں،اپنی پسند کی شادی بیاہ کے فیصلے، جائیداد کا حصول،تمام تر مالی معاملات کے انتظامات،اپنے شوہر،بچوں،گھر اور معاشرتی سطح پر صلاح مشورے وغیرہ۔

شہنشاہ دارا اعظم کے عہد حکمرانی میں شاہی خواتین کے آزادانہ میل جول پر کئی پابندیاں عائد کرتے ہوئے انھیں پردے کا بھی پابند کیا گیا لیکن عام اور غریب خواتین ان پابندیوں سے مستثنیٰ تھیں بیشتر خواتین اپنے مردوں کے ساتھ باہر کے امور بھی سرانجام دیتیں بعد ازاں شادی شدہ خواتین اپنے محرم رشتے داروں سے بھی پردہ جبکہ غیر مرد سے بات چیت میں اجتناب برتتیں۔

شہنشاہوں کے حرم میں بے شمار داشتائیں ہوتیں جن کو محل میں خاص اہمیت اور مقام حاصل ہوتا جبکہ یہی خواتین اپنے شہنشاہوں کے لئے جاسوسی کے فرائض بھی انجام دیتیں یہی نہیں بلکہ یہ داشتائیں بہ وقت ضرورت محلاتی سازشوں میں دیگر خواجہ سراؤں کی طرح اہم کردار ادا کرتیں تاہم یہ خواتین میدان جنگ میں شہنشاہ،امراء،وزراء اور صاحب ثروت افراد اور ان کے مہمانوں کی دلجوئی کے لئے موجود ہوتیں،فارس کے مرد ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتے تھے جبکہ داشتائیں رکھنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ملکی افواج میں اضافہ کیا جاسکے اور ان داشتاؤں سے لڑکے پیدا کئے جائیں جو کے آگے چل کر سپاہ کے امور انجام دے سکیں۔

قدیم فارس میں شادی شدہ افراد کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تاہم ان سے پیدا ہونے والے بچے بھی سماجی سطح پر عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے بالخصوص وہ شخص جس کے کئی بیٹے ہوتے کیونکہ بیٹوں کو والدین کا سہارا اور کمانے کا ذریعہ خیال کیا جاتا جس شخص کے زیادہ بیٹے ہوتے اسے خاندان اور سماج میں بلند نگاہی سے دیکھا جاتا جبکہ ایسے اشخاص کو حکومتی سطح پر انعامات سے بھی

نوازا جاتا کیونکہ یہ بیٹے آگے چل کر ملکی دفاع میں اہم کردار ادا کرتے سماج میں لڑکیوں کی بھی تکریم کی جاتی کیونکہ انھیں دوسرے گھروں کی گھرہستی کو سنبھالنا اور اولاد کو پیدا کرنا تھا لیکن اس کے برعکس جو شخص صاحب اولاد نہ ہوتا تو اس کی معاشرے میں کوئی توقیر نہ ہوتی۔قدیم فارسی سماج میں زنا اور اسقاط حمل کو نا قابل معافی جرم تصور کیا جاتا جس کی سزا موت ہوا کرتی سماجی سطح پر لڑکے لڑکیوں کو اپنی پسند کی شادی کا اختیار حاصل تھا لیکن بیشتر شادیاں والدین کی مرضی سے ہوا کرتیں اور بچوں کے بلوغت کے بعد عام طور پر والدین ان کی بہتر جگہ شادی کے لئے سرگرداں رہتے عام طور پر شادی کے موقع پر جہیز کی کوئی روایت موجود نہ تھی۔

ہیروڈوٹس کے مطابق قدیم فارس میں بیشتر شادیاں بھائی، بہنوں یا باپ بیٹی کے درمیان بھی ہو جایا کرتیں اور اس کو سماجی سطح پر ہرگز معیوب نہ سمجھا جاتا۔بچے پانچ سال کی عمر تک اپنی ماؤں کے زیر تربیت رہا کرتے اور سات برس کی عمر میں وہ اپنے والد کے حوالے کر دئے جاتے عام طور پر وہ اسی عمر میں مدارس میں بھی داخل کئے جاتے لیکن اپنی اولاد کو اچھی تعلیم دلوانا ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ امراء، وزراء اور اعلیٰ عہدے داران ہی اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے۔قدیم فارس میں اہل یونان کی طرح ہم جنس پرستی کا شوق اور میلان بھی موجود تھا۔۱۵؎

ایران ایک قدیم تہذیبی مرکز ہے جس کی تہذیب کئی ادوار پر محیط ہے اس معاشرے میں بھی عیش و تنعم، اخلاقی آوارگی، معاشرتی پستی اور زوال عام ہوا یہاں اخلاقی اقدار اس قدر زوال کا شکار تھی کہ ماں، بہن اور بیٹی کی تمیز بھی معاشرے سے اٹھ گئی تاہم مزدکیت مذہب نے تو عورت کو معاشرے کی مشترکہ ملکیت قرار دے دیا لہٰذا اس قانون کی رو سے اخلاقی حدود و قیود کا خاتمہ تو یقینی تھا جس نے بعد میں ایرانی نفسیات پر گہرے اثرات بھی قائم کئے اسلام کے آجانے کے بعد اخلاقی ضابطوں روحانی تعلیمات اور شرعی قوانین نے وہاں کے معاشرے پر تہذیبی تبدیلیوں کو نمایاں کیا لیکن اپنے آباؤ اجداد کے تاریخی اور سماجی تجربات نے ان کے نفسیات پر گہرے اثرات مرتب کئے تھے جسے دور کرنا کچھ آسان نہ تھا۔

ہندوستانی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

ہندی زبان میں عورت کو ’مہیلا‘ کہتے ہیں جبکہ شانتی ،انتی ، بھاگے وان ،سرسوتی اور بھاگے شالی جیسے القابات سے بھی اسے نوازا جاتا قدیم ہندوستانی تہذیب میں ایک ہندوعورت پاک دامن، سلیقہ شعار، مہذب ،شائستہ ،اپنے گھر اور بچوں سے محبت کرنے والی ،ستی ساوتری اور وفا کی دیوی ہوا کرتی ۔قدیم ہندوسماج میں خواتین کے لئے بھاگے وان (قسمت والی)اور لکشمی دیوی (دولت اور ثروت) جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے تاہم ہندو اپنی عورتوں کو دولت یا گھر میں خیر برکت کا ایک سبب بھی جانتے یعنی قسمت والی عورت کے آنے سے گھر میں ہن (دولت) برستا ہے اور گھر میں دولت عورت کی قسمت سے جبکہ بچے مرد کی قسمت سے پیدا ہوتے ہیں اگر چہ یہ ہندوانہ نظریات ہیں جو ہمارے یہاں بھی سرائیت کر گئے ہیں لیکن بعد کے ہندوسماج میں لڑکوں کی اہمیت بڑھ گئی اوران کی پیدائش کے لئے مندوروں میں جا کر خصوصی دعائیں مانگی جانے لگیں جبکہ لڑکیوں کی پیدائش کو ناپسند کیا جاتا لیکن آج کے ہندوسماج کے تجزیے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے وہاں لڑکیوں کو انتہائی بوجھ تصور کرتے ہوئے اسقاط حمل کی کھلے بندوں تمام تر کاروائیوں کو حکومتی سطح پر سر پرستی اور پذیرائی حاصل ہے اور باقاعدہ ایک مہم کی صورت میں جگہ جگہ بینرز آویزاں کر کے عوام کو یہ پیغام اور شعور دیا جاتا ہے کے ۵۰۰۰ خرچ کرو اور ۵۰۰۰۰۰ کا جہیز بچاؤ کچھ عرصہ قبل ہندوستان کے ایک سرکاری اعداوشمار کے مطابق ہندوستان کے مختلف چھوٹے بڑے اسپتالوں میں ایک کروڑ لڑکیوں کو پیدائش سے قبل ہی قتل کر دیا گیا اس ضمن میں اسقاط حمل کے بے شمار کیسیز رجسٹرڈ ہوئے یعنی والدین نے غربت کے ڈر سے اپنی ایک کروڑ بیٹیوں کے دنیا میں آنے کے حق کو ان سے چھین لیا۔

قدیم ہندوستان میں خواتین ذات پات کی پابندی کے بغیر اپنی مرضی سے شادی کرنے کا بھی اختیار رکھتیں تاہم شوہر کے مرجانے کی صورت میں وہ دوسری شادی کا حق رکھتے ہوئے اپنی مرضی سے شادی کرنے میں آزاد تصور کی جاتیں عورت کی دوسری شادی ہندوسماج میں قطعاً معیوب تصور

نہ کی جاتی جیسا کے رگ وید میں ایک مقام پر یہ لکھا ہے اے عورت اٹھ اس شخص کے غم میں اپنی زندگی نہ گنوا جس کی زندگی ختم ہو چکی تو دنیا میں آ اپنے مردہ شوہر کو چھوڑ اور اس کا ہاتھ پکڑ جو تجھ سے شادی کا خواہش مند ہے۔

رگ وید کے ان اشلوک سے ہندو سماج میں بیواؤں کی دوسری شادی کی مکمل تصدیق ہوتی ہے جب کے بعد کے زمانے میں ارجن نے ایک بیوہ سے شادی کی جس سے اس کا ایک بیٹا ارون پیدا ہوا یعنی ویدوں کے زمانے میں شادی کو ایک مقدس بندھن تصور کیا جاتا اس کے ساتھ ہی سماج میں سوئمبر کی رسم بھی ہوا کرتی جہاں ہندو شہزادیاں میلے میں اپنے لئے شوہروں کا انتخاب کیا کرتیں جب ہی سیتا اور دروپدی کی شادیاں سوئمبر کے ذریعے سے ہوئیں قدیم ہندو سماج میں فرد کے نیک چال چلن کے لئے شادی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں تھا تاہم لڑکیوں کی کم سنی میں شادی کا رواج عام تھا البتہ شادی بیاہ کے موقع پر لڑکیوں کو جہیز دینے کی روایت بھی موجود تھی لیکن باپ کی وراثت میں لڑکیاں کا کوئی حق نہ تھا لہٰذا شادی کے موقع پر ان کو جہیز کی صورت میں مال واسباب دیا جاتا لیکن بعد کے ادوار میں اس جہیز نے بھاری بھرکم شکل وصورت اختیار کی تاہم موجودہ دور میں ہندوستانی سماج میں فرمائشی جہیز مانگنے کا رواج مضبوط بنیادوں پر استوار ہو چکا ہے گذشتہ ادوار میں مرد ایک سے زائد شادیاں کرتے لیکن اس دور میں لڑکیوں کو بیچنا معیوب تھا قدیم ہندوستانی سماج میں خواتین کو خاصی آزادی حاصل تھی وہ خاندان اور محلے کی تقاریب میں شریک ہوتیں عزیز رشتے داروں سے میل جول اور دور دراز کے سفر بھی کیا کرتیں، انھیں تعلیم کے حصول کی بھی آزادی تھی اگرچہ اس کی مثال 'گارگی' اور اس جیسی دوسری خواتین کی دی جاسکتی ہے جو کے علم اور تپسیا کے بل پر رشیوں کے درجات پر فائز ہوئیں بعدازاں انھوں نے ویدوں کے منتر بھی تصنیف کئے ہندوستانی عورت وفا کی پیکر ہوا کرتی جیسے کے سیتا چنانچہ عام ہندوستانی عورت بھی سیتا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے گھر، شوہر اور بچوں کے لئے ہر ممکن قربانی سے دریغ نہ کرتی یہی نہیں بلکہ ان کی اہم ترین ذمہ داریوں میں افرادخانہ کی خدمت بالخصوص سسرالی رشتے داروں کی دیکھ بھال شامل تھی

بسا اوقات سسرالی رشتے دار جبر وتشدد بھی کیا کرتے لیکن وہ اس پر اف تک نہ کرتیں کیونکہ ہندوستانی سماج میں لڑکیوں کی تربیت اسی نہج پر کی جاتی کے جب وہ بیاہ کر شوہر کے گھر جائیں تو وہاں سے ان کا جنازہ ہی نکلے یعنی ہر طرح کی مشکلات کو صبر و تحمل سے سہتے ہوئے اپنی ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانا اور تمام تر کٹھنائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے زبان پر حرف شکایت نہ لانا اگر اس سوچ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ کسی حد تک ایک مثبت سوچ ہے کیونکہ شادی کرنا کمال نہیں بلکہ اس کو نبھانا کمال ہے جو دنیا کے ہر سماج میں کسی چیلنج سے کم نہیں اور مسائل و مشکلات تو ہر شادی کے بعد آسکتے ہیں چاہے وہ پہلی ہو دوسری یا تیسری شاید اسی وجہ سے اس سماج میں شادیاں کامیاب ہوتیں لیکن دوسری جانب شوہر اور سسرالیوں نے اس سوچ کو منفی انداز میں استعمال کیا کیونکہ بہو کا زبان پر حرف شکایت نہ لانا گویا ان کے لئے ظلم وستم کی کھلی چھوٹ تھی چنانچہ کم جہیز لانے، گھریلو کام کاج یا کسی ذمہ داری میں کوتاہی کی صورت میں بہو کو تختہ مشق بنایا جاتا اور اس کار خیر میں گھر کے تمام افراد حسب توفیق اپنا حصہ ڈالتے دوسری جانب زمانہ قدیم میں ہندو سماج کی عورت کو اس کے شوہر کی موت کے بعد ستی کر دیا جاتا چنانچہ ستی کی رسم نے اس سماج میں اپنی جڑیں مضبوط کیں جب ہی پانڈو کی دو بیویوں میں سے ایک بیوی ستی ہوئی یعنی ہندوؤں کے نظریے کے مطابق پارسا عورت وہ ہے جو کے شوہر کے مرنے کے بعد اس کی چتا میں جل کر خود بھی مر جائے ہندو سماج میں ایسی تمام عورتوں کو ستی ساوتری (پارسا اور نیک) تصور کیا جاتا کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ستی ہونے والی عورت اپنے اور اپنے سارے خاندان کے گناہ اپنے سر لے کر پوتر اگنی (آگ جو جلا کر ہر شئے کو پاک کر دیتی ہے) میں اپنے آپ کو ان گناہوں کے ساتھ جلا ڈالتی ہے چنانچہ ایسی تمام عورتیں ہندوستانی معاشرے میں دیوی سمان سمجھی جاتی ہندو سماج میں مرد کا اپنی بیوی اور بچوں پر مالکانہ حق قائم تھا بسا اوقات ہندو شرابی جواری مرد اپنی بیوی اور بیٹیوں کو جوئے میں ہار جاتے بعد کی تہذیبی روایت میں بیواؤں کی دوسری شادی کی بھی ممانیت نظر آتی ہے اور ایسی تمام عورتیں جن کے شوہر مر چکے ان کے لئے دنیاوی لذات اب بے معنی تصور کئے جاتے

تاہم انھیں سماج میں کم تر اور بدصورت بن کر رہنا پڑتا، صاف اور رنگین لباس، اچھی غذا اور بستر پر سونا متروک ہوجاتا جبکہ ان کے بال بھی بے ترتیب انداز سے کاٹ کر انھیں بدصورت کر دیا جاتا، وہ خاندان یا محلے پڑوس کی کسی شادی یا تقریب میں شریک نہ ہوتیں کیونکہ انھیں براشگون تصور کیا جاتا با الفاظ دیگر شوہر کے مرنے کی اصل وجہ اس عورت کی نحوست کو گردانا جاتا یہی وجہ تھی کے کسی خوشی کے موقع پر ایسی تمام بیوہ خواتین کے سایے سے بھی گریز کیا جاتا کہیں نو بیاہتا جوڑے یا گھر پر اس عورت کے نحوست کے اثرات مرتب نہ ہوجائیں۔

ہندو مذہب میں عورت کی حیثیت پر مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی کتاب نظام سلطنت میں لکھتے ہیں کے ہندومت کی دیگر کتب میں عورت کی حیثیت کو متعین کیا گیا ہے تاہم منوسمرتی میں کہا گیا ہے جھوٹ بولنا عورتوں کا بنیادی خاصہ ہے عورت کے لئے ضروری ہے کے وہ بچپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے، جوانی میں شوہر کے اور بیوہ ہوجانے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے اور اس کو کبھی بھی خود مختار ہو کر نہیں رہنا چاہئے۔ چانکیہ برہمن کے بقول دریا، مسلح سپاہی، پنجے اور سینگ رکھنے والے جانور، بادشاہ اور عورت پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، مزید یہ کے لالچ ،طمع، جھوٹ، فریب، ناپاکی، بے رحمی اور بغیر سوچے سمجھے کام کرنا یہ وہ تمام عیوب ہیں جو کے عورتوں کی جبلت میں شامل ہیں۔ ایک کہاوت مشہور ہے شہزادوں سے تہذیب و اخلاق، عالموں سے شیریں کلامی، قمار بازوں سے دروغ گوئی، اور عورتوں سے مکاری سیکھنی چاہئے ایک اور کہاوت کے مطابق آگ، پانی، جاہل مطلق، سانپ، شاہی خاندان اور عورتیں یہ سب کے سب موجب ہلاکت ہیں جن سے بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

قدیم اور جدید دونوں ہی ہندو سماج میں خواتین ساڑی، کرتے پاجامے اور دوپٹے پہنتیں جبکہ مرد پگڑی، کرتا اور پاجاما پہنتے اگرچہ مرد و عورت دونوں ہی زیورات کا استعمال کیا کرتے جبکہ عورتیں اپنے لمبے بالوں کو چوٹی کی صورت میں باندھا کرتیں قدیم دور میں مرد و عورت دونوں ہی اپنے سروں کو ڈھانپا کرتے کیونکہ سر کو ڈھانپنا مہذب، خاندانی، شریف اور باعزت ہونے کی نشانی سمجھا

جاتا شادی بیاہ کے موقع پر دولہا اور دلہن آگ کے گرد سات پھیرے لگاتے ہوئے اپنی آئندہ آنے والی زندگی کو ایک ساتھ پیار و وفا سے گزارنے کے عہد و پیمان کرتے جبکہ اس خوشی کے موقع پر سہاگن خواتین مختلف رسومات میں حصہ لیا کرتیں۔

یونانی خواتین کا سماج میں مقام و مرتبہ

یونانی زبان میں عورت کو 'گائنی' کہا جاتا ہے تاہم یہ لفظ دنیا بھر میں میڈیکل کی اصطلاح میں بھی مستعمل ہے اور گائنی اسپیشلسٹ یا گائناکولوجسٹ سے مراد خواتین کی ڈاکٹر ہے یونانی خواتین کو سماجی مقام و مرتبہ حاصل تھا لیکن وہ اپنے فیصلوں میں رومی خواتین کی بہ نسبت کم آزاد تھیں عام طور پر خاندان کے فیصلے مرد اور گھر کا سربراہ کیا کرتا جبکہ باقی افرادِ خانہ کو ان فیصلوں پر بخوشی عمل کرنا ہوتا قدیم یونانی سماج میں والدین اپنے بچوں کی شادی کے فیصلے کیا کرتے لیکن بعد میں پسند کی شادیوں کا رواج بھی عام ہوا اگرچہ خواتین گھر سے باہر آزادانہ گھوم پھر سکتی تھیں تاہم شہر میں رہنے والی یونانی خواتین دیہات میں رہنے والی خواتین کی بہ نسبت زیادہ خود مختار اور آزاد تھیں اسی طرح سے اسپارٹا کی خواتین اپنے بچوں کی تربیت میں فوجی نظم وضبط کو قائم رکھنے کی بھی تربیت دیا کرتیں کیونکہ اسپارٹا کے سماجی ماحول میں فوجی تربیت کا بڑا اہتمام موجود تھا اس اعتبار سے یونانی عورت کا سماج میں ایک اہم مقام اور منصب تھا اور اس سے یہ توقع کی جاتی کہ وہ اپنے بچوں کو ایک اچھا فوجی جوان بنانے اور اپنے ملک وقوم کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنے کی تربیت دے گی اسی نظرے کے پیشِ نظر یونانی خواتین سے زیادہ سے زیادہ بچے خصوصاً بیٹے پیدا کرنے کی توقع رکھی جاتی تاکہ ملکی افواج میں اضافہ کیا جا سکے نیز بچوں کی پیدائش کے بعد سے دس بارہ برسوں تک بیٹے عموماً اپنی ماؤں کی تربیت اور ذمہ داری سمجھے جاتے گو کہ باپ بھی ان کی ضروریات کا خیال رکھتے لیکن ان کی زندگی میں نظم وضبط کا اہتمام ان کی مائیں ہی کیا کرتیں۔

ایک مصنف لیکی تاریخ اخلاق یورپ میں یونان کی عورت کے بارے میں لکھتا ہے! بہ حیثیت مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ ان کے معاشرے میں اہمیت کا حامل تصور کیا جاتا وہ لڑکپن میں

اپنے والدین، شادی کے بعد شوہر کی، بیوگی کے بعد اپنے بھائیوں یا بیٹوں کی وراثت میں ہوتیں اس کو طلاق کا قانوناً حق حاصل تھا لیکن وہ کبھی بھی اس حق کو استعمال کرنے کے بارے میں نہ سوچتی کیونکہ یونانی معاشرے میں عدالت میں طلاق کا اظہار یا خواہش یونانی ناموس اور عزت کے منافی تصور کی جاتی۔ افلاطون نے مرد وعورت کی مساوات کا دعویٰ تو کیا لیکن اس دعویٰ کی حیثیت محض زبانی تھی ازواج کا بنیادی مقصد صرف اور صرف یہ تھا کے ان سے طاقتور اولاد پیدا کی جا سکے جو کہ ملک کی بقا اور حفاظت کے کام آ سکے یونانی معاشرے میں مرد آزاد تھا اور اس سے پاکیزگی اور عصمت کی توقع کرنا حماقت تھی لیکن یونانی سماج اپنی عورتوں سے عصمت اور پاکیزگی کی توقع رکھتا تاہم مردوں کے طوائفوں سے تعلقات عام تھے جس میں ان کے فلاسفر، ادیب، شعراء، اہل علم و دانش مورخین الغرض تمام ہی طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے یونانی خواتین عام طور پر گھروں میں رہتیں اور مخلوط محافل سے اجتناب کرتیں لیکن اہل یونان کے اخلاقی تنزل کا یہ عالم تھا کے نکاح کو ان کے یہاں ایک غیر ضروری رسم سمجھا جاتا جبکہ نکاح کے بغیر مرد وعورت کا تعلق ایک معمول کی بات تھی کیونکہ یہ بات ان کے مذہب میں موجود تھی وہ مختلف دیوی اور دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے لہٰذا ان کی 'کام دیوی' جس کو (Aphrodite) بھی کہتے ہیں اس کے بارے میں داستانوں میں لکھا ہے کے وہ ایک دیوتا کی بیوی ہونے کے باوجود تین مزید دیوتاؤں سے آشنائی رکھتی تھی اور اس کے علاوہ ایک فانی انسان بھی اس کے قرب سے لطف اندوز ہوا کرتا اسی محبت کے نتیجے میں اس کے یہاں محبت کے دیوتا نے جنم لیا جس کو ان کے یہاں Cupid کہا جاتا ہے یہ بچہ اس دیوی کی ناجائز اولاد تھی یونانیوں نے جب اس دیوی کی پرستش شروع کی تو معاشرتی اور اخلاقی طور پر وہ مزید تنزلی کا شکار ہو گئے اور قحبہ خانے اور فاحشہ عورتوں سے تعلقات کی گویا انھیں کھلی چھوٹ مل گئی اور زنا نے ان کے یہاں ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت اختیار کر لی جو یہ ترقی کرتے کرتے ایک مقدس مذہبی فعل بن گیا۔

رومی خواتین کا سماج میں مقام و مرتبہ

قدیم روم میں خواتین شادی سے پہلے باپ کے زیر اثر ہوتیں اور شادی کے بعد شوہر کی اطاعت گزاری کرتیں انھیں قطعاً کسی قسم کی آزادی حاصل نہ تھی جبکہ خاندان میں باپ کو کل اختیارات اور فیصلوں کا حق حاصل تھا اگر وہ چاہتا تو اپنی اولاد کو فروخت بھی کرسکتا جبکہ فروخت شدہ اولاد کو خرید کر اسے اپنا غلام بھی بنا سکتا تھا تاہم وہ جب تک زندہ رہتا تمام خاندانی فیصلوں کا اختیار اسی کے پاس رہتا بڑے بیٹے بھی اس کی زندگی میں غیر موثر ہی رہتے عام طور پر لڑکیوں کو اپنی پسند ناپسند کا اختیار حاصل نہ تھا بلکہ انھیں تمام عمر ایک کھونٹے سے دوسرے کھونٹے تک کا سفر ہی طے کرنا پڑتا تاہم شوہر کے مرنے کے بعد وہ بیٹے کے زیر اثر رہتیں چنانچہ ساری عمر اسی سفر میں تمام ہوتی اہل روم کی خواتین یونانی خواتین کی بہ نسبت اپنے سماج میں زیادہ قابل عزت تصور کی جاتیں وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بات چیت، کھانا تناول کرنا اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں کافی حد تک خود مختار تھیں تاہم اکثر گھریلو کام کاج میں شوہر اپنی بیویوں کی مدد اور معاونت کیا کرتے اس کے ساتھ گھر کے اندر اور باہر خواتین کی دیکھ بھال اور ان کی حفاظت بھی انھی کی ذمہ داری ہوتی زمانہ قدیم کی رومی عورت پڑھنے لکھنے یا تحصیل علم میں آزاد تھی جب ہی اس دور کی کئی خواتین نے ادبی میدان میں نام کمایا اگرچہ اس کی مثالیں کم ہیں لیکن ہیں۔ روم کی جن خواتین کے شوہر انتقال کر جاتے انھیں سماجی اعتبار سے دوسری شادی کا بھی اختیار حاصل تھا الغرض مجموعی طور پر رومی خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ بہت زیادہ اچھا نہ سہی تو برا بھی نہیں تھا کیونکہ انھیں کسی حد تک کچھ اختیارات حاصل تھے۔

یورپی خواتین کا سماج میں مقام و مرتبہ

یورپ میں کئی ممالک شامل ہیں چنانچہ وہاں عورت کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے مثلاً فرانس میں اسے 'فیمی'، اٹلی میں 'ڈونا' اسپین میں 'مجر' اور جرمن میں 'فراؤ' کہا جاتا اہل یورپ نے جب ترقی کے مراحل طے کئے تو انھوں نے یہ محسوس کیا کے خواتین کو علم سیکھنے کے ساتھ ساتھ موسیقی، مصوری

اور رقص کی تعلیم بھی لازمی سیکھنی چاہیئے چنانچہ یورپی خواتین نے ان علوم پر بھی دسترس حاصل کی جبکہ یورپی اصلاحی تحریکوں کے نتیجے میں بھی یورپی خواتین کو زیادہ اختیارات حاصل نہ ہو سکے اور وہ مردوں کی تابع ہی رہیں تاہم اسے کوئی مذہبی رتبہ یا تجارتی لین دین اور جائیداد بنانے کا حق بھی حاصل نہ تھا جبکہ یورپی سماج نے اس کو صرف گھریلو ذمہ داریوں کا ہی پابند کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یورپی سماج کی عورت کا سماجی مقام و مرتبہ محض جسمانی خدوخال کے حسن تک ہی محدود ہو کر رہ گیا اور اس طرح سے یورپی مرد نے اپنی عورت کے جسمانی حسن کو اپنے دونوں ہاتھوں سے کیش کیا بالخصوص برہنہ مصوری اور مجسمہ سازی میں جبکہ شاعری اور ادب میں عورت کو محض ایک خوبصورت شے کے پیش کیا گیا خود یورپ کی عورت کا اس بارے میں یہ خیال ہے کے ضرورت مند عورتوں کو مجبور کیا جاتا، تاکہ وہ چند روپوں کے عوض بدکاری یا بے حیائی کریں بعدازاں یہ سوچ ترقی پاتی رہی اور اب تو یہ ایک وبائی صورت اختیار کرتے ہوئے باقاعدہ صنعت کی شکل اختیار کر چکی ہے جس میں شامل ماڈلنگ، فلم انڈسٹری اور سوشل میڈیا وغیرہ یعنی عورت کی محض جسمانی تشہیر کے ذریعے تاجر حضرات اور صنعتیں کہاں سے کہاں جا پہنچیں اگرچہ یہ بھی مقام حیرت ہے کے جس پراڈکٹ میں عورت کی سرے سے ضرورت ہی نہیں وہاں بھی اسے زبردستی شامل کیا جاتا ہے مثلاً شیونگ کریم، شیونگ ریزر، شیونگ لوشن، موٹر سائیکل، پیٹرول، ٹریکٹر، زرعی کھاد اور بیج، فصلوں کے اسپرے، مردانہ جوتے، مردانہ کپڑے اور خالصتاً مردانہ استعمال کی اشیاء وغیرہ چنانچہ ان سب کے پیچھے عورت کی حیثیت ایک پرزہ اور ٹول کی ہے جسے مسلسل اور متواتر استعمال کیا جا رہا ہے جبکہ دنیا کے کئی اہل علم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ! اس سرمایہ دارانہ نظام میں عورت کو محض 'سیکس سمبل' کے طور پر متعارف کروایا جا رہا ہے۔

بقول ساحر لدھیانوی!

عورت نے جنم دیا مردوں کو، مردوں نے اسے بازار دیا
جب جی چاہا مسلا کچلا، جب جی چاہا دھتکار دیا

مردوں کے لئے ہر ظلم روا، عورت کے لئے رونا بھی خطا

مردوں کے لئے ہر عیش کا حق، عورت کے لئے جینا بھی سزا

اکثر اہل علم حضرات یہ اعتراضات بھی اٹھاتے ہیں کے مغربی خواتین کی دیکھا دیکھی اب پوری دنیا کی خواتین کی ایک بڑی تعداد کم لباسی یا بے لباسی کی جانب متوجہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں بدکاری کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اگر چہ یہ اعتراضات کسی حد تک درست بھی ہیں لیکن اگر ان اعتراضات کا تجزیہ علم نفسیات کی روشنی میں کیا جائے تو اس فحاشی اور عریانیت کے پیچھے بھی ہمیں کہیں نہ کہیں مرد کا ہی اصل چہرہ نظر آتا ہے کیونکہ مردوں کی ایک بڑی تعداد، عورت کو اسی انداز میں دیکھنے کی متمنی اور خواہش مند ہیں جبکہ اس کے برعکس اگر سماج میں مرد مکمل لباس میں نظر آتا ہے تو اس کے پیچھے بھی یقیناً عورت کی نظر کی ہی کارفرمائی ہے کیونکہ فطری اعتبار سے دنیا کی تقریباً ہر عورت، مردوں کو مکمل لباس میں ہی دیکھنے کی خوگر ہوتی ہیں لہٰذا اس فطری فارمولے سے روگردانی اتنی آسان نہیں۔

یورپ سمیت دنیا کے زیادہ تر ممالک جہاں دین اسلام کی پریکٹس نہیں کی جاتی ہے وہاں کے لوگوں کا یہ عام خیال ہے کے عورت ہی دنیا کی تمام جنگوں، مشکلات اور فسادات کی اصل وجہ اور جڑ ہے لہٰذا وہ قابل نفرت، حقیر گناہ گار اور مجرم ہے لیکن چونکہ وہ جنسی آسودگی کے حصول کا ایک بڑا اور اہم سبب اور ذریعہ ہے لہٰذا تمام انسان نما حیوانی سماج میں عورت کے جسم کی قیمت ہر دور میں ہی لگتی رہی لیکن کسی نے بھی اسے سماجی مقام و مرتبہ دینے کی قطعاً ضرورت محسوس نہ کی چنانچہ یورپ سمیت دنیا بھر میں اور معذرت کے ساتھ خود مسلم ممالک میں بھی عورت کے ساتھ مردوں کے اسی ناروا سلوک کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

یورپ اس دور جدید میں مساوات مرد زن کا سب سے بڑا دعویدار اور علمبردار ہے لیکن صرف ایک صدی قبل یورپی خواتین اپنے یہاں کے مردوں کے ظلم و ستم کا نا صرف نشانہ تھیں بلکہ کئی بنیادی حقوق سے یکسر محروم بھی تھیں قدیم یورپی سماج میں دور دور تک کوئی ایسا قانون موجود نہ تھا جو ان

یورپی خواتین کے اوپر ڈھائے گئے مظالم کا کوئی حساب لے سکے چنانچہ تہذیب وتمدن اور حقوق انسانیت کے علمبردار انگلستان میں بھی یورپ کے دیگر ممالک کی طرح عورت کا سماجی مقام ومرتبہ نہایت پست تھا خواتین کو سماجی اعتبار سے ایک جنس کی حیثیت حاصل تھی یورپی عورت شادی سے قبل اپنے باپ کی اور شادی کے بعد اپنے شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی تاہم اس کا باپ جس نوجوان سے چاہتا بھاری رقم کے عوض اپنی بیٹی کو بیاہ دیتا شادی کے بعد شوہر بھی اپنی بیوی پر ظلم وستم کرتا، جس کی شنوائی کے لئے وہاں کوئی ایسی تعزیر یا قانون سرے سے موجود ہی نہ تھا جو ان مردوں کی سرزنش کرتا لہٰذا باوجود تمام تر مظالم کے اگر عورت اپنے شوہر سے طلاق بھی لینا چاہتی تو یہ بھی ناممکنات میں سے تھا دوسری جانب وہ ساری زندگی اس مرد سے پیچھا چھڑانے کی کسی بھی کوشش میں ہرگز کامیاب نہ ہوتی شادی کے وقت گرجا گھر میں پوپ کے سامنے عورت اپنے شوہر کی تاعمر تابعداری اور اطاعت گزاری کا عہد لیتی جیسے قانون کی رو سے اسے تمام عمر نبھانا پڑتا کیونکہ یورپ کے سماجی نظام میں مرد کو حاکم مطلق یعنی بادشاہوں جیسے اختیارات حاصل تھے اور وہ اپنے گھر کی عورتوں کے مالک ومختار سمجھے جاتے چنانچہ قدیم یورپ میں اگر باپ یا شوہر اپنی بیوی یا بیٹی کا قتل بھی کردیتے تو ان کا یہ قدم وہاں کے مروجہ قانون میں بغاوت ادنیٰ شمار کیا جاتا اور اگر کسی عورت سے اس کے شوہر، باپ یا بھائی کا قتل ہوجاتا تو اس عورت کو بطور سزا جلا دیا جاتا اس اعتبار سے قدیم یورپی سماج میں کوئی عورت اپنی پسند کی شادی کا تصور بھی نہ کرتی۔

پروٹسٹنٹ فرقے نے عورت کے طلاق کے حق کو تسلیم کیا لیکن اس میں اس قدر شرائط عائد کی گئیں جو بیان سے باہر تھیں انھی یورپی سماجی ناہمواریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کئی یورپی دانشور اور اہل علم حضرات نے تو یہاں تک کہ دیا کے دین مسیح سے قبل یورپ میں خواتین قطعاً بے اختیار تھیں لیکن جب مسیحیت عام ہوئی تو انھیں بھی سماجی اعتبار سے کچھ مقام ومرتبہ اور بنیادی حقوق حاصل ہوئے قدیم یورپی عورت کے پاس اگر کوئی جائیداد ہوتی تو وہ مرد کی ملکیت میں چلی جاتی جبکہ عورت اس معاملے میں قطعاً بے بس سمجھی جاتی کیونکہ وہ مالک ہوتے ہوئے بھی اس سے محروم ہوتی اول تو وہ

اپنے شوہر یا باپ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم اٹھانے کا سوچ بھی نہ سکتی اور اگر غلطی سے اس سے اس کا ارتکاب بھی ہو جاتا تو وہ سخت گرفت میں آ جاتی۔ یورپ اور انگلستان میں عورت کے بارے میں یہ رائے قائم کی گئی کے وہ ناقص العقل، تمام فسادات کی جڑ، تمام قتل و غارت گری کی اصل وجہ، دنیا و آخرت میں تمام تر مشکلات و معصیت کی وجہ اور شیطان کی آلہ کار ہے یہی نہیں بلکہ کیتھولک عقیدے کے مطابق تو دنیا میں آج تک جتنا بھی برا ہوا ہے اس کی اصل اور بنیادی وجہ صرف اور صرف عورت ہے ۱۵۷۰ء سے ۱۶۳۰ء میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں ہی فرقوں نے مل کر یورپی عورت کے خلاف ایک مہم چلائی جس میں اسے جادوگرنی بتایا لہٰذا اس مہم کے نتیجے میں ہزاروں عورتوں کو سزائے موت دی گئی لیکن حالیہ برسوں میں جب محققین نے ان اموات اور سزاؤں کی تحقیق کی تو یہ معلوم ہوا کے وہ تمام خواتین جنھیں جادوگرنی کہہ کر موت کی سزا دی گئی تھی وہ جادوگرنیاں نہیں بلکہ اپنے گاؤں دیہات میں جڑی بوٹی سے علاج معالجہ کیا کرتیں یا ان میں سے بیشتر خواتین علاقائی قصے، کہانیاں، روایتی واقعات یا پھر اپنے اجداد کے شجرے بیان کرتیں تھیں لیکن صاحب اقتدار طبقے نے محض اپنی اتھارٹی اور اجارہ قائم کرنے کے لئے خواتین کے خلاف ایک مہم چلائی جن میں ہزاروں خواتین کو قتل کر دیا گیا مردوں کی جانب سے لگائے گئے ان تمام تر سنگین الزامات کی اول تو کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان الزامات کی اصل وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کے طاقتور جب کمزور پر ظلم و جبر کرتا ہے تو وہ کبھی خود اپنے جرائم کا اعتراف نہیں کرتا جس کے نتیجے میں کمزور کے سر پر ہی اس کے ظلم کا بوجھ بھی لاد دیا جاتا ہے یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کے کمزور کردار کے لوگ مسلسل جھوٹ، غلط بیانی، الزامات، حقائق سے روگردانی، شک و شبہات اور اپنے اندر کی خباثتوں کے اظہار کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تاہم یہ بھی ایک غیر فطری اور غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے کہ کسی شخص کے وجود کی اہمیت سے ہی مطلق انکار کرتے ہوئے اسے ہی تمام تر نفرتوں کا نشانہ بناتے ہوئے تختہ مشق بنا دیا جائے اگرچہ یہ سب کچھ عرصہ دراز سے ہوتا آ رہا ہے لیکن اس رویے کو تبدیل کرنے کے لئے ضروری ہے کے انسان اللہ کے بنائے ہوئے اس نظام

کائنات کا بغور مطالعہ کرے جہاں کوئی شے بھی بے سبب پیدا نہیں کی گئی۔

قدیم یورپی سماج کی اسی ظالمانہ سوچ نے جب توارت کی تحریف کی تو اس وقت بھی حضرت آدم کو جنت سے نکلوانے کا تمام تر الزام حضرت حوا پر عائد کرتے ہوئے یہ کہا انھی کے کہنے پر آدم نے جنت کے درخت سے پھل کھایا تھا جبکہ اصل واقعہ اس کے برعکس ہے۔

قرون وسطی میں عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کرتے وقت بھی عیسائی راہب اور پادریوں کا دلچسپ موضوع عورت، اس کا حسن اور اس کا لباس ہی تھا اگر چہ ایک جانب عیسائی راہب ترک دنیا کی پرزور تبلیغ کرتے اس ضمن میں شادی بیاہ اور اولاد کی پیدائش کو محض دنیا پرستی کی علامت تصور کی جاتا دوسری جانب وہ سماج کی کمزور عورتوں کو نشانہ بناتے اگر وہ غربت کی وجہ سے کم لباسی کا شکار ہیں، یا وہ حاملہ ہیں یا وہ اپنے مخصوص ایام میں ہیں تو یہ تمام وجوہات اس عورت کے لئے ایک نا قابل معافی جرم اور سزا سے کم نہ تھی انھی وجوہات کی بناء پر ان کا چرچ میں داخلہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا اگر چہ اس طرح سے عیسائیت کی اشاعت تو زور وشور سے ہوتی رہی لیکن یورپی سماج میں عورت کا سماجی مقام ومرتبہ گھٹتا چلا گیا دوسری جانب انھی مذہبی ٹھیکیداروں نے چرچ میں خفیہ طور پر ہم جنس پرستی، نن ز کے ساتھ ناجائز جنسی تعلقات اور کلیساء اور سینٹ کے نام پر اپنے آپ کو وقف کرنے والی خواتین کے ساتھ جنسی تعلقات استوار کئے چنانچہ صرف وینس چرچ کی بیس جلدوں پر قائم دستاویزات میں ان مقدمات کی تفصیلات درج ہے کہ جس میں پادریوں اور نن ز کے خفیہ جنسی تعلقات کی وجہ سے ان پر مقدمات قائم کئے گئے یہ تو صرف ایک چرچ کا حال ہے۔۱۶۔

اسی ضمن میں سینٹ کیتھرائین آف سینا چرچ کے عہدیداران کے کرتوت کے حوالے سے لکھتا ہے !یہ کہنا غلط ہے کے صرف روم کے مذہبی رہنما اور عہدیداران ان بدعنوانیوں میں ملوث تھے جبکہ دستاویزات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کے اٹلی کے ہر شہر میں یہ بدعنوانی پھیلی ہوئی تھی اخلاقی برائیوں میں تو وینس روم سے برتر ہے لہٰذا اگر کوئی یہ کہتا ہے تو وہ غلط نہیں کے چرچ اور اس کے عہدے داران کا اثر اور عزت سماج میں کمزور ہوتی چلی گئی کیونکہ ان کی جنسی بداخلاقیوں نے انھیں اس حد

تک پہنچا یا ہے اوراب تو یہ بھی کہا جانے لگا ہے کے انھیں بھی شادی کی اجازت دے دینی چاہیے ۔۱۷

امریکی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

انگریزی زبان میں عورت کو'وومن' کہا جاتا ہے،امریکی سماج میں انسانی حقوق اور بالخصوص حقوق نسواں کا بڑا شوراور غلغلہ ہے جدید مغربی تہذیب نے بظاہر اپنے یہاں کی عورت کو بلند اور مساوی درجہ دینے کا اعلان بھی کیا اوراس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کے امریکی اور یورپی سماج مرد وزن دونوں ہی کو برابری کے حقوق اور حیثیت دیتا ہے تاہم ہر وہ کام جو مرد کرسکتا ہے وہ عورت بھی کرسکتی ہے لہٰذا عورت کو گھر سے نکل کر زندگی کے ہر شعبے میں اپنی خدمات اور برابری کا مقام حاصل کرنا چاہیے اس نظریہ کے علمبرداروں نے سماجی سطح پر اس نعرے کو عام کیا!

Women! Make Policy not Coffee

یعنی۔(کافی نہ بناؤ بلکہ پالیسی بناؤ)،امریکی سماج میں رہنے والی عورت کے مسائل اوراس کے ساتھ سماجی ظلم وستم کا مطالعہ کیا جائے تو حیرت فزوں تر ہو جاتی ہے کیونکہ امریکی یا یورپی سماج نے اپنے یہاں کی عورت کی آزادی کا جو نقشہ کھنچا ہے اس میں آزادی کی آڑ میں اس کا شدید ترین جسمانی اور نفسیاتی استحصال کیا جارہا ہے جیسے کے علم الانسان کی ماہر ڈاکٹر مارگریٹ میڈ نے مغربی خواتین کے حقوق پر کی گئی تحقیق میں یہ ثابت کیا کے سماجی سطح پر عورتوں کو دیئے گئے حقوق کے تمام دعوے اور انکشافات محض جھوٹ کا ایک پلندہ ہیں کیونکہ آج بھی مغربی مرد گھریلو معاملات میں اپنے پاس مکمل اختیارات رکھتا ہے جبکہ گھر کے اندر بھی اسی کی چلتی ہے۔

اجرت۔۔۔۔امریکہ میں ایک ہی جیسے کام کرنے کی اجرت مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی ۶۰ فیصد تک کم ہے حالانکہ وہ کام ایک جتنا ہی کرتی ہیں جبکہ اس کے ساتھ ساتھ انھیں مالکان یا اپنے ساتھ کام کرنے والے مردوں کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کرنے کی بھی کوششیں کی جاتی ہیں اب چاہے وہ عورت کسی آفس،کارخانے،فیکٹری،عدالت،اسپتال یا شاپنگ سینٹر میں

بطور سیلز گرل کے ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ صورت حال لازمی ہے تاہم عورت کی شکایت کے نتیجے میں اس پر کام کا مزید بوجھ بڑھاتے ہوئے اس کی مشکلات میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے اس صورت حال کے پیش نظر بیشتر خواتین عدالت جانے کے بجائے نوکری کو چھوڑنا زیادہ پسند کرتی ہیں اب جہاں تک نوکری کی مجبوری کی بات ہے تو اس کی ذمہ داری بھی مغربی سماج پر ہی عائد ہوتی ہے کیونکہ وہاں کے نوجوان، جوان ہوتے ہی اپنے والدین کا گھر چھوڑ دیتے ہیں پھر ان کی شادیاں بھی تادیر قائم نہیں رہتی جس کے نتیجے میں تنہا خواتین کو اپنی گزر بسر کے لئے نوکری کرنی پڑتی ہے اب اگر وہ یہ نوکری بھی چھوڑ دیں تو پھر ان کے پاس کوئی اور متبادل راستہ موجود نہیں ہوتا چنانچہ مغربی خواتین کے آڑے اگر یہ مجبوری نہ ہو تو یقیناً وہاں کے دفاتر عورتوں سے خالی ہو جائیں۔

ذیل میں ان نام نہاد حقوق کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مساویانہ حقوق۔۔۔قانونی اعتبار سے امریکہ نے خواتین کو مساویانہ حقوق دئے ہیں لیکن اس قانون نے ابھی تک عملی شکل اختیار نہیں کی۔

ایلن گڈ مین ٹائم نیوز کی ۶ جولائی ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں لکھتی ہیں!

We 're still waiting for equal Status. یعنی (امریکی عورت ابھی تک مساوی درجہ پانے کا انتظار کر رہی ہے) ایک امریکی جریدہ سائیکلوجی ٹوڈے میں کئے گئے ایک سوالنامے میں ۵۱ فیصد مردوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کے امریکی سماج میں عورتوں کا استحصال بالکل اسی طرح سے کیا جا رہا ہے جس طرح سے کالے نیگروز کا استحصال کیا جاتا ہے۔

امریکی صدر بل کلنٹن کی اہلیہ جب انڈیا گئیں تو انھوں نے وہاں مسلمان لڑکیوں کو دیکھ کر کہا کے انھیں سفر کرتے ہوئے صرف ایک بیگ اٹھانا پڑتا ہے جبکہ ہمارے یہاں لڑکیوں کو دو بیگز (اپنا اور اپنے ناجائز بچے) کا بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

سیاسی نمائندگی۔۔۔سیاسی طور پر عورتوں کی نمائندگی بھی برائے نام ہے جبکہ خاتون صدر مملکت کا تصور اب تک امریکہ میں ایک مذاق سمجھا جاتا ہے مسز روز ویلٹ (امریکی صدر کی بیوی) نے

۱۹۳۴ء میں یہ کہا تھا ابھی ہم اس نوبت کو نہیں پہنچے ہیں کے عوام کی اکثریت ایک عورت کی صدارت کو قبول کرتے ہوئے اس پر اپنے اطمینان کا اظہار کر سکے۔

امریکی صدر نکسن نے امریکی خواتین سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کے وہ انھیں سرکاری محکموں میں ملازمتیں دلوائیں گے جبکہ انھوں نے وائٹ ہاؤس میں خواتین کے ایک شعبے کا افتتاح بھی کیا لیکن آج بھی واشنگٹن کی عورت مشکل سے ہی کسی اونچے سرکاری عہدے تک جا سکی ہے یہاں تک کے امریکی سماج میں کوئی عورت کورٹ کی جج بھی نہ بن پائی اگر چہ دو خواتین ایسی ضرور ہیں کے جنھیں امریکہ کی تاریخ میں کابینہ میں بیٹھنے کا موقع مل سکا جبکہ ایک امریکی خاتون سینیٹ میں اور گیارہ خواتین ہاؤس آف ریپریزنٹیٹیو بنیں لیکن نیو یارک وہ واحد اسٹیٹ ہے کے جہاں ایک خصوصی ویمنز ایڈوائزری یونٹ برائے گورنر قائم ہے مگر اس کا حال بھی دوسروں سے کچھ مختلف نہیں جب ہی اس کے بارے میں ایک سیاہ فام خاتون نے یہ کہا ہم تو صرف ایک علامتی ایجنسی ہیں۔

علوم وفنون۔۔۔ دیگر علوم وفنون کے حصول میں بھی امریکی عورت دوسرے ممالک کی عورتوں سے پیچھے ہیں مثلاً امریکہ کے ۳۵۰۰۰۰ سائنسدانوں میں خواتین سائنسدانوں کی تعداد صرف ۱۰ فیصد ہے اسی طرح سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی بہت کم خواتین کے پاس ہے جس کی وجہ سے ان کی اعلیٰ سائنسی عہدوں تک رسائی ناممکن ہے مثلاً نیشنل اکیڈمی آف سائنس کے منتخب ممبرز کی تعداد تقریباً ۸۰۰ ہے جس میں سے خواتین ارکان کی تعداد صرف ۹ ہے۔

سائنس کے نوبل پرائز کے حامل ۱۲۷۸ افراد میں سے خواتین صرف ۶ ہیں۔

عریانیت۔۔۔۔ مغربی سماج میں عریانیت (Pornography) ایک مکمل انڈسٹری بن چکی ہے مغربی عورت ایک جنس یا سودے کی شکل میں مسلسل بازار میں بک رہی ہے خواہ وہ کتابیں، تصاویر، مجسمے یا فلموں کی شکل میں ہو یا کال گرل کی صورت میں۔

ایک سروے رپورٹ کے مطابق صرف امریکہ اس عریانیت کے کاروبار کے ذریعے سالانہ ۱۶

بلین ڈالرز کماتا ہے جبکہ امریکہ میں عریانیت کو ہی اصل جنسی جرائم کا سبب قرار دیا گیا ہے ایک کمیشن کی رپورٹ میں عریانیت کی صنعت اور منظم جرائم میں گہرے تعلق کی نشاندہی بھی کی گئی ہے

جنوبی امریکی یالاطینی امریکی خواتین کا سماج میں مقام ومرتبہ

ایک سروے رپورٹ کے مطابق سوسالہ جدوجہد کے باوجود آج بھی امریکی عورت اسی مقام پر ہے جہاں وہ سوسال قبل تھی امریکہ میں مرد آج بھی عملاً جنس برتر کے طور پر جانا جاتا ہے شاید اس کی وجہ وہ قدیم نظریہ ہے جو کے حیاتیاتی اور نفسیاتی ہے،فطری اعتبار سے دونوں کی جسمانی اور نفسیاتی ساخت میں خاصا فرق ہے لہٰذا اسی فرق کوملحوظ رکھتے ہوئے قدرت نے ان دونوں کے فطری رجحان اور ذمہ داریوں کا الگ الگ تعین کیا ہے یعنی خواتین یالڑکیاں حساس اور زودرنج ہوتی ہیں اور وہ ذراذراسی بات پر اپنے گہرے جذبات کا اظہار بھی برملا کر لیتی ہیں شاید فطرت نے انھیں ایسا اسی لئے تخلیق کیا ہے کیونکہ ان پر ان کے گھر، خاندان اور بچوں کی بھاری ذمہ داریاں عائد ہیں اور ان ذمہ داریوں کو بہ احسن وخوبی نبھانے کے لئے ان کی فطرت میں حساسیت کا ہونا ضروری اور لازمی ہے بچے اپنے باپ کی بہ نسبت اپنی ماؤں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور انھیں اپنے تمام مسائل اور معاملات سے آگاہ رکھتے ہیں دوسری جانب مردوں کی فطرت میں لاابالی پن، قدرے سخت گیری، جذباتیت اور حساسیت کی کمی اور کسی احساس کو گہرائی تک محسوس کرنے کی رسائی عام طور پر کم ہوتی ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کے انھیں دنیا میں بڑے بڑے مسائل اور چیلنجز درپیش ہوتے ہیں اسی طرح سے انھیں اپنے ،گھر ، بچوں اور بسا اوقات ملک وقوم کے لئے بھی بڑے اور مشکل فیصلے کرنے ہوتے ہیں تاہم فطرت اگر انھیں ایسا نہ بنائے تو پھر یہ مشکل کام کون کرے؟ بچپن سے لڑکے اور لڑکیوں کے ان رجحانات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کیونکہ لڑکے ہمیشہ ان کھیل کھلونوں کا انتخاب کرتے ہیں جس میں جسمانی مشقت اور دوڑ بھاگ شامل ہو جیسے کرکٹ ، ہاکی ، فٹ بال ، سپرمین ، بیٹ مین ، اسپائیڈر مین ، رسلینگ ، جہاز موٹر سائیکل اور بندوق وغیرہ جبکہ لڑکیاں عام طور پر گڑیا ، کچن کا سامان ، گھر کو سجانا سنوارنا اور کنگ

وغیرہ سے متعلق کھیلوں کو زیادہ پسند کرتی ہیں لہٰذا جب تک افراد اپنے فطری تقاضوں سے ہم آہنگ رہتے ہیں ایک گہرے سکون کا احساس ان کے اندر موجود رہتا ہے لیکن جیسے ہی وہ فطرت کے اٹل قوانین سے سرکشی کی روش اختیار کرتے ہیں بے شمار مسائل کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ان کا خیر مقدم کرتا ہے عورت کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے وحدت پسندی، گھر اور اس میں رہنے کی محبت ڈالی ہے یعنی فطری طور پر وہ ایک خانہ پسند اور ایک ہی مرد کے لئے بنی ہے کا احساس لے کر دنیا میں بھیجی جاتی ہے جبکہ فطری طور پر عورت کے مزاج میں مردوں کی طرح کثرت پسندی سے گریز بھی رکھا ہے جب ہی ہمارے سماج میں عورتیں شادی کے بعد اپنے شوہر اور گھر بچوں کی ہی ہو کر رہ جاتی ہیں اور بسا اوقات ان کے صحت کے مسائل جس میں موٹا پا یا بھدا پن ان کو دوسروں کی نظر میں ناپسندیدہ تو بنا تا ہے لیکن وہ اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن ہوتی ہیں لہٰذا یہ باتیں ان کے لئے غیر اہم ہوتی ہیں پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کے عورت کی کوئی مجبوری یا مصنوعی میدانوں میں اس کی شہرت یا کریئر کی وقتی چمک دمک اسے شہرت اور کامیابیوں کی بلندیوں تک تو پہنچا دیتی ہے لیکن بلا آخر اس کا فطری رجحان اسے ایک نہ ایک دن مکمل سکون کے حصول کے لئے اپنے گھر کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ اسلام اسی فطری قانون کے تحت اسے رعایت دیتا ہے لیکن نام نہاد آزادی نسواں کے ٹھیکیداروں نے عورت کی آزادی کے نعرے کی آڑ میں اس کے لئے مسلسل پابندیوں اور استحصال کی راہ کو ہموار کیا ہے۔ اسلام مرد و عورت کو سوچنے سمجھنے اور درست فیصلہ کرنے کی آزادی دیتا ہے تاکہ وہ اپنے لئے مناسب مقام و محل کا تعین کر سکیں۔

جنوبی امریکہ ہو یا شمالی امریکہ یا پھر انتہائی تیز رفتار اور ترقی کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی مغربی سماجی اقدار و روایات جس نے اپنے فہم و فراست کے ذریعے بہت کچھ کھویا اور پایا تاہم مغربی عورت کی عفت اور دوشیزگی کو یہ تیز رفتاری اور آوارگی نگل گئی مغربی ماہرین سماجیات کا یہ ماننا ہے کے شادی سے قبل ہی تقریباً بیس برس کی ۷۰ فیصد سے زائد لڑکیاں مختلف جنسی تجربات سے گزر جاتی ہیں جبکہ ان میں سے ایک بڑی تعداد ایسی لڑکیوں کی بھی ہے جن کو بچپن سے ہی جنسی طور پر

ہراسان کیا جاتا ہے جبکہ ابھی انھیں اپنے اس قبیح استحصال کا مکمل شعور بھی حاصل نہ تھا لیکن اس آزادانہ جنسی رجحان نے سماج کو کئی نئے مسائل سے روشناس کروایا جن میں ایڈز سرفہرست ہے یہ ایک متعدی بیماری ہے جو لگتی ہے ماہرین ایڈز کو اس صدی کی بڑی آفتوں میں سے ایک قرار دیتے ہیں چنانچہ آزادانہ جنسی تعلقات جس کو اہل مغرب آزاد محبت کا نام دیتے ہیں وہ اب انھی کے لئے عذاب جان بن چکا ہے یہی نہیں بلکہ اس بے قابو ایڈز نے ڈاکٹر، سائنسدان، اہل علم اور دانشوروں کے ساتھ ساتھ عام انسانوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے دوسری جانب ہم جنس پرستی کے تجربات نے خاندانی نظام کا جنازہ بھی خوب دھوم دھام سے نکالا ہے لہٰذا ایسی ہی ایک مثال کے جس میں دو خواتین نے آپس میں شادی کا فیصلہ کیا پھر جب انھیں اولاد کی خواہش ہوئی تو ڈاکٹرز کی مدد سے انھوں نے کسی میل اسپرم کو یوٹرس میں رکھوایا تا کہ ایک ٹیسٹ ٹیوب بے بی پیدا کیا جا سکے اب جب ٹیسٹ ٹیوب بے بی دنیا میں آیا تو کچھ عرصے کے بعد انھیں یہ خیال آیا کے ہم دونوں خواتین مل کر اپنے بچے کو ایک باپ (مرد) کا احساس نہیں دے سکتے لہٰذا خاندان اور اڑوس پڑوس کے مردوں سے یہ گزارش کی گئی کے وہ ان کے گھر آئیں اور ان کے بچے کو ایک مرد کا احساس دیں اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسے مرد کی تلاش بھی جاری رہی جو ان کے بچے کو ہفتے میں کچھ گھنٹے کے لئے باپ کا احساس اور محبت دے سکے لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کے آخر قوانین قدرت کے ساتھ اتنی اٹھا پٹخ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیا فطرت نے یہ دروازہ پہلے سے کھول کر نہ رکھا تھا؟ اور کیا اجرتی باپ اس بچے کو حقیقی باپ کی سی محبت دے سکے گا؟ وغیرہ یہ ایک نیا پینڈورا باکس تھا جو اہل مغرب نے خود اپنے لئے ہی کھول دیا ہے تاہم دیگر بڑے مذہب جن میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام شامل ہے ان میں خواتین کی سماجی حیثیت پر بھی ایک مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہودیت میں خواتین کا سماجی مقام ومرتبہ

یہودیت ایک نسلی مذہب ہے اور یہودیوں کے بقول وہ اللہ کی منتخب قوم ہیں یہ مذہب بنیادی طور پر بنی اسرائیل سے بحث کرتا ہے اگر چہ قوم بنی اسرائیل بلا شبہ ایک منتخب قوم تھی اور اللہ تعالی نے ان کی ہدایات کے لئے کئی رسول بھیجے ان کے سب سے بڑے نجات دہندہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی یہودیوں کی طویل تاریخ میں عبرانی زبان کی تحریف شدہ بائبل ہے جبکہ قانونی اور فکری اہمیت کی حامل تالمود ہے لیکن ان کی تحریف شدہ کتب عہد نامہ عتیق میں عورتوں کے بارے میں اچھی رائے موجود نہیں ان کے خیال میں مرد نیک صالح اور اچھے کردار کا حامل ہوتا ہے جبکہ عورت بدطینت اور چالاک و مکار ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ عورت ہی کی وجہ سے حضرت آدم کو جنت سے نکلنا پڑا کیونکہ اسی نے انھیں بہلا پھسلا کر اس درخت کے پھل کو کھانے کی ترغیب دی تھی جس کو کھانے کے بعد حضرت آدم کو جنت سے نکلنا اور اس کی نعمتوں سے محروم ہونا پڑا گویا حوا نے حضرت آدم کو نافرمانی پر اکسایا عہد نامہ قدیم میں یہ لکھا ہے جب حضرت آدم سے اللہ تعالی نے پوچھا کے تم نے میرے منع کرنے کے باوجود اس درخت کا پھل کیوں کھایا؟ تو جواب میں حضرت آدم نے کہا کے جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اسی نے مجھے اس کی ترغیب دی جس کے جواب میں اللہ نے حوا سے مخاطب ہو کر کہا میں تیرے درد حمل کو بڑھاؤں گا اور تو درد سے بچے کو جنے گی تو اپنے شوہر کی طرف رغبت رکھے گی اور تیرا شوہر تجھ پر حکومت کرے گا۔۱۸؎

بائبل میں مذکور ان جملوں سے یہودیوں کی عورتوں سے متعلق ذہنیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے یعنی ان کے یہاں عورت کی حیثیت سازشی اور محکومانہ ہے اسی طرح سے بائبل میں یہ بھی مذکور ہے کے اگر عورت نے کوئی منت یا قسم اللہ کے لئے مانی اور اس عورت کا باپ یا شوہر اگر اس عورت کو منع کر دے تو خداوند اس عورت کو اس منت یا قسم سے معذور رکھے گا کیونکہ اس کے باپ یا شوہر نے اسے اس چیز کی اجازت نہیں دی۔۱۹؎

یہودی قانون میں مرد وارث کی موجودگی میں عورت وراثت سے محروم ہو جاتی ہے نیز اس کو قانوناً دوسری شادی کا اختیار بھی نہیں یہودی عقیدے کے مطابق عورت کا وجود ناپاک ہے اور دنیا میں جتنی بھی مشکلات اور مصیبتیں ہیں ان سب کی ذمہ دار صرف اور صرف عورت ہے۔

عیسائیت میں خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ

عیسائیت کے نقطہ نظر تو یہودیت سے زیادہ سخت ہے چنانچہ ان کے یہاں عورت کی بے حد تحقیر و تذلیل کی جاتی ہے نیز اسے انسانیت کا مجرم بھی گردانا جاتا ہے ان کے نزدیک عورت برائی کی جڑ اور مصیبت کا ذریعہ ہے اور تمام انسانی مصائب و مشکلات اسی کی وجہ سے ہیں اگرچہ عیسائی بھی کتاب پیدائش کا ہی حوالہ پیش کرتے ہیں تاہم عیسائیوں کے نقطہ نظر کو ان کے ایک مصنف Tertullian نے اس طرح سے واضح کیا ہے کہ عورتو تم نہیں جانتیں کہ تم میں سے ہر ایک حوا ہے خدا کا تقویٰ جو تمھاری جنس پر تھا وہ اب بھی تم پر موجود ہے تم شیطان کا دروازہ ہو اور تم ہی نے آسانی کے ساتھ خدا کی تصویر یعنی آدم کو ضائع کیا اسی طرح سے تحریف شدہ انجیل اور اس میں شامل مقدس خطوط (سینٹ پال جو موجودہ عیسائیت کا بانی تصور کیا جاتا ہے) عورت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے یہ لکھتا ہے عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سیکھنا چاہیے اس کو مرد پر حکم چلانے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہئے اور مرد کے آگے خاموش رہنا چاہئے کیونکہ پہلے آدم کی تخلیق ہوئی اس کے بعد حوا کی اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ حوا نے فریب کھا کر گناہ کیا۔

ایک مسیحی روحانی شخص کرائی سوسٹم عورت کے بارے میں لکھتا ہے عورت ایک ناگزیر برائی اور پیدائشی وسوسہ ہے وہ ایک مرغوب آفت اور خانگی خطرہ ہے جبکہ ایک غارت گر دلربائی بھی اگرچہ وہ ایک آراستہ مصیبت ہے۔

مسیحیت میں صنفی تعلقات سے کنارہ کشی کو ہی مذہبی کمال تصور کیا جاتا ہے لہٰذا ان کے یہاں مجرد زندگی کو تقویٰ اور بلندی کا معیار سمجھا جاتا ہے کیونکہ صنفی تعلق کو قائم کرنے میں عورت ہی کا بنیادی

کردار ہوتا ہے لہٰذا اسے پست، ذلیل اور گناہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اسی لئے میسحیت میں جتنے بھی قوانین بنے اس میں عورت کی حیثیت کو ہر حال میں پست اور ذلیل ہی رکھا گیا یہی وجہ تھی کے وراثت اور ملکیت میں اس کے حقوق بے حد محدود تھے یہاں تک کے اسے اپنی کمائی، طلاق اور خلع پر قطعاً کوئی اختیار حاصل نہ تھا جبکہ مردوں کے مقابلے میں خواتین کے حقوق بے حد محدود تھے یہاں تک کے اسے اپنی کمائی، طلاق اور خلع پر قطعاً کوئی اختیار نہ تھا، ان کے قانون کی رو سے نکاح کا تعلق ناقابل انقطاع ہے اور نکاح ثانی کا تو سرے سے کوئی تصور ہی موجود نہیں خواہ زوجین میں سے کسی کی موت ہی کیوں نہ واقع ہو جائے، مسیحی علمائے کرام کی نظر میں نکاح ثانی مہذب زنا کاری ہے ان قوانین کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے میسحیت نے عورت کی تحقیر اور تذلیل کے غرض سے اسے مختلف پابندیوں میں جکڑے رکھا ان کے یہاں عورت کی زندگی ایک بے بس مخلوق اور مرد کے ہاتھ میں ایک کھلونے سے کم نہیں ہے۔

اسلام میں خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ

قبل اور بعد از اسلام خواتین کے سماجی مقام و مرتبہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کے تاریخی شواہد پر بھی سرسری نگاہ ڈالی جائے۔ ذیل میں ایک سرسری تاریخی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قبل از اسلام خواتین کی حالت:

عرب کی آبادی مختلف قبائل اور طبقات پر مشتمل تھی لہٰذا ہر طبقے کے حالات بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے تاہم طبقہ اشراف میں مرد و عورت کا تعلق خاصا ترقی یافتہ تھا عورت کو اس سماج میں کافی حد تک خود مختاری اور اختیارات حاصل تھے اس کی بات بھی کسی حد تک سنی اور مانی جاتی اور اس کا احترام اور تحفظ بھی کیا جاتا یہاں تک کہ اس کے تحفظ میں بسا اوقات تلواریں تک نکل جایا کرتیں اور شدید خونریزی بھی ہو جاتی اسی طرح کچھ با اختیار خواتین ایسی بھی تھیں کہ جن کے کہنے پر قبائل میں باہم صلح یا جنگ بھی ہوا کرتی عرب مرد جب اپنی بہادری، شجاعت، جوانمردی، حسن، ذہانت یا دلیری کا ذکر کرتے تو اکثر ان کی مخاطب خواتین ہی ہوا کرتیں لیکن ایک نکتہ اہل عرب میں ایسا بھی

تھا کے جس پر عرب مرد قطعاً کوئی دلیل بازی یا حجت نہ کرتے اور وہ نکتہ عرب عورتوں کا حسن بے مثال تھا جس نے بڑے بڑے کڑیل جوانوں کو پچھاڑ کر رکھ دیا تھا یہ دشت وصحرا کی سانولی حسین عورتیں جن کا حسن دل موہ لینے کے لئے نا صرف کافی تھا بلکہ یہ حسن تو لاکھوں قصہ ہائے محبت کا حق دار بھی تھا لیکن صحرا کی گرم آب و ہوا کے باعث اس حسن کی معیاد دیر پا نہ تھی عام طور پر دس بارہ برس کی لڑکی کو اس کا باپ قبیلے کے کسی بہادر اور خوبرو نوجوان سے بیاہ دیتا تاہم شوہر یا عاشق کی یہ ذمہ داری ہوتی کے وہ اس دوشیزہ کو بھرپور تحفظ دے بسا اوقات یہ نوجوان ان دوشیزاؤں کی خاطر سماج سے بھی ٹکرا جایا کرتے عرب عورتوں کے بچپن یا جوانی کے کچھ ایام ہی خوشگوار گزرتے بعد ازاں ان کے فرائض میں یہ شامل تھا کے وہ ایسے بہادر، نڈر اور دلیر بچے پیدا کریں جو دشمنوں سے جنگیں لڑتے ہوئے انھیں زیر کریں تاہم عرب خواتین اپنے باپ، شوہر یا بیٹے کی جائیداد میں شمار کی جاتیں اور میراث میں منتقل ہوتیں جبکہ ان خواتین کی بہت کم تعداد ایسی بھی تھی جو اپنے شوہر کی ساتھی یا دوست تھیں اکثر یہ عرب خواتین اپنے شوہر کی متعدد بیویوں میں سے ایک ہوتیں اگرچہ عرب بدو عورت کی پر اسرار دلکشی اہل عرب کی شعر گوئی میں جنگ کے موضوعات کی ہم پلہ تھی قبل از اسلام عرب عموماً ناخواندہ تھے لیکن بجا طور پر ان کی شاعری کے موضوعات میں گھوڑے، جنگیں، شراب اور حسین عورتیں ہی ہوا کرتیں چنانچہ ان موضوعات پر عرب کے تقریباً ہر شاعر نے قلم اٹھایا لیکن یہاں عرب کے ایک ممتاز شاعر امراؤ القیس کے قصیدے کو کچھ حصہ بیان کیا جا رہا ہے جس میں وہ بلا جھجک عرب دوشیزاؤں کے حسن کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے اس کا حسین رخسار مست آنکھیں، ہرنی جیسی خوش نما گردن، سیاہ گھنے اور دراز گیسو، مثل اسحل کے نرم و نازک انگلیاں ،اونٹ کی مہار جیسی پتلی کمر، زردی مائل گوری رنگت جو ہاتھ لگانے سے بھی میلی نہ ہو اور اس کا دراز قد ایسا ہی ہے کے جس کو دیکھ کر محتاط اور زاہدوں کے دل و دماغ بھی مسحور ہو جائیں وہ مزید لکھتا ہے جب میں اپنی محبوبہ کو ملنے کے لئے گیا تو اس وقت آسمان پر کہکشاں کے کنارے اسی طرح سے چمک رہے تھے جس طرح قیمتی موتی کے دانے چمکتے ہیں اور اس کے محافظ اس کی حفاظت پر مامور

اور میرے قتل کے لئے بے چین تھے۔ ۲۰؂

کچھ قبائل اور طبقات ایسے بھی تھے جہاں خواتین کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی مرد اپنی عزت اور تخت کو بچانے کے لئے انھیں قربان کر دیا کرتے قبائلی یا خاندانی دشمنی میں یا اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے ایک دوسرے کے یہاں خواتین کا تبادلہ کیا جاتا مرد، عورت کو اپنی جائیداد تصور کرتا جبکہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کا رواج بھی ان کے یہاں عام تھا چنانچہ اسی قبیح فعل کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کرتے ہوئے کہا!

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ۔

ترجمہ۔ان میں سے جب کسی کے یہاں بیٹی کی پیدائش ہوتی تو وہ سارا دن بے رونق چہرہ لئے ہوتا اور دل ہی دل میں گھٹتا رہتا کہ جس چیز کی اسے خبر دی گئی ہے اس کے عار سے وہ لوگوں سے کس طرح سے منہ چھپائے اور کبھی ذلت کی حالت میں وہ یہ سوچتا کہ اس بیٹی کو زندہ مار کر زمین میں ہی دفن کر دوں۔ ۲۱؂

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ۔

ترجمہ۔ جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی؟۔ ۲۲؂

اکثر مذہبی تہوار یا کسی وبا و بلاء سے بچنے کے لئے خواتین کو دیوتاؤں کے آگے قربان کر دیا جاتا، دور فاروقی میں پیش آنے والا واقعہ مصر قابل غور ہے جب نیل کے پانی کی کمی کو دور کرنے کے لئے اہل مصر نے ایک کنواری لڑکی کی قربانی اور اس کے خون کو دریائے نیل میں بہانے کی پرانی روایت پر اصرار کیا، اس کے علاوہ ہندوستان اور افریقہ میں بھی خوبصورت نوجوان دوشیزہ کا خون دیوی یا دیوتا کے چرنوں میں بہانے کے کئی واقعات تاریخ کی کتب میں درج ہیں اگر جنگ میں شکست کے آثار نمایاں ہوتے تو وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی عورتوں کو قتل کر دیا کرتے ورا گروہ

ایسا نہ کر پاتے تو پھر دشمن جب ان پر غلبہ حاصل کرتے تو وہ ان خواتین کو شدید ظلم وستم کا نشانہ بناتے یہی نہیں بلکہ اسلام کے آجانے کے بعد بھی جب کفار مکہ مسلمانوں سے جنگ کے لئے آتے تو اپنی عورتوں کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں لاتے۔ طبقہ اشرافیہ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کے ان کے حرم میں بے شمار خوبصورت کنیزیں ہر وقت موجود رہیں لہٰذا زمانہ جاہلیت میں خواتین کو نہ تو علم حاصل کرنے کا اختیار تھا اور نہ ہی دیگر بنیادی حقوق تک ان کی رسائی تھی شاید اسی وجہ سے حارث بن قیس اسدی کہتے ہیں کے میں جب اسلام لایا تو اس وقت میری آٹھ بیویاں تھیں جن کے بارے میں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ان میں سے چار کو اختیار کرلو۔ ۲۳۔

غیلان بن اسلم ثقفی جب ایمان لائے تو دور جاہلیت میں ان کی دس بیویاں تھیں جو ان کے ساتھ ہی اسلام لے آئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا! ان میں سے چار کو اختیار کرلو۔ ۲۴۔ اس دور میں طلاق پر کوئی پابندی نہ تھی بلکہ عدت ختم ہونے سے پہلے ہی عورت سے رجوع کرلیا جاتا اس طرح وہ عدت کو کبھی ختم ہی نہیں ہونے دیتے اور بہانے بہانے عورت کو تنگ کرتے ابو بکر جصاص لکھتے ہیں اس دور میں سوتیلی ماں سے بھی نکاح ہو جایا کرتا اور سماج میں اس کو قطعاً معیوب نہ سمجھا جاتا یعنی باپ کی بیوہ سے شادی کرلینا اس دور میں عام سی بات تھی۔ ۲۵۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَّسَآءَ سَبِيْلًا۔

ترجمہ۔ ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو ہو چکا سو ہو چکا بے شک یہ بے حیائی اور بڑے غضب کی بات ہے اور بری راہ ہے۔ ۲۶۔

ذیل میں زمانہ جاہلیت کے نکاح کے دس طریقے درج کئے جارہے ہیں جو اس سماج میں موجود تھے

۱۔**زواج البعولۃ** ۔۔۔ یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا اس میں مرد ایک یا ایک سے زائد کئی عورتوں کا مالک ہوتا یہاں بعولت شوہر کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۲۔**زواج البدل** ۔۔۔ یعنی بیویوں کا تبادلہ۔ دو مرد آپس میں اپنی اپنی بیویوں کو بدل لیا کرتے جس کا ان کی بیویوں کو بھی پتا نہ ہوتا۔

۳۔**نکاح متعہ** ۔۔۔ یہ نکاح بغیر خطبہ اور گواہوں کے منعقد ہوتا اور عورت اور مرد آپس میں ایک مخصوص مدت تک کے لئے ایک خاص مہر پر متفق ہو جایا کرتے جبکہ مدت ختم ہوتے ہی نکاح بھی ختم ہو جایا کرتا اس میں طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی ذمہ داری ہوتی جبکہ اس اولاد کو باپ کا نام بھی نہیں دیا جاتا۔

۴۔**نکاح الخذن** ۔۔۔ اس کو دوستی کی شادی بھی کہا جاتا یعنی مرد اپنی کسی بھی دوست کو اپنے یہاں بغیر نکاح اور مہر کے رکھتا اس سے جنسی تعلق استوار کرتا جب وہ دونوں الگ ہونا چاہتے تو الگ ہو جاتے اس میں طلاق کی نوبت نہیں آتی۔

۵۔**نکاح الضعیۃ** ۔۔۔ اس میں جنگ کے بعد فاتح قوم کو جو عورتیں ہاتھ لگتیں وہ ان کو اپنے تصرف میں لیتے چاہے انھیں کنیز بناتے یا بیچ دیتے یا پھر ان کا جنسی استحصال کرتے۔

۶۔**نکاح شغار** ۔۔۔ یہ نکاح ادلے بدلے یعنی وٹے سٹے کا نکاح ہوتا اس میں کوئی شخص اپنے زیر دست لڑکی کا نکاح دوسرے مرد سے اس شرط پر کرتا کے وہ بھی بدلے میں اس کو کوئی لڑکی دے گا اس قسم کے نکاح میں مہر مقرر نہیں ہوتا۔

۷۔**نکاح استبضاع** ۔۔۔ اس طریقے کی شادی میں شوہر اپنی بیوی کو دوسرے خوبصورت مردوں کے پاس بھیجتا تا کہ ان کے یہاں خوبصورت اولاد پیدا ہو پھر جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی تو وہ واپس اپنے شوہر کے پاس آجاتی۔

۸۔**نکاح الرہط** ۔۔۔ یہ اجتماعی نکاح ہوتا اس میں ایک عورت تقریباً دس مردوں کے ساتھ جنسی

تعلق کو استوار کرتی پھر جب وہ حاملہ ہوتی تو وہ ان سب مردوں کو بلاتی اور جس کو چاہتی بچے کے باپ کے طور پر نامزد کر دیتی جیسے وہ تمام مرد بخوشی قبول کرتے اور انھیں اس عورت کے فیصلے سے انکار کی اجازت نہ تھی۔

۹۔نکاح لبغایا۔۔۔اس نکاح میں دس سے زائد مردوں کا ایک عورت کے ساتھ جنسی تعلق استوار ہوتا جب وہ حاملہ ہو جاتی تو وہ تمام مرد اس بچے کی ولدیت کا فیصلہ کرتے کہ آیا یہ ہونے والا بچہ کس کا ہے۔

۱۰۔نکاح۔۔۔جس طرح کا نکاح آج جائز ہے جس میں خطبہ نکاح پڑھا یا جاتا ہے گواہ اور وکیل ہوتے ہیں پھر مہر بھی طے کیا جاتا ہے اور قاضی لوگوں کی موجودگی میں نکاح پڑھاتا ہے جبکہ مرد کے ذمہ عورت کا نان نفقہ ہوتا ہے چنانچہ اسلام آنے کے بعد نکاح کی باقی نو اقسام ممنوع ہو گئیں جبکہ صرف اسی قسم کو باقی رکھا گیا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح جب
حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو وہ بھی اسی طریقہ سے ہوا۔۲۷

اسی طرح سے خواتین کو وراثت میں حصہ دئے جانے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی جاتی اور خاندان کے زور آور مرد اس دولت و جائیداد کو زبردستی ہتھیا لیا کرتے ،حضرت ثابت بن قیسؓ جب احد میں شہید ہوئے تو ان کی بیوہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر یہ شکایت کی ثابت بن قیسؓ کے بھائیوں نے ان کی تمام دولت اور جائیداد پر قبضہ کر لیا ہے کیونکہ (اس زمانہ کا دستور ہی یہ تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا! اللہ ہی اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا اس پر سورہ النساء کی آیات کا نزول ہوا جس میں میراث کے بارے میں احکامات بیان کئے گئے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کے بچوں کو دو تہائی جبکہ ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دیا جائے گا اور جو بچ جائے گا وہ بھائیوں کا ہوگا، اس دور میں خواتین پر چاہے کتنا ہی ظلم و ستم کیا جاتا لیکن انھیں قانونی چارہ جوئی کا قطعاً کوئی اختیار حاصل نہ تھا اور نہ ہی انھیں نوکری یا کاروبار کا کوئی اختیار تھا اگر ان کے مالکان ان سے نوکری کروا بھی لیتے تو ان کی اجرت پر خود قابض ہو جایا کرتے الغرض اس دور میں خواتین پر ڈھائے

جانے والے ظلم کی داستان بہت طویل ہے۔

بعد از اسلام خواتین کا سماجی مقام و مرتبہ

بنیادی انسانی حقوق کا فطری تصور اور حقوق نسواں کا اسلامی تصور

قرآن کریم میں عورت کے لئے لفظ 'نساء' استعمال کیا گیا ہے لغت میں جس کے معانی بیویاں، قریبی رشتہ دار عورتیں، مسلمان عورتیں اور خدمت کرنے والی عورتیں وغیرہ ہے (نساء، نسوۃ، نسوۃ، نسوان، نسیون، یہ سب جمع کے صیغے ہیں) لیکن لفظی ترجمہ بیویاں ہے۔

سیاق یا قرینہ سے بیویاں یا قریبی عورتیں یا اور کسی قسم کی مخصوص عورتیں مراد ہوتی ہیں۔ ۲۸

المنجد میں 'نساء' سے مراد عورتیں ہیں انھیں نسیات بھی کہا جاتا ہے۔ ۲۹

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۔

ترجمہ۔ جو شخص نیک عمل کرے چاہے وہ مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا کریں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انھیں ضرور دیں گے۔ ۳۰

وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ۔

ترجمہ۔ اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ۳۱

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس

میں بہت سے نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور فکر کرتے ہیں۔ ۳۲

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ
وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ
وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً
وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔

ترجمہ۔ بے شک مسلمان مرد، مسلمان عورتیں۔ ایمان لانے والے مرد ایمان لانے والی عورتیں، فرمانبرادار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، صدقات کرنے والے مرد صدقات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی عزتوں کی حفاظت کرنے والے مرد اپنی عزتوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ ۳۳

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى
بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ
وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔

ترجمہ۔ اللہ نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا اس لئے کے اللہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ہوں تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو سو جن لوگوں نے اللہ کی خاطر ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنھیں تکلیفیں دی گئیں اور جنھوں نے میری راہ میں جہاد کیا اور شہید ہوئے میں ان تمام لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دوں گا اور ضرور ان لوگوں کو ایسے

باغوں میں داخل کروں گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ اجر ہے اللہ کے پاس بے شک سب سے اچھا اجر اللہ ہی کہ پاس ہے۔ ۳۴۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے اور اگر کوئی (ذراسی) نیکی ہو تو اس کو بھی کئی گنا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے مزید اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ ۳۵۔

مندرجہ بالا آیات پر تفکر کے بعد ہم پر تین نکات کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی فضیلت انسانی کا ذکر ہوا ہے اس میں مرد وعورت دونوں کو ہی شریک کیا گیا ہے۔

۲۔قرآن کریم میں جہاں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کے انسان کی فلاح کا دارومدار ایمان وعمل پر ہے، وہاں عورت اور مرد دونوں کو ہی شامل کیا گیا ہے قرآن کریم نے یہ تاثر کہیں بھی نہیں دیا کے مرد چاہے کچھ بھی کرتا پھرے وہ معزز اور قابل احترام ہے اور اس کو داخل جنت کیا جائے گا اور عورت کتنی بھی پارسا ہو وہ پیدا ہی جہنم کے لئے ہوئی ہے یہ وہ باطل اسرائیلی نظریات ہیں جو کے ہمارے معاشرے میں بھی کسی نہ کسی طرح سے سرائیت کر گئے ہیں لیکن ان کی اہمیت قطعاً کچھ بھی نہیں ہے اللہ تعالی کے یہاں نیکی اور تقوی کو ہی شرف قبولیت حاصل ہے اب وہ چاہے کوئی بھی کرے مرد یا عورت۔

۳۔قرآن کریم یہ اصول کے طور پر بیان کرتا ہے کے کسی بھی معاشرے کے استحکام اور فساد کا دارومدار مرد وعورت دونوں پر ہی ہے اور یہ دونوں ہی مل کر معاشرے کو صالح بنیادوں پر استوار کر سکتے ہیں اس کے برعکس دونوں ہی تمدنی بربادی اور معاشرتی ہلاکتوں کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔قرآن کریم کا یہ بیان ہے کے صالح اور نیک بننے کی صلاحتیں جس طرح سے مردوں میں پائی جاتی ہیں بالکل اسی طرح سے عورتوں میں بھی پائی جاتی ہیں یعنی خیر اور شر کی قوتیں مرد اور عورت دونوں

میں ہی یکساں کام کر رہی ہیں ہم نہ ہی خیر کو مکمل طور پر ختم کر سکتے ہیں اور نہ ہی شر کی قوتوں سے جان چھڑا سکتے ہیں لہٰذا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی دنیا میں آمد اور ان کے پیغام کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کے حضرت آدمؑ سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک نے بنی نوع انسانیت کو ایک ہی پیغام دیا کے وہ اپنے اندر کی خیر کی قوتوں کو استحکام دیں اور انھیں مضبوط بنیادوں پر استوار کریں اور شر کی قوتوں پر قابو پائیں اس کے لئے عقائد اور مختلف عبادات کا پروگرام ترتیب دیا گیا تا کہ آدمی انسان بن سکے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۔

ترجمہ۔ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔ ۳۶؎

اگر عورت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان صلاحیتوں کا ادراک حاصل کر لے جو کے قدرت نے اسے دی ہیں تو اس کا وجود یقیناً اس دنیا میں صرف اور صرف سکون ہے چاہے وہ ماں، بہن، بیٹی، بیوی یا دوست کی شکل میں ہو یعنی ایک معاشرے میں عورت کی جتنی بھی ممکنہ شکل وصورت پائی جاتی ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ نے محبت اور رحمت رکھ دی ہے اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کے عورت میں اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا عکس موجود ہے کیونکہ دنیا کی ہر عورت کے اندر ۶۰،۰۰۰ روحانی صلاحیتیں پوشیدہ اور مستور ہیں اور ان صلاحیتوں سے واقفیت کے لئے ضروری ہے کے سب سے پہلے اپنے آپ کی پہچان حاصل کی جائے جب انسان اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے تو وہ اپنے رب کا عرفان بھی حاصل کر لیتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے!

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰاتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔اس کی نشانیوں میں سے ہے کے اس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ ۳۷؎

یہاں قابل غور امر یہ ہے کے قرآن کریم نے شوہر اور بیوی کے تعلق کو سکون کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا قرآن کریم میں اس مقصد کے لئے لفظ لِّتَسْکُنُوْا ، یا سکینہ، تسکیناً، سکن، سکناً اور سکنی کے الفاظ کئی مقامات پر آئے ہیں لغات القرآن میں سکن کے معنی سکون، اطمینان اور قلبی رجحان اور آسودگی کے ہیں اگرچہ سکون اور اطمینان کا بنیادی تعلق روح اور نفس سے ہے یعنی سکون انسان روحانی یا نفسیاتی طور پر محسوس کرتا ہے جب روح اور نفس پر سکون ہوں گے تو اس کے مثبت اثرات جسم پر بھی ظاہر ہوں گے پھر یہ سکون کی یہ کیفیت دائمی رشتے سے حاصل ہوتی ہے عارضی یا وقتی بندھن سے اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے اب سکون اور اطمینان کا لازمی تقاضا ہے کے آپس میں حسن اخلاق اور حسن کردار کے ساتھ زندگی بسر کی جائے جب ہی نکاح سے قبل لڑکے اور لڑکی کی مرضی کو اسلام اتنی زیادہ اہمیت دیتا ہے کیونکہ اگر آپس میں پسند یا محبت ہوگی تو زندگی کا طویل سفر بخوبی گزر سکے گا وگرنہ آپس کی چپقلش، لڑائی جھگڑے زندگی کو جہنم بنانے کے لئے کافی ہیں پھر بات یہیں پر ختم نہیں ہوجاتی ہے بلکہ اس کے اثرات بچوں اور دونوں خاندانوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کسی چیز کی محبت تمھیں (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا اور (اس کا عیب سننے سے) بہرہ کردیتی ہے۔ ۳۸؎

نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مرد عورت کی تفریق غلط ہے۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادات پاک ہیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب کسی کے یہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے یہاں فرشتے بھیجتے ہیں جو یہ کہتے ہیں اے گھر والو تم پر سلامتی ہو، تم پر سلامتی ہو، فرشتے اس بیٹی کو اپنے پروں کے سایے میں لے لیتے ہیں اور اس بچی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ کہتے ہیں یہ ایک ناتواں جان ہے جو ایک ناتواں اور کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی پرورش کرے گا قیامت تک اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔ ۳۹۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دنیا کی چیزوں میں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی ہے جبکہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔ عالمی انسائیکلوپیڈیا۔ مرتب۔ یاسر جواد۔ ص۔ ۱۹۱۶۔ ناشر الفیصل پبلیشرز لاہور۔

۲۔ سورہ یوسف۔ آیت۔ ۵۰۔

۳۔ سورہ یوسف۔ آیت۔ ۵۱۔

۴۔ سورہ القمر۔ آیت۔ ۵۱۔

۵۔ سورہ الانعام۔ آیت۔ ۶۔

۶۔ سورہ الانعام۔ آیت۔ ۴۵۔

۷۔ سورہ القلم۔ آیت۔ ۴۶۔

۸۔ سورہ رعد۔ آیت۔ ۴۱۔

۹۔ سورہ رعد۔ آیت۔ ۴۲۔

۱۰۔ سورہ زمر۔ آیت۔ ۶۹۔

۱۱۔ عہد قدیم مشرق و مغرب، سید سراج الاسلام۔ ص۔ ۹۵۔ پبلیشرز۔ انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔

۱۲۔ عہد قدیم مشرق و مغرب، سید سراج الاسلام۔ ص۔ ۱۱۲۔ پبلیشرز۔ انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔

۱۳۔ عہد قدیم مشرق و مغرب، سید سراج الاسلام۔ ص۔ ۱۴۲۔ پبلیشرز۔ انٹرنیشنل پریس کراچی۔ ۱۹۵۹ء۔

۱۴۔ عالمی انسائیکلوپیڈیا۔ مرتب یاسر جواد۔ ص۔ ۲۳۲۔ الفیصل پبلیشرز۔ لاہور۔

۱۵۔عہد قدیم مشرق ومغرب،سید سراج الاسلام۔ص۔۲۶۷۔پبلیشرز۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۱۶۔یورپ کاعروج۔ڈاکٹر مبارک علی۔ص۔۵۲۔فکشن ہاوس لاہور۔۲۰۰۰ء۔
.17.Will Durant"The Age of Renaissance,New York 1985.p
537.572
۱۸۔کتاب مقدس(پرانااور نیاعہد نامہ) کتاب پیدائش۔ص۔۱۱۔بائبل سوسائٹی لاہور۔۱۹۹۳ء۔
۱۹۔کتاب مقدس(پرانااور نیاعہد نامہ) کتاب گنتی۔ص۔۳۔۱۶۔بائبل سوسائٹی لاہور،۱۹۹۳ء۔
.20. Blunt,Lady A.and sir W.S,The Seven Golden Odes of 3
Pagan Arabia, P
۲۱۔سورہ النحل۔آیت۔۵۸۔۵۹۔
۲۲۔سورہ التکویر۔آیت۔۸۔۹
۲۳۔سنن ابی داؤد۔امام داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)۔ج۔۳۔کتاب الطلاق
۔دارالجیل۔بیروت۔۱۴۱۲ھ۔
۲۴۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی(متوفی ۲۷۹ھ)۔کتاب نکاح۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۱۴۴۱ھ۔
۲۵۔احکام القرآن۔الجصاص۔ابوبکر احمد بن علی الرازی(متوفی ۳۷۰ھ) دارالکتاب العربی۔بیروت۔
۲۶۔سورہ النساء۔آیت۔۲۲۔
۲۷۔تحفت الباری بشرح صحیح بخاری۔علامہ ابویحیی از کریا محمد انصاری(متوفی ۹۲۶ھ) کتاب النکاح۔مطبوعہ دار
الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۲۵ھ۔
۲۸۔لغات القرآن۔مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔ص۔۴۵۔ج۔۶۔دارالاشاعت کراچی۔
۲۹۔المنجد۔مرتب۔لوئیس معلوف۔ترجمہ۔مولانا عبدالحفیظ بلیاوی۔ص۔۸۹۱۔مکتبہ قدوسیہ۔اردو بازار لاہور۔
۳۰۔سورہ النمل۔آیت۔۹۷۔
۳۱۔سورہ التوبہ۔آیت۔۲۷۔
۳۲۔سورہ الروم۔آیت۔۲۰۔۲۱۔
۳۳۔سورہ احزاب۔آیت۔۳۵۔
۳۴۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۹۵۔

۳۵۔سورہ النساء۔آیت۔۴۰۔

۳۶۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۷۹۔

۳۷۔سورہ الروم۔آیت۔۲۰۔۲۱۔

۳۸۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔ج۔۲۔ص۔۳۴۳۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۳۹۔طبرانی۔

۴۰۔سنن نسائی۔امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) ج۔۷۔رقم الحدیث۔۳۹۴۹۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔

باب(۵):

عورت اور تعلیم۔حق نکاح، ولایت اور اسلام میں عائلہ کی اہمیت

عربی زبان میں عائلہ سے مراد خاندان کے ہیں جو دنیا کا سب سے زیادہ قدیم ترین ادارہ ہے اور جس کی ابتداء حضرت آدم اور حضرت حوا سے ہوئی جن کا نکاح آسمان پر ہوا تاہم جب وہ زمین پر آئے تو ان کی اولادیں پیدا ہوئیں اور وہ دنیا میں پھیلتی چلی گئیں معلوم یہ ہوا کے کائنات میں جو رشتہ سب سے پہلے استوار ہوا وہ شوہر اور بیوی کا رشتہ تھا اس کے بعد وہ دونوں اپنی اولاد کے والدین بنے دوافراد کے ازدواجی تعلق کے نتیجے میں خاندان وجود میں آتا ہے جبکہ مہذب معاشرے میں نکاح یا شادی کے ذریعے دوافراد قانونی اور شرعی طور پر اپنی ازدواجی زندگی کی ابتداء کرتے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کے خاندان ایک نہایت اہم اور مضبوط ادارہ ہے جس کے دو اہم ترین ارکان میں مرد وزن دونوں ہی شامل ہیں لیکن یہاں صرف خواتین کے حقوق وفرائض پر بات کی جائے گی کیونکہ زیر نظر کتاب 'صنف آہن' کا موضوع عورت ہے اس اعتبار سے سماج اور اسلام خواتین کو کیا کیا اختیارات اور حقوق دیتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

ا۔حصول علم کا حق

علم ایک ایسی حقیقت اور ضرورت ہے جو بنی نوع انسانیت کو اللہ کی طرف سے بطور خاص ودیعت کی گئی کتابوں میں درج علم بھی ضروری ہے لیکن اصل علم تو وہ ہے جو روز آنہ زندگی کے حقائق کی صورت میں ہماری نگاہوں کے سامنے سے گزرتی ہے اہل علم طبقہ تو ہمیشہ اپنی کوتاہ علمی کا ہی رونا روتا ہے کیونکہ علم کی اصل تعریف ہی یہ ہے کے انسان کو اپنی لاعلمی کا ادراک اور آگہی حاصل ہوجائے تاہم یہ ایک طویل اور فلسفیانہ بحث ہے جس کا کوئی سرا نہیں حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے علم اسماء عطا فرمایا یعنی کل کائنات میں جو بھی علوم وفنون، سائنس، ٹیکنالوجی اور حکمت کارفرما

ہے وہ سب کے سب آدم کو دے دیۓ گئے یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے علم کی تحصیل اللہ تعالی سے بذریعہ وحی کی اس کے بعد آدم سے وہ علوم ان کے اہل خانہ یعنی بیوی اور بچوں کو منتقل ہوئے اور اس طرح سینہ بہ سینہ علوم کی منتقلی کا سلسلہ جاری ہوا جس کا تسلسل آج تک ہے انسان نے اپنی ناقص یاداشت کے سبب کئی چیزیں اپنی آسانی کے لئے لکھ بھی لیں تاکہ علم اپنی صحیح اور تحریری حالت میں موجود رہے لیکن یہ علم آدم کی اولادوں کو ان کی طلب کے مطابق مسلسل حاصل ہو رہا ہے جبکہ آدم کی اولادوں میں مرد وزن دونوں ہی شامل ہیں چنانچہ دونوں پر ہی علم کے حصول کی فرضیت عائد ہوتی ہے جبکہ دونوں ہی اس میں برابر کے شریک بھی ہیں اسلامی تعلیمات جس میں قرآن کریم کے احکامات، احادیث نبوی ﷺ اور اقوال اہل علم شامل ہیں ان میں بارہا خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے انھیں ان کے اس حق کی جانب متوجہ کروایا گیا تاکہ اپنی اور اگلی نسلوں کی پرورش جس ماں کی گود میں ہو وہ علمی اعتبار سے اتنی سوجھ بوجھ کی مالک ہو جو ایک اچھے، مہذب اور وضع دار انسان کو دنیا میں وقار کے ساتھ لا کھڑا کرے۔ اسی حوالے سے حضرت علیؓ کا قول ہے! بچپن کا علم پتھر پر نقش کی طرح ہوتا ہے یعنی جو باتیں بچوں کو بچپن میں بتائی جاتی ہیں وہ انھیں تاعمر از بر رہتی ہیں لہٰذا ماں کی شفیق گود اور پرورش کی اہم ترین ذمہ داری سے سرف نظر ایک بڑی خیانت کے مترادف ہے۔

قرآن کریم جہاں مردوں سے مخاطب ہے وہیں وہ خواتین کو بھی مخاطب کرتے ہوئے انھیں یہ احساس دلاتا ہے کے یہ احکامات تم دونوں کو یکساں حیثیت میں دیئے جا رہے ہیں کیونکہ قرآن کریم میں ۷۵۶ مقامات پر اللہ تعالی نے مرد و عورت دونوں کو ہی کائنات میں غور و فکر اور تفکر و تدبر کی بار بار ہدایت اور خاص تاکید کی ہے تاکہ اس تفکر اور تدبر کے نتیجے میں وہ اللہ کا قرب حاصل کر سکیں جبکہ اس قرب کو کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت یہ اس کی تلاش اور جستجو پر منحصر ہے کے وہ اپنے لئے کس مقام کا متمنی ہے کیونکہ روح دونوں (مرد و زن) کے وجود میں کام کر رہی ہے اور روحانی اعتبار سے دونوں یکساں روحانی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔

ترجمہ۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے۔ ا؎

یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

ترجمہ۔ وہ جن کو (مرد وعورت) چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو (مرد وعورت) حکمت ملی اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت بھی وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ ۲؎

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

ترجمہ۔ اللہ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ ۳؎

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ترجمہ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے اختلاف میں صاحبانِ عقل وفکر (مرد وعورت) کے لئے نشانیاں ہیں وہ جو اللہ کو اٹھتے بیٹھتے، کروٹ لیتے ہوئے یاد کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کے اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب کچھ خواہ مخواہ پیدا نہیں کیا ہے، آپ پاک ہیں، ہمیں آگ (جہالت، غصہ، فضولیات، غیبت اور جن باتوں میں آگ کی سی جلن ہے) سے بچا لیجئے۔ ۴؎

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک وہ لوگ (مرد وعورت) جو تقویٰ حاصل کرنے کی چاہ رکھتے ہیں جب بھی انھیں

شیطان کی طرف سے کوئی منفی بات ذہن مس کرنے لگتی ہے تو وہ اللہ کی نصیحت کو زیرِ نظر کر لیتے ہیں اور چوکنے ہو جاتے ہیں۔۵؎

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دونوں بندوں (مرد و زن) سے مخاطب ہیں اور انھیں تحصیل علم کی دعوت دی جا رہی ہے تا کہ وہ عقل و شعور اور تجربات و مشاہدات کے ذریعے اللہ کی دوستی اور معرفت کو حاصل کریں اسی حوالے سے معلم انسانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے شمار احادیث بنی نوع انسانیت کو راہ ہدایت دکھا رہی ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، انصار کی عورتیں اچھی عورتیں ہیں وہ دین کو سمجھنے میں شرماتی نہیں۔۶؎

علم کا حاصل کرنا مرد و عورت پر فرض ہے۔۷؎

یہاں فرض سے مراد یہ نہیں کے کچھ کتابیں پڑھ کر ڈگری حاصل کر لی اور سمجھ لیا کے ہم علم والے ہو گئے بلکہ یہاں علم کے حصول کی فرضیت سے مراد یہ ہے کے علم حاصل کرو مہد سے لحد تک یعنی بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کے آتے ہی سیکھنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے سب سے پہلے اسے احساس تحفظ، ایک شفیق اور پر خلوص انسانی لمس کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے وہ رو کے اظہار کرتا ہے چنانچہ اسے صاف ستھرا کر کے کپڑوں میں لپیٹ کر گود میں لیا جاتا ہے جہاں وہ پرسکون ہو کر سو جاتا ہے پھر جب اسے بھوک کا احساس ہوتا ہے تو وہ روتا کیونکہ اسے پنی ضروریات کے لئے کسی کو متوجہ کرنے کا بس یہی طریقہ آتا ہے وہ روتا ہے اور اس کے والدین اس کے لئے غذا کا انتظام کرتے ہیں شکم سیری کے بعد وہ پھر اطمینان سے سو جاتا ہے الغرض کے جب تک وہ بولنا نہیں سیکھ تا اپنی ضروریات کے حصول کے لئے وہ عام طور پر رو کر ہی اپنی خواہشات کا اظہار کرتا ہے یعنی دنیا میں آنے کے بعد اس نے یہ جانا کے اپنی بات کب اور کیسے منوائی جاسکتی ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہونا چاہئے وغیرہ لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ سیکھنے سیکھانے کا عمل بلا تعطل لحد میں جانے سے قبل (بلکہ میرے خیال میں اس کے بعد بھی) جاری رہنا چاہئے یعنی جس وقت

انسان دوسری دنیا کی جانب عازم سفر ہوتا ہے تو یہ تجربہ بھی اس کے لئے اس کی زندگی کا پہلا اور بالکل منفرد تجربہ ہوتا ہے اور اس لمحہ اس نے یہ جانا کے روح جسم انسانی سے کیسے نکلتی اور دوسری دنیا کی جانب کیسے سفر کرتی ہے اگرچہ کسی بھی انسان کے اس دنیا میں آنے اور جانے کے درمیان بے شمار تجربات ومشاہدات اور علوم کی کے حصول کی ایک طویل فہرست ہے جس کی جزئیات پر ہم کلام نہیں کرر ہے لیکن بات صرف اتنی ہے کے زندگی کا ہر دن اور گزرنے والا ہر لمحہ اپنے اندر مکمل انفرادیت رکھتا ہے اور ان گزرے ہوئے لمحات میں انسان بہت کچھ جانتا ور سیکھتا ہے اب اس کا تعلق چاہے کتابوں سے ہو، زندگی کے خوشگوار اور ناخوشگوار تجربات ومشاہدات سے ہو یا مسائل و مصائب، دکھ، سکھ، بیماری، پریشانی، غم وغصہ یا محبت ونفرت کے جذبات سے ہوانسان ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیکھتا چلا جاتا ہے یہاں تک اس کے رب سے اس کی ملاقات کا وقت آجاتا ہے لیکن ملاقات کے یہ لمحات بھی اس کی زندگی میں چونکہ پہلی بار آئے لہٰذا یہ بھی اس کی زندگی کا ایک نیا اور انوکھا تجربہ ہے جبکہ تجربات بھی علم کی ایک قسم ہے اگر تعلیم یافتہ، باشعور، سلجھی ہوئی ذہنیت کی متین اور شائستہ مائیں ہیں تو یقیناً اگلی نسلوں میں بھی علوم سینہ بہ سینہ غیر محسوس طور پر شائستگی اور متانت سے منتقل ہوتے رہیں گے لیکن حضرت علیؓ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں لوگوں میں سب سے کم قیمت وہ لوگ ہیں جو سب سے کم علم ہوں اور جو بچپن میں علم حاصل نہ کرسکا وہ بڑا ہوکر بھی آگے نہیں بڑھ سکتا جبکہ اسی حقیقت کے ادراک میں ایک مفکر نے برملا یہ اعتراف کیا کے تم مجھے پڑھی لکھی مائیں دو میں تمھیں پڑھی لکھی نسلیں دیتا ہوں۔

اسی نظریے کی توثیق میں شیکسپیئر یہ کہتا ہے، عورتیں ایسی کتابیں، تصویریں اور دبستان ہیں جو تمام بنی نوع انسانیت کی پرورش اور تربیت کرتی ہیں۔

حصول علم وفہم کے حوالے سے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ الکریم کے بھی بے شمار ارشادات اور اقوال ہیں جن میں حضرت علیؓ دونوں یعنی (مرد وزن) سے مخاطب ہیں۔

ان اقوال زرین میں سے کچھ یہاں درج کئے جارہے ہیں۔

کم ترین علم وہ ہے جو زبان پر رہے اور بلند ترین علم وہ ہے جو کہ عمل سے اور انسانی اعضاء سے ظاہر ہو۔علم ایک کریم وراثت اور شرف ہے، اگر کوئی یہ سمجھ لیتا ہے کے وہ وہ علم کی گہرائیوں سے واقف ہوگیا تو وہ گویا احکام شریعت کے چشموں سے سیراب ہوگیا۔

علم ایک ایسی سلطنت ہے جو اسے پا جاتا ہے وہ اسی کے ذریعے یلغار کرتا ہے اور جو اس سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے وہ اسی کے ذریعے یلغار کا نشانہ بنتا ہے لیکن جس کی عقل بڑھ جاتی ہے اس کی دنیا سے لطف اندوزی کم ہوجاتی ہے اور اللہ جیسے بکثرت عقل عطا فرماتا ہے اس کا حساب اس کے رزق میں ہی کر لیتا ہے۔۸؎

۲۔حق نکاح

نکاح کے لغوی معنی وابستگی اور پیوستگی کے ہیں، اسلام دین فطرت ہے لہٰذا وہ مرد عورت کے اس فطری تعلق کو نظر انداز نہیں کرتا ہے۔

اسی حوالے سے شاہ ولی اللہ کہتے ہیں نکاح انسان کا طبعی تقاضا ہے جبکہ یہ ایک عقلی حاجت اور تمدنی ضرورت بھی ہے۔۹؎

اس کی دینی اہمیت بھی ہے کیونکہ جب انسان غذا کھاتا ہے تو اس کے جسم کی نشونما اور اس کا ارتقاء ہوتا ہے لامحالہ اس کی قوت بہیمیہ کو تقویت ملتی ہے اگر قوت بہیمیہ حد سے بڑھ جائے تو یہ انسانی صحت کے لئے انتہائی مضر ہے جس کے لئے حکماء کا یہ ماننا ہے کے انسانی وجود کے اندر قوی کا اعتدال لازمی اور ضروری ہے لہٰذا نکاح ان بہیمی قوتوں کو اعتدال پر رکھتا ہے پھر یہ کے انسان دنیا میں تا دیر رہنے کی خواہش بھی رکھتا وہ یہ چاہتا ہے کے کسی نہ کسی طرح سے اس کا وجود باقی رہے بالفاظ دیگر بقائے انسانی کی فطری خواہش ہر انسان میں پائی جاتی ہے اس لئے نکاح اس فطری خواہش کی تسکین کا ایک عقلی پہلو ہے عقد نکاح اور رشتہ ازدواج کو اسلام نے انتہائی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے ازدواجی تعلق محض ایک دیوانی معاہدہ نہیں بلکہ یہ تعلق ایک وسیع الجہات تعلق ہے قرآن کریم نے ایک مقام پر اس کو 'میثاق غلیظ' بھی کہا ہے عربی زبان میں میثاق سے مراد ایک ایسا

معاہدہ جو انتہائی پختہ اور نا قابل شکست ہو جبکہ فریقین کی طرف سے اس کی بقاء اور تحفظ کا انتہائی پختہ اور شدید ارادہ بھی موجود ہو قرآن نے محض 'میثاق' کے لفظ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ 'غلیظ' کا لفظ بھی استعمال کیا جس کے معنی انتہائی مضبوط، موٹا، سخت، گاڑھا اور نا قابل شکست یعنی ایسی چیز جس کے منتشر اجزاء سمٹ کر کم جگہ میں باہم یکجا ہو جائیں جس سے ان کی قوت میں اضافہ ہو جائے ۱۰؎

قرآن کریم میں اولاد کے حوالے سے پیغمبروں کی دعائیں مذکور ہیں۔

حضرت ابراہیم کی دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَهَبَ لِىْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّىْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔

ترجمہ۔ تمام حمد و ثناء اللہ کے لئے ہے کہ جس نے بڑھاپے میں مجھ کو اسماعیل اور اسحاق دئے۔ ۱۱؎

حضرت زکریا کی دعا:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ۔

ترجمہ۔ زکریا نے اپنے رب سے عرض کیا اے میرے رب عنایت کیجئے مجھے خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بے شک آپ دعا کو بہت سننے والے ہیں۔ ۱۲؎

مندرجہ بالا آیات کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوا کے نکاح دینداری اور تقوی کے خلاف نہیں ورنہ جلیل القدر انبیاء نکاح نہ کرتے اور نہ ہی نیک اولاد کی دعا اللہ سے مانگتے۔

ایک مہذب، اچھے انسانی معاشرے اور ایک صالح تمدن کا دارومدار مرد و عورت کے صالح تعلق پر قائم ہے یعنی مرد و عورت کی جائز وابستگی معاشرے کو ایک ایسا سکون دیتی ہے جس سے اس کا درست اجتماعی شعور تشکیل پاتا ہے جبکہ ایک اچھے تمدن کے لئے ایسے افراد ضروری ہیں جن کے

اندر احساس ذمہ داری پایا جائے تاہم یہ احساس ذمہ داری نکاح کے ذریعہ ہی پیدا ہوتا ہے دوسری جانب اگر مرد وعورت کے ناجائز تعلقات کو نہ روکا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کے عورت اولاد کی پرورش کا بوجھ اٹھائے گی یا پھر دونوں ہی نسل کشی کے طرز عمل کو اختیار کریں گے جو ہر صورت میں انسانی معاشرے کے لئے مہلک ہے پھر اس کی ہلاکتیں یہیں ختم نہیں ہوتیں بلکہ انسان کے وہ انسانی جذبات بھی مٹ جاتے ہیں جن کو ہمدردی، ایثار، قربانی، شفقت اور تعاون کہا جاتا ہے وگرنہ معاشرہ وحشیوں اور جانوروں کا منبع بن کر رہ جائے گا جہاں جنسی خواہشات کی تسکین کی اور آگے نکل گئے لہٰذا نکاح ہی وہ عقلی، منطقی، اخلاقی اور انسانی ضرورت ہے کہ جس پر تمدن کی فلاح و بقاء کا انحصار ہے جبکہ یہ ایک انفرادی تمدنی ضرورت بھی ہے اسی لئے تمام معاشروں نے اسے تسلیم کیا لیکن قرآن وسنت نے اس پہلو کے علاوہ اسے اخلاقی و دینی ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کے قیام پر نہایت شدت سے اصرار اور عمل کروایا۔

قرآن کریم نے تو نکاح کو سنت انبیاء کہتے ہوئے ارشاد فرمایا!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۔

ترجمہ۔ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے انھیں بیویاں اور بچے بھی دئے۔ ۱۳؎

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۚ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور اس طرح سے جو تمھارے غلاموں اور لونڈیوں میں جو اس کے لائق ہوں اور ان کا بھی اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالی خوب وسعت والا اور خوب جاننے والا ہے۔ ۱۴؎

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کے ضمن میں عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے اللہ تعالی اس آیت

میں مسلمانوں کو نکاح کی رغبت دلاتے ہوئے ان سے رزق کا بھی وعدہ فرما رہے ہیں۔ ابوبکر جصاص کہتے ہیں اس آیت کا حکم عام ہے حتیٰ کے اس میں غلاموں اور باندیوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ ۱۵؎

اس حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں!

تم میں سے جو نکاح کی قوت رکھے اسے چاہئے کے وہ نکاح کر لے کیونکہ یہ نگاہوں اور شرمگاہوں کو محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص اس کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ قاطع شہوت ہے۔ ۱۶؎

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تین افراد ایسے ہیں کے جن کی اعانت اللہ کے ذمہ ہے۔

۱۔ وہ غلام جو اپنی قیمت ادا کرنا چاہتا ہو۔

۲۔ وہ نکاح کرنے والا جو پاکبازی چاہتا ہو۔

۳۔ اور راہ خدا میں جہاد کرنے والا۔ ۱۷؎

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص یہ چاہتا ہے کے وہ اللہ سے مطہر اور پاکیزہ کیفیت میں ملاقات کرے اس کو چاہئے کے وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔ ۱۸؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ساری دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے ۱۹؎

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے۔ ۲۰؎

اسلام نے نکاح کی ترغیب دے کر غیر فطری راستوں کو بند کر دیا لہٰذا نکاح کے ہونے سے زنا عیاشی اور رہبانیت جیسے تمام غیر فطری طریقوں پر قدغن لگ گئی۔

حضرت عثمان بن مظعون ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تبتل (جنسی قوت کو زائل) کرنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! سنو خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور اس کے معاملے میں محتاط روش والا ہوں، میں روزے رکھتا بھی ہوں اور انھیں چھوڑتا بھی ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادیاں بھی کرتا ہوں پھر جس نے میرے طریقے سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔۲۱؎

نکاح میں خواتین کی مرضی اور اختیارات

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں خواتین کو ان کے حقوق بڑی وضاحت سے عطا فرمائے ہیں جیسے ایک جگہ ارشاد فرمایا!

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا۔

ترجمہ۔تمھیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے لیکن اگر تمھیں یہ اندیشہ ہو کے تم عدل قائم نہیں رکھ پاؤ گے تو بہتر ہے کے تم ایک سے ہی نکاح کرو، جو لونڈی تمہارے ملِک میں ہو وہی سہی، یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ قریب ہے۔۔۲۲؎

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً۔

ترجمہ۔پس اگر تمھیں خوف ہو کے عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک کہ ہی ساتھ رہو۔۲۳؎

زیر نظر آیت سراسر خواتین کے حقوق کے لئے ہے اگر چہ اس آیت کو مرد (عموماً اور خصوصاً) خواتین کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر اذیت دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں لیکن اگر اس آیت پر تفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کے ساری کی ساری باتیں اور حقوق تو خواتین سے متعلق ہیں یعنی دو، دو، تین تین اور چار، چار سے مراد معاشرے کی وہ بے بس اور کمزور خواتین ہیں جن کا کوئی

پرسان حال نہیں چنانچہ صاحب حیثیت مردان خواتین کو اپنے نکاح میں لے سکتے ہیں لیکن یہ اجازت یونہی تفریح طبع کے لئے نہیں دی گئی بلکہ اس اجازت کو مشروط کر دیا عدل کے ساتھ یعنی اگر تم اپنی بیویوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کر سکتے ہو تو نکاح کرو تاہم اگلی ہی آیت میں اللہ تعالی نے انسانی نفسیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا!

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً۔

ترجمہ۔ اگر تم چاہو بھی تو ایسا (عدل وانصاف) نہیں کر پاؤ گے لہٰذا بہتر ہے کے ایک ہی (بیوی) کو اپنے نکاح میں رکھو یعنی چاروں کے حقوق ادا کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے لہٰذا بہتر ہے کے ایک بیوی کے حقوق کو ہی محبت، خلوص اور ایمانداری سے ادا کرلو، یہ آیات سراسر خواتین کے حقوق سے متعلق ہیں یعنی دوسری تیسری یا چوتھی بیوی کے آنے سے پہلی بیویوں کے حقوق تلف نہ ہونے پائیں دوسری جانب سماج کی کمزور اور بے کس خواتین جن کا کوئی والی وارث نہیں انھیں بھی نکاح کے ذریعے ایک مضبوط اور باعزت جائے پناہ حاصل ہو لیکن جب سماجی سطح پر مردوں کی دوسری اور تیسری شادیوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کے مرد نہایت عیاری سے خوبصورت ،اعلیٰ حسب نسب کی صاحب ثروت اور ذہین خواتین کو اپنے نکاح میں لیتے ہیں یا ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کوئی ایسی عورت ان کے نکاح میں آجائے جو ان کی زندگی کے تمام مسائل و مشکلات کو جادو کی ایک چھڑی گھما کر حل اور رو دور کر دے، مردوں کی بڑی تعداد کمزور اور بدحال خواتین سے نکاح کو ترجیح نہیں دیتی لیکن اللہ تعالی انسانوں کی فطرت سے بخوبی واقف ہیں جب ہی تو قرآن کریم میں ارشاد ہوا!

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔

ترجمہ۔ تمھیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ ۲۴ ؎

نکاح کے لئے فریقین کی باہمی رضامندی اور پسند کو بھی اسلام بڑی اہمیت دیتا ہے کیونکہ نکاح کا تعلق اور رشتہ ایک طویل اور صبر آزما وابستگی ہے جس میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بے شمار

اونچ نیچ، دکھ سکھ اور زمانے کے سرد و گرم سے فریقین کا واسطہ پڑتا ہے اور زندگی کی کٹھنائیوں سے بہتر انداز سے نبرد آزما ہونے کے لئے دونوں کے مابین باہمی رضامندی، محبت، چاہت اور پسندیدگی کے جذبات ہونے ضروری ہیں جب ہی یہ طویل مسافت با آسانی طے ہو سکے گی کیونکہ نکاح اپنے وسیع تر معنوں میں اصلاً صالح نسل کی بہترین پرورش اور ان کی عمدہ تعلیم و تربیت سے مشروط ہے جس کے لئے والدین کے درمیان محبت اور ہم آہنگی کا ہونا بہت ضروری ہے بصورت دیگر والدین ایک دوسرے سے نفرت، لڑائی جھگڑے اور طعن و تشنیع میں ہی زندگی گزار دیں گے جس کے لازمی اور دور رس اثرات ان کی اولاد پر مرتب ہوں گے جس کی وجہ سے ان کی تعلیم و تربیت اور مستقبل دونوں کو ہی بے شمار خطرات لاحق ہو سکتے ہیں جبکہ وہ گھرانے جہاں والدین میں پیار محبت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے ان کے بچے فطرتاً ذہین، سعادت مند اور صلح جو ہوتے ہیں لہٰذا رشتہ ازدواج کو قائم کرتے وقت دونوں فریقین کی باہمی پسند اور رضامندی کو سماجی سطح پر اہمیت دینا زیادہ مناسب اور فطری تقاضوں سے قریب ترین ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے!

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے انصار کی ایک عورت سے نکاح کرنا ہے تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نکاح سے پہلے اسے دیکھ لو کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھ میں خرابی ہوتی ہے۔ ۲۵ ؎

اس حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ معلوم ہوا کے نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھ لینا بہتر ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا۔

ترجمہ۔ مسلمانو تمھارے لئے یہ حلال نہیں ہے کے تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ ۲۶ ؎

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، ایک لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاظر ہوئی اور کہنے لگی میرے والد نے میرا رشتہ اپنے مال دار بھتیجے سے طے کر دیا ہے تا کہ ہماری غربت دور ہو سکے لیکن

میں اس لڑکے کو پسند نہیں کرتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ معاملہ اس لڑکی کی مرضی پر چھوڑ دیا یعنی چاہو تو نکاح کر لو ورنہ منع کر دو لڑکی نے کہا میں اپنے والد کی مرضی سے ہی شادی کروں گی لیکن اس مسئلے کو پوچھنے کا اصل مقصد یہ تھا کے میں یہ جاننا چاہتی تھی کے اس معاملے میں شریعت نے مجھے کس حد تک چھوٹ دی ہے۔ ۲۷؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! شوہر دیدہ عورت (بیوہ یا مطلقہ) اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے کے وہ خود فیصلہ کرے اور کنواری سے بھی اجازت لینی ضروری ہے۔ ۲۸؎

مسلمان اور اہل کتاب سے نکاح:

مسلمان عورت اور مسلمان مرد کا نکاح تو نہایت ہی بہترین صورت حال ہے لیکن اہل کتاب سے بھی اللہ نے نکاح کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خدوندی ہے!

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

ترجمہ۔آج تمہارے واسطے سب پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انہیں حلال ہے، اور (تمہارے لیے حلال ہیں) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان پاک دامن عورتوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے جب کہ ان کے مہر انہیں دے دو ایسے حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے، اور جو ایمان سے منکر ہوا تو اس کی محنت ضائع ہوئی اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ ۲۹؎

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ایک مومن غلام ایک مشرک مرد سے بہتر ہے اگر چہ وہ تم کو بے حد پسند ہو وہ (مشرکین) تم کو آگ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اللہ تمھیں اپنے قانون الٰہی کے ذریعے جنت اور مغفرت کی دعوت دے رہا ہے اور اللہ اپنی آیات کو انسانیت کی فلاح کے لئے بیان کرر ہا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ ۳۰؎

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین اور خلق (اخلاق و عادات) تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر لو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد ہو گا۔ ۳۱؎

مشرکین سے نکاح کی ممانیت:

اسلام مشرکین، لادین اور غیر مذہب افراد سے نکاح کو قطعاً مسترد کرتا ہے کیونکہ نکاح ایک ایسا معاملہ ہے جس پر اگلی نسلوں کے ایمان کی سلامتی کا دارو مدار قائم ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور ایک مومنہ باندی ایک مشرک عورت سے بہتر ہے اگر چہ وہ تم کو بے حد پسند ہوں اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو

جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں اور ایک مومن غلام ایک مشرک مرد سے بہتر ہے اگر چہ وہ تم کو بے حد پسند ہو، وہ (مشرکین) تم کو آگ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور اللہ تمھیں اپنے قانون الٰہی کے ذریعے جنت اور مغفرت کی دعوت دے رہا ہے اور اللہ اپنی آیات کو انسانیت کی فلاح کے لئے بیان کرر ہا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ ۳۲؎

اس آیت میں ایمان کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے یعنی ایک ایمان والی کنیز یا غلام اللہ کی نظر میں کس قدر قابل تعریف اور معتبر ہیں کیونکہ وہ اس کائنات کی اصل حقیقت سے واقف ہیں اور وہ حقیقت ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

ترجمہ۔نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق سوا اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

یہی وہ اٹل حقیقت ہے جس کا ادراک کسی بھی انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہم کنار کرے گا نکاح کا معاملہ محض دو افراد کے بیچ کا معاملہ نہیں بلکہ نکاح کے اثرات اگلی نسلوں کو بھی منتقل ہوتے ہیں اور انسان اپنی اولاد اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی فکر مند رہتا ہے لہٰذا ایمان کی دولت دنیا کی ہر دولت سے کہیں زیادہ قیمتی اور انمول ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! کسی بھی عورت سے چار باتوں کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے۔

۱۔مال۔

۲۔حسب نسب۔

۳۔حسن و جمال۔

۴۔یا دین داری۔

تم میں سے جب بھی کوئی نکاح کرے تو اسے چاہئے کے وہ دین داری کو اہمیت دے۔ ۳۳؎

کیونکہ حسن و جمال عورتوں کو خراب کر دیتا ہے اور مال و دولت انھیں مغرور بنا دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی غربت میں اضافہ فرما دیتا ہے (جو لالچ میں کسی امیر عورت سے نکاح کرتا

ہے) رہ گئی دین داری تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ فرمایا! دین کی بنیاد پر نکاح کرو کیونکہ سیاہ رو، کان چھدی، غلام کنیز (نکاح کے لئے) زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہی دین داری مرد، عورت اور ان کی اگلی نسلوں کے لئے خیر و برکت کا سبب ہو گی لہٰذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کے پیچھے بے پناہ محبت اور شفقت پوشیدہ ہے اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی یہ نہیں چاہیں گے کے انسان کی خانگی زندگی ناکام و نامرادی کی نظر ہو جائے چنانچہ اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور کی حکمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں پر یہ حکم لگایا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ ثابت ہوا کے نکاح حفاظت عفت وعصمت کے لئے ہی کرنا چاہئے کیونکہ یہی چیز انسان کے جملہ حقوق کے لئے ایک حصار ہے اسی لئے اسلام میں زنا کو حرام قرار دیا گیا۔ تہمت کی بڑی سزا تجویز کی گئی اور افواہیں پھیلانے والوں کو سخت وعید کی گئی یہی وجہ ہے کے قرآن کریم میں نکاح کو 'احصان' سے تعبیر کیا گیا حصن عربی زبان میں قلعہ کو کہتے ہیں جبکہ 'احصان' کے معنی قلعہ بندی کے ہیں جو مرد نکاح کرتا ہے وہ محصن ہے اور جو عورت نکاح کرتی ہے وہ محصنہ کہلاتی ہے یعنی وہ دونوں ہی قلعہ کے اندر محفوظ اور مامون ہو گئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالی سے عفت طلب کیا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں تمھارے لئے پاک دامنی لازم ہے کیونکہ یہ اشراف کی سب سے افضل عادت ہے جبکہ سب سے افضل عبادت پیٹ اور شرمگاہ کی عفت ہے اور پاکدامن کے لئے بہت ممکن ہے کے وہ اللہ کے ملائکہ میں سے ایک ملک ہو جائے۔ ۳۴؎

جنت میں بھی نسب اور نکاح:

دو چیزیں ایسی ہیں جو جنت میں بھی انسان کے ساتھ ہی جائیں گی ان میں سے پہلا انسان کا نسب اور دوسرا نکاح ہے۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ بِمَا صَبَرۡتُمۡ فَنِعۡمَ عُقۡبَى الدَّارِ۔

ترجمہ۔آخرت کا گھرانھی لوگوں کے لئے ہے یعنی ایسے باغات جوان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے وہ خودبھی ان میں داخل ہوں گےاوران کے آباؤاجدادیعنی (ان کے باپ، دادا)اوران کی بیویاں اوران کی اولادیں جوصالح تھیں وہ بھی انھی کے ساتھ (جنت) میں ہوں گے ملائکہ ہرطرف سے ان کا استقبال کررہے ہوں گےاوران پرسلامتی بھیجتے ہوں گےاورکہیں گے کےتم نے جس طرح سے دنیامیں صبرکیاہےاسی کی بدولت آج تم اس کے مستحق ٹھہرے ہو۔ ۳۵؎

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاًروایت کرتے ہیں، جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوجائیں گےتوان میں سےایک شخص اپنے والدین اوربیوی بچوں کے بارے میں سوال کرے گاتواس سے یہ کہا جائے گا کےانھوں نے وہ درجہ نہیں پایاجوتمھیں ملاہے، یہ سن کروہ کہے گا کےائے میرے رب! یہ اعمال میں نے اپنے لئےاوران کے لئےبھی کئے تھےجس پریہ حکم دیاجائے گا کےان کے آباؤاجداداوربیوی بچوں کوبھی اس سے ملادو۔۳۶؎

حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے فوت شدہ والدین کے بارے میں سوال کیاجن کا انتقال زمانہ جاہلیت میں حالت کفرمیں ہواتھا،تورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ جہنم میں ہیں یہ سن کرحضرت خدیجہؓ کوملال ہواتورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کرارشادفرمایا! اگرتم ان کی جگہ دیکھ لو،توتم بھی ان سے بغض رکھوگی اس کے بعدحضرت خدیجہؓ نےسوال کیالیکن میری وہ اولادجوآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے؟ اس پررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ جنت میں ہیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بے شک مومنین اوران کی اولادیں جنت میں ہیں اورمشرکین اوران کی اولادیں جہنم میں اس کے بعدآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّیَّتُهُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ وَمَآ

اَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ كُلُّ امْرِءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۔

ترجمہ۔ایمان والوں کواوران کی اولادوں کوجس نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولادکوبھی (جنت) میں ان کے ساتھ ملادیں گےاورہم ایمان والوں کےعمل میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ ۳۷

اس ضمن میں سب سے اہم بات تو یہ ہے کے جنت میں مردوعورت کوبہترین جوانی کے ایام دئے جائیں گے وہاں سب مردوعورت کے جوڑے ہوں گے استثنائی حالات کے لئے استثنائی ضابطے ہوں گے مثلاً اگرکسی جنتی خاتون کے دنیامیں ایک سے زائدشوہرہوں گےتواسے جنت میں یہ اختیاردیاجائے گاکے وہ جس شوہرکےساتھ چاہے رہ سکتی ہے جنت میں رہنے والے کاجوڑااس کے لئے کائنات کاسب سے زیادہ حسین ترین جوڑاہوگاجس سے اس کومکمل لطف واطمینان میسر ہوگااوروہ کبھی بھی اپنے جوڑے سے اکتاہٹ محسوس نہیں کریں گےاورنہ ہی کسی دوسرے جوڑے کے لئے رشک وحسدمحسوس کریں گے،ہرجوڑے کی ہرملاقات ایسی ہوگی جیسے دوکنوارے افراد پہلی مرتبہ آپس میں ملتے ہوں۔

لفظ حوراحوارکی جمع ہےجس کےلغوی معنی ایسی حسین وجمیل عورت جس کی ترکیب مثالی حدتک متوازن ہو،قرآن کریم میں یہ لفظ دومعنوں میں استعمال ہواہے،ایک تواس معنی میں کے ہرجنتی عورت کوحورکی تمام صفات دی جائیں گی اوروہ نسوانی حسن جمال،شرم وحیاءاورکشش کامرقع ہوگی اورجنت میں اہل ایمان مردوں کےساتھ ان کےجوڑے بنادئے جائیں گے۔

اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلَالٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ۔

ترجمہ۔جنتی مرداوران کی بیویاں (جنت میں) گھنے سایوں میں ہوں گےاورمسندوں پرتکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ ۳۸

وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۔

ترجمہ۔اوران کے پاس نگاہیں بچانے والی،خوبصورت آنکھوں والی (عورتیں ہوں گی گویا کے شترمرغ کے محفوظ انڈے)۔۳۹؎

وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ۔

ترجمہ۔ان کے پاس شرمیلی کم سن بیویاں ہوں گی۔۴۰؎

وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ۔

ترجمہ۔ہم ان کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کردیں گے۔۴۱؎

فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ۔

ترجمہ۔جنت ان نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہوں والیاں ہوں گی جنھیں ان جنتیوں سے پہلے نا تو کسی انسان نے اور نہ ہی کسی جن نے چھوا ہوگا یعنی (ان خواتین کو نئے سرے سے کنوارا پیدا کیا جائے گا)۔۴۲؎

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔

ترجمہ۔خیموں میں ٹھہرائی ہوئی حوریں اورتم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۴۳؎

وَحُورٌ عِينٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ۔

ترجمہ۔اوران کے لئے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی ایسی خوبصورت جیسے چھپا کررکھے گئے موتی۔۴۴؎

حضرت ام سلمیٰ ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی **وَحُورٌ عِينٌ**۔۴۵؎

بڑی آنکھوں والی حور سے متعلق بتائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! **حُورٌ** کے معنی ہیں سفید اور **عِينٌ** کے معنی ہیں موٹی آنکھ والی ان کی پلکیں گرگس کے پر کی مانند ہوں گی۔

پھرانھوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ**۔۴۶؎

کیاوہ یاقوت اورمونگے کی مثل ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ اس طرح صاف وشفاف ہوں گی جس طرح سیپی میں موتی ہوتا ہے جس کو کسی نے نہ چھوا ہو پھرانھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

پوچھا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عُرُبًا اَتۡرَابًا۔ ۴۷؎ کے بارے میں بتائیے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! محبت کرنے والیاں ہم عمر پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھاپے میں فوت ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں بوڑھی ہونے کے بعد دوبارہ کنواری اور دوشیزہ بنا دے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! عُرُبًا کے معنی ہیں عشق و محبت کرنے والیاں اور اَتۡرَابًا کے معنی ہیں ہم عمر حضرت ام سلمیٰ ؓ بیان کرتی ہیں، میں نے پوچھا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا پھر بڑی آنکھوں والی حوریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دنیا کی عورتیں زیادہ افضل ہیں، بڑی آنکھوں والی حوروں کے بالکل اسی طرح سے جس طرح سے ابری، استر سے زیادہ افضل ہوتی ہے تو حضرت ام سلمیٰ ؓ نے پوچھا کے وہ کس طرح سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ اللہ کے لئے ان کے نماز اور روزوں کی وجہ سے اور اللہ ان کے چہروں کو ایسا نور پہنائے گا اور ان کے جسموں کو ایسا ریشم کا لباس پہنائے گا جس کا رنگ سبز ہوگا جبکہ نور کی وجہ سے ان کا چہرہ سفید ہوگا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّآ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا عُرُبًا اَتۡرَابًا۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے ان عورتوں کو خاص طرز سے پیدا کیا ہے سو ہم نے ان کو کنواری بنایا اپنے شوہروں سے محبت کرنے والیاں اور آپس میں ہم عمر۔ ۴۸؎

اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيۡنَ وَنَزَعۡنَا مَا فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ لَا يَمَسُّهُمۡ فِيۡهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِيۡنَ۔

ترجمہ۔ سلامتی اور بے خوفی کے ساتھ جنتوں میں داخل ہو جاؤ، ہم ان کے سینوں سے تمام رنجشوں کو کھینچ لیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے سامنے مسندوں پر بیٹھے ہوں گے انھیں وہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ ۴۹؎

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں! قرآن کریم میں ایسا تو بارہا ہوا ہے کے کسی سورہ میں صرف جنت کا بیان موجود ہو اور اس میں دوزخ کا ذکر تک نہ کیا گیا ہو لیکن ایسا کہیں بھی نہیں ہے کے صرف

دوزخ کا ذکر ہو اور جنت کا سرے سے تذکرہ ہی نہ ہو کیونکہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے جنت اس کی رحمت کا شاہکار ہے جبکہ دوزخ اس کی سزا اور غضب کی نشانی اللہ تعالی نے جہنم کے ساتھ جنت کا تذکرہ ضروری قرار دیا ہے لیکن جنت کے ساتھ جہنم کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھا۔

ازواج (بیویاں):

وسعت کے اعتبار سے عربی زبان بڑی زرخیز اور متنوع ہے مثلاً اردو میں بیوی، انگریزی میں wife جبکہ عربی زبان میں زوجہ یا اہلیہ کے لئے تین اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

ا۔امراءۃ۔

۲۔زوجہ۔

۳۔صاحبۃ۔

ا۔امراءۃ:

اس سے مراد ایسی بیوی کے ہیں جس سے جسمانی تعلق تو استوار ہو لیکن ذہنی ہم آہنگی نہ ہو۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْط۔ (تحریم۔۱۰)

ترجمہ۔اللہ کافروں کے مقابلے میں نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال پیش کرتا ہے، وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انھوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی ان دونوں سے یہ کہہ دیا جائے گا کے جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں نے دین کے معاملے میں اپنے شوہر سے خیانت کی، دونوں ہی اپنی قوم کے لوگوں کو خبریں دیا کرتیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اپنے یہاں آنے والے مہمان مردوں کی اطلاع اپنی قوم کو پہنچاتی۔ (ابن جریر)۔

امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ۔ (تحریم۔۱۱)۔

ترجمہ۔اہل ایمان کے معاملے میں اللہ فرعون کی بیوی (آسیہ) کی مثال پیش کرتا ہے، جس نے یہ

دعا کی، اے میرے رب! میرے لئے اپنے یہاں جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھے نجات دے حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں لیکن صاحب ایمان تھیں وہ بھی اللہ سے دعا گو رہتیں تاہم ان بیویوں کا اپنے شوہروں سے جسمانی تعلق تو استوار تھا لیکن ان میں ذہنی ہم آہنگی دور دور تک نہ تھی۔

وَامۡرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۔(لھب۔۴)

ترجمہ۔(ابولہب اور اس کی بیوی) جو لگائی بجھائی کرتی تھی اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی۔

ابولہب کی بیوی کا نام اروٰی تھا جبکہ اس کی کنیت ام جمیل تھی یہ عورت ابوسفیان کی بہن تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ابن زید، ضحاک اور ربیع بن انس لکھتے ہیں، ابولہب کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد نفرت اور عداوت رکھتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کانٹے دار ٹہنیاں رکھتی نیز قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، مجاہد اور سفیان ثوری لکھتے ہیں یہ فسادی اور چغلی کھانے والی عورت تھی جو اپنے گردن میں ایک قیمتی ہار پہنتی تھی اور لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر یہ کہتی تھی کے اس ہار کو بیچ کر اس کا روپیہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں خرچ کرے گی۔

۲۔زوجہ:

زوجہ ایسی بیوی کو کہتے ہیں جس سے ذہنی اور جسمانی دونوں ہی طرح کی ہم آہنگی اور تعلقات ہوں اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ يَذۡرَؤُكُمۡ فِيۡهِ ؕ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ۔(الشوریٰ۔۱۱)

ترجمہ۔(اللہ) نے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے بنائے اور چار پایوں کے بھی جوڑے بنائے، تمہیں زمین میں پھیلاتا ہے، کوئی چیز اس کی مثل نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ

ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔(زمر۔٦)

ترجمہ۔اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اس نے اس سے اس کی بیوی بنائی اور تمہارے لیے آٹھ نر اور مادہ چار پایوں کے پیدا کیے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر تین اندھیروں میں بناتا ہے، یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں پھرے جا رہے ہو۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔(بقرہ۔٣٥)

ترجمہ۔ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں جا کر رہو اور اس میں جو چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ پھر ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔(الروم۔٢١)۔

ترجمہ۔اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۔(یٰسین۔٣٦)۔

ترجمہ۔وہ ذات پاک ہے جس نے زمین سے اگنے والی چیزوں کو گونا گوں (جوڑوں کی شکل میں) بنایا، اور خود ان (انسانوں) میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔(احزاب۔٦)۔

ترجمہ۔بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اہل ایمان پر ان کی ذات سے زیادہ مقدم ہیں اور ان کی ازواج (تمام اہل ایمان) کی مائیں ہیں۔

مندرجہ بالا آیات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے زواج ایسی بیویاں ہیں جن سے جسمانی تعلق کے علاوہ گہرا قلبی تعلق بھی استوار ہو۔

۳۔صاحبۃ:

ایسی بیوی جس سے نہ تو جسمانی تعلق ہو اور نہ ہی ذہنی تعلق ہو۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ۔(المعارج۔ ۱۲)۔

ترجمہ۔(قیامت کے دن) مجرم چاہے گا کے اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے وہ اپنی اولاد، بیوی، بھائی، اپنے قریبی رشتے داروں اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ دے دے لیکن اس کی یہ تدبیر بھی اس دن اس کے کچھ کام نہ آئے گی۔

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ۔(عبس۔۳۶)۔

ترجمہ۔(قیامت کے دن آدمی) اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔

دنیا اور روز قیامت بھی کچھ بیویاں ایسی ہیں اور ہوں گی جن سے تا عمر انسان کا نہ تو جسمانی تعلق استوار ہو پاتا ہے اور نہ ہی قلبی وابستگی ہو پاتی ہے۔

نکاح میں گواہان کا معاملہ:

اسلامی شریعت میں نکاح دو مرد گواہ یا پھر ایک مرد گواہ اور دو عورتوں کی گواہی پر منعقد ہوتا ہے امام احمد کہتے ہیں اگر کوئی صرف عورتوں کو گواہ بنا کر نکاح کرے گا تو وہ نکاح جائز نہیں ہوگا جب تک کے عورتوں کے ساتھ مرد بھی بطور گواہ نہ ہو۔ ۵۰ے

بیوی کے فرائض اور شوہر کے حقوق

نکاح ایک اہم فریضہ اور سنجیدہ ذمہ داری ہے اسے وہی کرے جو اس کی طاقت اور ذمہ داری کو نبھانے کی صلاحیت رکھتا ہے یہ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے لہٰذا شریعت نے بھی خواتین کے ذمہ کچھ فرائض عائد کئے ہیں جن کو شوہروں کے حقوق بھی کہہ سکتے ہیں اور ان فرائض کا بجالانا عورتوں پر

لازم ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ۔

ترجمہ۔ نیک عورتیں اپنے شوہروں کی اطاعت گزار ہوتی ہیں اوران کی عدم موجودگی میں مال اور عزت کی محافظ ہوتی ہیں۔ ۵۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! عورت جب پانچ وقت کی صلوۃ قائم کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی عزت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو پھر وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔ ۵۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا! عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور جواب دہ ہے۔

شوہر کے فرائض اور بیوی کے حقوق

شوہر پر اپنی بیوی اور بچوں کے ضروری اخراجات، روٹی کپڑا اور مکان کی ذمہ داری ہے یہ ذمہ داری شریعت نے مرد پر عائد کی اب عورت چاہے کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو لیکن شریعت نے اس کو خرچ کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے بلکہ گھریلو اخراجات کی مکمل ذمہ داری اللہ نے مرد پر رکھی ہے اگر عورت کہیں ملازمت کرتی ہے یا کسی کاروبار یا جائیداد کی مالک ہے تو یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرے یا نہ کرے لیکن اسلام اس کو مال خرچ کرنے کا پابند نہیں بناتا ہے۔

عزت کا تحفظ:

مسلمان، پاکباز مرد و عورت کی عزت اور ناموس اللہ کی نظر میں نہایت قابل قدر ہے جبکہ یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اگر کوئی شخص قتل ہوجاتا ہے تو دو گواہوں کی گواہی پر جسٹس فیصلہ دے دیتا ہے لیکن عزت کا معاملہ اللہ کی نظر میں اس سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے یہاں اللہ تعالی الزام لگانے والے سے چار گواہ طلب کررہے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔

ترجمہ۔ جولوگ جو پاک دامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں اور پھر چار شہادتیں پیش نہیں کرتے ہیں، ان کو ۸۰ کوڑے لگاؤ اور ان کی شہادت کو آئندہ کے لئے قبول نہ کرو بس وہی تو ہیں جو بدکار ہیں۔ ۵۳؎

مہر:

عربی زبان میں 'اجر' کو کنایۃ مہر بھی کہا جاتا ہے یعنی مہر اس رقم یا تحفے کو کہا جاتا ہے جو شادی کے موقع پر شوہر کی طرف سے بیوی کو دیا جاتا ہے اس تحفے کو عرف عام میں مہر بھی کہتے ہیں۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے! اور عورتوں کو ان کے مہر دو۔ ۵۴؎

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔

ترجمہ۔ پس عورتوں کو ان کے مقرر شدہ مہر دو۔ ۵۵؎

حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے حضرت عمرؓ سے لوگوں نے شکایت کی عورتوں نے اپنے مہر بڑھا لئے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں نکاح میں مشکل درپیش ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی شخص ۴۰۰ درہم سے زائد مہر نہ رکھے یہ سن کر قریش کی ایک عورت نے کہا امیر المومنین کیا ہمیں قرآن پر عمل کرنے کا زیادہ حق ہے یا آپ کے حکم پر؟ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا قرآن پر تو اس عورت نے جواب دیا قرآن میں اللہ تعالی یہ فرماتے ہیں!

وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا۔

ترجمہ۔ اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے ڈھیروں (قنطار) مال دے دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ ۵۶؎

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ عمرؓ کو معاف کرنا ہر شخص کو عمرؓ سے زیادہ قرآن کی سمجھ ہے پھر انھوں نے منبر پر جا کر کہا کے پہلے میں نے تم کو زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا تھا سنو لیکن اب جو شخص

جتنا زیادہ چاہے مہر رکھ سکتا ہے ۵۷۔

قنطار سے مراد ابو ہریرہؓ ۱۲،۰۰۰ لیتے ہیں جبکہ ابو نضرہ العبدی نے کہا بیل کی کھال میں جتنا سونا بھرا جا سکے۔

عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ شرطیں جن کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے پوری کئے جانے کی زیادہ مستحق ہیں۔۵۸۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے! وہ شخص جس نے کسی سے قرض لیا لیکن اس کی یہ نیت ہے کے وہ اسے واپس نہیں کرے گا اس کی مثال ایک چور کی ہے اور وہ شخص جس نے نکاح کیا اور مہر بندھوایا اور اس کی یہ نیت ہے کے وہ اس مہر کو ادا نہیں کرے گا تو گویا اس نے زنا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جن شرطوں کو تم پورا کرتے ہو ان سب میں سب سے زیادہ ضروری وہ شرط (مہر) ہے جس کی وجہ سے تم عورتوں کی ناموس (عزت یا شرمگاہ) کو اپنے لئے حلال کرتے ہو۔۵۹۔

مہر کے علاوہ عورت کے نان نفقہ کی بھی مکمل ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال اپنی ازواج مطہرات کو ۱۰۰ وسق (۲۴۰ کلوگرام) غلہ دیتے جس میں ۸۰ وسق کھجوریں اور ۲۰ وسق جو ہوتی تھی۔۶۰۔ لہٰذا مہر اور نان نفقہ کی ادائے گی شوہر پر ہر صورت میں لازم ہے اور یہ عورت کا حق ہے۔

۳۔حق خلع:

خلع ۔عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی کسی چیز کو اتار دینا اگرچہ خلع میں مہلت اور آہستگی پائی جاتی ہے اس لئے بعض لوگوں نے اسے نزع کے ہم معنی قرار دیا ہے لیکن نزع میں جلدی اور تیزی پائی جاتی ہے جبکہ خلع میں آہستگی اور مہلت کا عنصر ہوتا ہے۔

ابن فارس نے اس کے معنی کی وضاحت میں فرمایا ہے کسی چیز کا اس چیز سے الگ ہو جانا جس کے ساتھ وہ پہلے شامل تھی۔

الخلع وہ طلاق جو عورت اپنے شوہر سے حاصل کرتی ہے (یہ فقہی اصطلاح ہے لیکن قرآنی اصطلاح نہیں ہے) سورہ طہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا **فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ**

ترجمہ۔(اپنے جوتے اتار دو)۔۶۱؎

لسان العرب میں خلع کے معنی ازالہ کے بھی ہیں یعنی کے انسان نے اپنے کپڑے اتار دئے یا کپڑوں کو اپنے جسم پر سے ہٹا دیا۔ ۶۲؎

خلع۔ کا لفظ قرآن کریم میں عورت کی علیحدگی کے لحاظ سے کہیں بھی استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ عورت کی علیحدگی کے فیصلہ کے ساتھ بہ حیثیت تفریق کے استعمال ہوا ہے یعنی خلع اصطلاحاً اس ترک تعلق کو کہتے ہیں جو عورت اپنے مطالبے سے مرد سے حاصل کرتی ہے گویا خلع ایک قسم کی طلاق ہے لیکن اس میں مرد کے اختیار کے بجائے عورت کا مطالبہ پایا جاتا ہے قبل از اسلام طلاق مرد کا ہتھیار تھا جسے وہ جب چاہے استعمال کرتا لیکن اسلام نے سب سے پہلے اسے چند شرائط کے ساتھ مقید کیا پھر مرد کی گرفت کو مزید نرم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا کے عورت کو بعض حالات میں یہ اجازت دی کے وہ طلاق کا مطالبہ کر سکے اور اگر وہ اپنے مطالبے میں حق بجانب ہے تو حکمین کے ذریعے یا عدالت کی سطح پر طلاق حاصل کر سکتی ہے اگرچہ خلع میں بنیادی صوابدید عورت کی ہے کے اگر وہ شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اسے یہ اختیار رہے کے وہ علیحدہ ہو جائے البتہ اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کے شوہر سے نجات کی صورت میں اسے مہر کی قربانی دینی پڑے گی یعنی جو رقم اس کے شوہر نے اس کو مہر کی صورت میں دے رکھی ہے وہ اسے واپس کر دے اور اس سے طلاق حاصل کر لے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں، اسلام میں جو سب سے پہلے خلع کا واقعہ پیش آیا وہ عبداللہ بن ابی کی بہن کا تھا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آ کر کہا اس کے اور میرے سر کو کوئی چیز جمع نہیں کر سکتی ہے کیونکہ میں نے جب اپنے گھونگھٹ کے پلو کو اٹھا کر دیکھا تو وہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ آ رہا تھا لیکن وہ ان میں سب سے زیادہ کالا، کوتاہ قامت اور بدصورت تھا اس پر

اس کے شوہر نے کہا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اس کو اپنا بہترین مال اپنا باغ دیا ہے اگر یہ مجھے میرا باغ لوٹا دے تو ٹھیک ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے اس کی مرضی پوچھی جس پر اس عورت نے کہا ٹھیک ہے اگر وہ چاہے تو میں اس میں اضافہ بھی کرسکتی ہوں چنانچہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کروادی۔ ۶۳؎

اسی طرح سے ایک واقعہ حبیبہ بنت سہل الانصاریہؓ کا بھی ہے وہ ایک دن صبح سویرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں آ کر کھڑی ہوگئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہنے لگیں میں اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس کو بلوا کر پوچھا پھر فیصلہ اس امر پر ہوا کے حبیبہ بنت سہلؓ کے پاس اس کے خاوند کا جو کچھ بھی دیا ہوا ہے وہ اسے واپس کردے۔ ۶۴؎ خلع کے دو واقعات حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں بھی پیش آئے تاہم حضرت عمرؓ کے دور کے واقعہ کی شدت کا اندازہ تو اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کے آپ نے خلع طلب کرنے والی ایک عورت کو ایک باڑے میں بند کردیا اور جب صبح ہوئی تو اس عورت سے اس کا حال دریافت کیا؟ اس پر وہ عورت بولی کے میرے لئے یہ رات ان تمام راتوں سے زیادہ آرام دہ تھی جو میں نے آج سے پہلے گزاریں عورت کا یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ نے اس کے حق میں خلع کا فیصلہ کردیا۔ ۶۵؎

خلع کے لئے عورت کی طرف سے صرف اظہار ناپسندیدگی ہی کافی ہے لیکن عورت کو اس کی نفرت کو دور کرنے اور شوہر کے ساتھ خوش گوار تعلقات کو استوار کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے خلع کے مطالبے میں عورت کے سوا باہر کی کوئی شخصیت بھی فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتی ہے کے وہ اپنی صوابدید پر اس عورت کے اس مطالبے کو ناجائز قرار دے کیونکہ اگر وہ عورت اپنی طبیعت کی ناپسندیدگی کے سوا اگر کوئی دوسرا عذر نہ بھی پیش کر پائے جب بھی وہ حق بجانب ہی تصور کی جائے گی کیونکہ شوہر کی عادات و نفسیات کا اندازہ اس کے سوا کوئی دوسرا بہتر انداز سے نہیں لگا سکتا ہے۔

خلع اور قانون:

خلع عدالت کی صوابدید پر ہوتا ہے عدالت بیوی کے دعویٰ خلع میں بیان کردہ وجوہات اور حالات سے اگر مطمین ہو تو خلع کی ڈگری جاری کر دی جاتی ہے کیونکہ خلع کے لئے کوئی خصوصی وجہ بنیاد نہیں ہوتی ہے جبکہ اس کا بنیادی تصور یہ ہے کے بیوی اللہ کی قائم کردہ حدود کے اندر شوہر کے ساتھ مزید نہیں رہ سکتی کیونکہ بیوی کو شوہر کے رویے کی وجہ سے اس سے نفرت ہوگئی ہے اگرچہ یہ بھی عدالت طے کرتی ہے کے آیا بیوی نے شوہر کو حق مہر لوٹانا ہے کے نہیں یا کوئی اور معاوضہ 'زر خلع' کے طور پر شوہر کو ادا کرنا ہوگا۔

۱۔عدالت پہلے دونوں کے درمیان صلح کی کوشش کرتی ہے۔

۲۔اگر اس میں ناکامی ہو تو پھر وہ نوٹس جاری کرتی ہے اور اخبار میں اشتہار بھی دیا جاتا ہے تاکہ شوہر عدالت میں حاضر ہو اگر وہ عدالت میں حاضر نہیں ہوا تو پھر عدالت بیوی کے یک طرفہ بیان پر بھی خلع کا فیصلہ دے دیتی ہے۔

۳۔مہر بیوی کو چھوڑنا ہوتا ہے اگر لے لیا ہے تو واپس کرنا ہوتا ہے اور اگر نہیں لیا ہے تو وہ مہر اس کو چھوڑنا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق !اس کی حیثیت طلاق بائنہ کی ہوگی اور اس کی عدت بھی طلاق کی طرح ہی کی جائے گی لہٰذا حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت سعید ابن مسیبؒ، حضرت امام مالک اور حضرت امام ابوحنیفہ کی یہی رائے ہے لیکن کچھ دیگر فقہاء کے مطابق چونکہ یہ ایک مستقل معاملہ ہے لہٰذا اس کی عدت صرف ایک ماہ ہوگی زوجین کی مرضی اور رضامندی سے خلع میں گناہ نہیں کیونکہ ارشاد خداوندی ہے!

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ شَـيْـــًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْھِمَا فِـيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا

تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔طلاق دومرتبہ ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہارے لیے اس میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں جو تم نے انہیں دیا ہے مگر یہ کہ دونوں ڈریں کہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت معاوضہ دے کر پیچھا چھڑا لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں سو ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا سو وہی ظالم ہیں۔٦٦

اللہ تعالی نے عورت کی فطرت میں گھر کو بسانے اور اس کو سجانے اور سنوارنے کی عادت رکھی ہے لیکن کچھ کمزور کردار خواتین اس انتہائی قدم تک جاتی ہیں لیکن عموماً خواتین اپنے گھر کو بسانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں دوسری جانب ان پر معاشرتی دباؤ مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جبکہ نباہ اور قربانی کے حوالے سے بھی انھی کی طرف دیکھا جاتا ہے لہٰذا کوئی عقل مند عورت کسی بھی طرح اپنے اوپر طلاق یافتہ ہونے کا لیبل لگوانا پسند نہیں کرے گی لیکن بہ امر مجبوری اللہ تعالی نے اس کو بھی یہ اختیار تفویض کیا ہے کے اگر حالات واقعی اتنے ہی نامساعد ہو جائیں اور نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو بہتر طریقہ سے اللہ کی حدود میں رہتے ہوئے علیحدگی اختیار کی جاسکتی ہے پھر یہ کے مرد یا عورت کو یہ احساس نہ ہو کے ہم تنہا ہی رہ گئے۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا۔

ترجمہ۔اگر وہ دونوں (زوجین) جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے بے نیاز کر دے گا بے شک اللہ بہت وسعت اور حکمت والا ہے۔٦٧

رشتہ عقد کو ختم کرنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔طلاق۔۲۔خلع۔

۳۔اسلامی عدالت کا فیصلہ۔

۴۔طلاق:

عربی زبان میں طلاق کے معنی آزاد ہونے کے ہیں یعنی عورت اپنے شوہر سے جدا ہوگئی یا 'اطلق الا سیر' سے مراد قیدی کو رہا کردیا گیا یا 'الطالقہ' سے مراد وہ اونٹنی جیسے آزاد چھوڑ دیا جائے اور اس کا جہاں سے جی چاہے وہ وہاں سے کھائے یعنی بے نکیل اونٹنی۔

امام راغب اصفہانی نے طلاق کے بنیادی معنی کسی بندھن سے آزاد کرنے یا نجات دینے کے بیان کئے ہیں لہٰذا استعارتاً یہ لفظ بیوی کو نکاح کی بندش سے آزاد کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

۶۸؎ فقہاء کے نزدیک طلاق کے اصطلاحی تعریف اس طرح سے کی گئی ہے کے اس میں ازالہ نکاح یا حلال تعلق کا اختتام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

طلاق کی تعریف:

اسلامی شریعت کی اصطلاح میں طلاق سے مراد وہ علیحدگی ہے جس کا حق مرد کو دیا گیا اور جس کے ذریعے مرد نکاح کے رشتے کو ختم کرکے اپنے حقوق زوجیت سے دست بردار ہوتا ہے۔

رکن طلاق:

طلاق کے لئے مخصوص الفاظ کا استعمال کرنا طلاق کا رکن ہے۔

طلاق واقع ہونے کی شرائط:

طلاق واقع ہونے کے لئے درج ذیل شرائط ہیں اگر ان میں سے کوئی شرط موجود نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی جبکہ طلاق دیتے وقت طلاق دینے والا۔

۱۔بالغ ہو(نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی)۔

۲۔عاقل ہو(پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی)۔

۳۔بیدار(نیند میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی)۔

۴۔اور وہ ہوش وحواس میں ہو۔

اسلامی معاشرے میں نکاح کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کے کیونکہ اس کے ذریعے حدود اللہ کی

پابندی اور اخلاق کی تربیت ہوتی ہے لیکن اگر تعلقات خراب ہو جائیں یا اس تعلق میں کوئی کمی واقع ہو جائے تو اسلام اسے برداشت کرنے کی ہدایت دیتا ہے کیونکہ اصل مقصد انسانی معاشرے کا ربط اور استحکام ہے۔

طلاق کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَآ آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّآ أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا۔

ترجمہ۔اے ایمان والو!تمہیں یہ حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو میراث میں لے لو،اور نہ ان کو اس واسطے روکے رکھو کہ ان سے کچھ اپنا دیا ہوا مال واپس لے سکو مگر (تب لے سکتے ہو) اگر وہ کسی صریح بدچلنی کا ارتکاب کریں،اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو،اگر وہ تمہیں نا پسند ہوں تو ممکن ہے کے تمہیں ایک چیز پسند نہ آئے مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھی ہو۔

۔۶۹ ؎

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّآ آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّآ أَنْ يَّخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ۔

ترجمہ۔طلاق دو مرتبہ ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے،اور تمہارے لیے اس میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں جو تم نے انہیں دیا ہے مگر یہ کہ دونوں ڈریں کہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت معاوضہ دے کر پیچھا چھڑا لے، یہ اللہ کی حدیں

ہیں سوان سے تجاوز نہ کرو، اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا سو وہی ظالم ہیں۔ ۷۰؎

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ جب عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں حسن سلوک سے روک لو یا انہیں دستور کے مطابق چھوڑ دو، اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکو تا کہ تم سختی کرو، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا، اور اللہ کی آیتوں کا تمسخر نہ اڑاؤ، اور اللہ کے احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے اور جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری ہے کہ تمہیں اس سے نصیحت کرے، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ۷۱؎

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق راضی ہو جائیں، تم میں سے یہ نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزی اور بڑی صفائی کی بات ہے، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ۷۲؎

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ۔

ترجمہ۔تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جب کہ انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے لیے کچھ مہر بھی مقرر نہ کیا ہو، اور انہیں کچھ سامان دے دو وسعت والے پر اپنے قدر کے مطابق اور مفلس پر اپنے قدر کے مطابق سامان حسب دستور ہے، نیکوکاروں پر یہ حق ہے۔ ۷۳

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔

ترجمہ۔طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کا اردہ رکھتے ہیں، اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر ہے، اور مردوں کو ان پر فضیلت دی گئی ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ۷۴

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۔

ترجمہ۔اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، نہ تم ہی ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کریں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا تو اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا، آپ کو کیا معلوم کے شاید اللہ اس کے بعد اور کوئی نئی بات پیدا کردے۔ ۷۵

لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۔

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جب کہ انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے لیے کچھ مہر بھی مقرر نہ کیا ہو، اور انہیں کچھ سامان دے دو وسعت والے پر اپنے قدر کے مطابق اور مفلس پر اپنے قدر کے مطابق سامان حسب دستور ہے، نیکوکاروں پر یہ حق ہے۔۷۶؎

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔

ترجمہ۔طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے دستور کے موافق خرچ دینا، پرہیزگاروں پر یہ لازم ہے۔۷۷؎

وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔

ترجمہ۔اگر تم انہیں طلاق دو اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ حالانکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو تو نصف اس کا (دے دو) جو تم نے مقرر کیا تھا مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، کیوں کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔۷۸؎

حضرت جبیر بن معطمؓ نے اپنی بیوی کو بغیر دخول کے طلاق دی پھر انھوں نے اپنی مطلقہ کو پورا مہر بھی ادا کیا اور کہا کے انا احق بالعفو۔یعنی۔بغیر طلب کے دینے یعنی اپنا حق چھوڑنے کا حق مجھے زیادہ ہے۔۷۹؎

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا

جَمِيۡلًا ۔

ترجمہ۔اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم انہیں چھوؤ تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں ہے کہ تم ان کی گنتی پوری کرنے لگو، سو انہیں کچھ فائدہ دو اور انہیں اچھی طرح سے رخصت کردو۔ ۸۰؎

مندرجہ بالا آیات قرآنی کے مطالعہ سے اس بات کی وضاحت ہوگئی کے اگر ازدواجی تعلق بوجھل ہو جائے اور نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں فریقین ازدواجی تعلق کو ختم کر سکتے ہیں لہٰذا یہ قدم نہایت سنجیدگی، تحمل اور بردباری سے اٹھانا چاہئے جلد بازی یا غم و غصہ میں ایک ساتھ طلاق دے کر ساری زندگی پچھتانے سے بہتر ہے اسلام نے جس طریقہ سے طلاق کا حکم دیا ہے اسی طریقہ سے طلاق دی جائے۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات درج ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں، حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک مبغوض ترین طلاق ہے۔ ۸۱؎

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ نے روئے زمین پر کوئی شے پیدا نہیں کی جو اسے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہو اور روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی گئی جو اسے طلاق سے زیادہ مبغوض ہو۔ ۸۲؎

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہر وہ عورت جس نے غیر ضروری طور پر اپنے شوہر سے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ ۸۳؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نکاح کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے اور پھرنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔ ۸۴؎

طلاق کے بارے میں اصل چیز دینی اور اخلاقی قدروں کی حفاظت ہے لیکن بعض اوقات مزاج کے اختلاف اور شکل و صورت کی عدم قبولیت بھی اس کی ایک وجہ بن جاتی ہے، اسلام حتی الامکان

یہ کوشش کرتا ہے کے طلاق صرف دینی اور اخلاقی قدروں کی بنیاد پر ہو جہاں تک مزاج اور شکل وصورت کا تعلق ہے تو اسلام اس کو برداشت کرنے کی ہدایت کرتا ہے اگرچہ کسی وقت یہ چیزیں بھی ناقابل برداشت ہو کر بنیاد بن سکتی ہیں لیکن اسلام نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کی زبان درازی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا! اسے طلاق دے دو پھر ان صحابی نے کہا لیکن اس سے میرا ایک بیٹا بھی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے کہا! پھر اس کو سمجھاؤ اور نصیحت کرو اگر اس میں خیر ہوگی تو وہ نصیحت قبول کرنے والی ہوگی۔ ۸۵؎

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین باتیں ایسی ہیں کے جن کی حقیقت بھی حقیقت ہے اور جن کا مذاق بھی حقیقت ہے۔ ۱۔طلاق۔ ۲۔نکاح۔ ۳۔رجوع۔ ۸۶؎

اسلام نے طلاق کی حد متعین کردی اور یہ کہا کے ایک آدمی تین سے زائد طلاقیں نہ دے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَه فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ۔

ترجمہ۔ پھر اگر اسے طلاق دے دی تو اس کے بعد اس کے لیے وہ حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں رجوع کرلیں اگر ان کا گمان غالب ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ ۸۷؎

ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہا میں نے اپنی بیوی کو ۱۰۰ طلاقیں دی ہیں اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا تین طلاقوں سے تیری بیوی مطلقہ ہوگئی ہے جبکہ بقیہ ۹۷

طلاقوں سے تو نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا ہے۔۸۸؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ اس وقت حائضہ تھیں حضرت عمرؓ نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غضب ناک ہو گئے اور فرمایا اس سے کہو کے وہ اس سے رجوع کرے پھر اسے روک رکھے تا کہ وہ پاک ہو جائے پھر اسے حیض آئے پھر وہ پاک ہو پھر اگر وہ سمجھے کے اسے طلاق دینا ہے تو اسے اس حال میں طلاق دے کے وہ عورت طہر میں ہو اور اس سے قربت نہ کی گئی ہو تو یہ وہ عدت ہے کے جس کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کے عورتوں کو طلاق دی جائے۔

ایک روایت میں ہے کے ایک دفعہ پھر رجوع کرے پھر اسے حالت طہر میں طلاق دے یا حمل کی صورت میں۔۸۹؎

طلاق دینے کا طریقہ:

طلاق کی تین اقسام ہیں۔۱۔طلاق احسن۔۲۔طلاق حسن۔۳۔طلاق بدعی۔

۱۔طلاق احسن:

کتاب وسنت سے طلاق کا پسندیدہ طریقہ یہی ہے، جسے فقہاء کرام نے طلاق احسن کا نام دیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کے حالت طہر (اور بغیر ازدواجی تعلق کے قائم کئے ہوئے) میں ایک طلاق دی جائے اور اس پر عدت گزرنے دی جائے زیادہ سے زیادہ اگر کوئی بات مقصود ہو سکتی ہے تو وہ یہ کے دوسرے طہر (اس میں بھی کوئی ازدواجی تعلق قائم نہ کیا جائے) میں دوسری طلاق دی جائے لیکن فقہاء کا یہ خیال ہے کے اگر جھگڑا ایسے وقت میں ہوا ہو جب بیوی کو ایام ماہواری ہو تو ایسے وقت میں اسے طلاق نہیں دینی چاہیئے بلکہ اس کے پاک ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے نیز طلاق دینے سے پہلے ازدواجی تعلق بھی قائم نہ کیا جائے اسی طلاق کو طلاق احسن کہا جاتا ہے۔

۲۔طلاق حسن:

اس طریقہ میں عورت کو ہر ایام کی پاکی کے بعد ایک طلاق دی جائے اور اس دوران جنسی تعلق بھی

استوار نہ کیا جائے یعنی پہلے طہر میں ایک طلاق دوسرے طہر میں دوسری طلاق، تیسرے طہر میں تیسری طلاق اور اگر کسی وجہ سے ایام نہ ہو رہے ہوں تو پھر ہر مہینے میں ایک، ایک طلاق دے طلاق کا یہ طریقہ حسن ہے یعنی پہلے طریقے کے مقابلے میں کم بہتر ہے کیونکہ اس طریقہ میں پہلے طریقہ کے مقابلے میں اول تو عدت کی مدت بڑھتی چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے عورت کو پریشانی ہوتی ہے پھر یہ بھی کے طلاق کا بلاضرورت استعمال ہے جس میں تیسری طلاق کے بعد دوبارہ نکاح کی یا حلالہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۳۔طلاق بدعی:

طلاق کے اس طریقہ کو شریعت قطعاً پسند نہیں کرتی کیونکہ یہ طلاق مرد عورت کو ایام ماہواری میں دیتا ہے یا پھر اس نے اس کے ساتھ جنسی تعلق استوار کیا اور پھر اس کے بعد اس کو طلاق دی یا پھر ایک ساتھ تین طلاقیں دے دے شریعت اس طریقہ کو اس لئے بھی ناپسند کرتی ہے کے مرد اپنی طاقت اور اختیار کا بے جا استعمال کرتا ہے اگر چہ ان سب طریقوں سے طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن شریعت اس کو ناپسند کرتی ہے۔

محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کے اس نے اپنی بیوی کو اکھٹی تین طلاقیں دی ہیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہو گئے اور کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کیا وہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے؟ جبکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں ۔۹۰۔

جمہور فقہاء کا رجحان یہ ہے کہ لفظ ثلاث سے دی جانے والی طلاقوں کا حکم تیسری طلاق کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کے خلافت کے دو برسوں میں تین طلاقیں ایک شمار کی جاتیں تھیں۔

۹۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں، رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر وہ اس پر شدید غمزدہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے کس

طرح سے طلاق دی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کے میں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں ہیں تو یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یہ تو ایک ہی طلاق ہے تم رجوع کرلو۔ ۹۲۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہر طلاق جائز ہے، سوائے مدہوش کے اور اس آدمی کی طلاق کے جس کی عقل پر غلبہ ہے۔ ۹۳۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تین آدمیوں سے مواخذہ نہیں ہے۔

۱۔ سونے والے سے حتی کے وہ بیدار ہو۔

۲۔ بچے سے جب تک کے وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۳۔ مغلوب العقل سے کے جب تک وہ ہوش میں نہ آجائے۔ ۹۴۔

ایلاء (صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا):

ایلاء کا مادہ 'ال و' ہے جس کے معنی ہیں تاخیر، سستی، قسم وغیرہ اگر کوئی شخص قدرت کے باوجود بغیر کسی عذر شرعی کے قسم کھالے کے وہ پورے چار مہینے تک یا اب کبھی بھی اپنی بیوی سے صحبت نہیں کرے گا تو پورے چار مہینے گزرنے کے بعد ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار مہینے گزرنے سے پہلے ہی صحبت کرلے تو قسم ٹوٹ جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی مگر قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے سے قسم کھا لیتے ہیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے، پھر اگر وہ رجوع کرلیں تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ ۹۵۔

قسم کا کفارہ:

ایلاء میں قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے۔

۱۔ اگر طاقت ہو تو ساٹھ روزے لگا تار رکھے اور درمیان میں کوئی روزہ نہ چھوٹے۔

۲۔ جب تک روزے ختم نہ ہوں عورت سے دن یا رات میں کسی وقت بھی صحبت نہ کرے ورنہ دوبارہ سے روزے رکھنے پڑ جائیں گے

۳۔ اگر چاند کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کئے ہیں تو ۳۰ یا ۲۹ کا جیسا مہینہ پائے اسی طرح سے روزے رکھے گا۔

۴۔ اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا بغیر پکا ہوا اناج بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے اور ایک دن کا اناج ایک فطرہ کے برابر ہوگا۔

۵۔ اگر بغیر قسم کھائے یہ کہا کے اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق ہے تب بھی ایلاء ہو گیا اگر صحبت کرے گا تو ایک طلاق رجعی پڑ جائے گی اور چونکہ قسم نہیں کھائی اس لئے اس کا کفارہ نہ ہوگا لیکن اگر چار مہینے گزر گئے اور صحبت نہیں کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

ظہار:

ظہار کا مادہ ظہر سے نکلا ہے جس کے معنی شدت، غلبے، ظاہر اور پشت کے ہیں محرمات ابدیہ یعنی جن سے نکاح حرام ہے جیسے ماں، بیٹی، بہن وغیرہ اور ان کے جسم کا وہ حصہ جو دیکھنا جائز نہیں ہے اس حصہ کے ساتھ اپنی بیوی کو تشبیہ دینا جیسے تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یہ واضح اور صاف طور پر ظہار ہے اگر چہ ظہار سے نکاح نہیں ٹوٹتا ہے لیکن کفارہ ادا کئے بغیر وہ اپنی بیوی کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا اور ظہار کا کفارہ بھی ایلاء کے کفارے جیسا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے!

اَلَّذِیۡنَ یُظٰہِرُوۡنَ مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِہِمۡ مَّا ہُنَّ اُمَّہٰتِہِمۡ ؕ اِنۡ اُمَّہٰتُہُمۡ اِلَّا الّٰٓیِٴۡ وَلَدۡنَہُمۡ ؕ وَ اِنَّہُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡکَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَ زُوۡرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ۔

ترجمہ۔ جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے، اور بے شک انہوں نے ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ

سے نکالی ہے اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔۹۶؎

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا ۚ وَ اِنۡ تَظٰہَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ۔

ترجمہ۔ اگر تم دونوں اللہ کی جناب میں توبہ کرو تو (بہتر) ورنہ تمہارے دل تو مائل ہو ہی چکے ہیں، اور اگر تم آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو بے شک اللہ آپ کا مددگار ہے اور جبرائیل اور نیک بخت ایمان والے بھی، اور سب فرشتے اس کے بعد آپ کے حامی ہیں۔۹۷؎

لعان:

اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام صاف الفاظ میں لگائے یا اولاد کے متعلق کہے کے وہ اس کی نہیں ہے اور قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہو تو اس کو لعان کہتے ہیں حاکم شرعی پہلے ان دونوں کو موقع دے گا کہ ان میں سے کوئی اپنے قصور کا اعتراف کرے یعنی یا تو مرد اپنا الزام واپس لے یا پھر عورت اپنے قصور کا اعتراف کرے اگر دونوں ہی اپنی بات پر اصرار کریں تو تب لعان کروایا جائے گا یعنی پہلے شوہر سے کہا جائے گا کے وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کے اس نے اپنی بیوی پر جو زنا کا لزام لگایا ہے وہ درست ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کے اگر وہ جھوٹا ہے تو خدا کی لعنت اس پر ہو پھر بیوی سے یہ کہا جائے گا کے وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کے شوہر نے جو زنا کا الزام اس پر لگایا ہے وہ غلط ہے پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کے اگر وہ جھوٹی ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَہُمۡ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ شُہَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُہُمۡ فَشَہَادَۃُ اَحَدِہِمۡ اَرۡبَعُ شَہٰدٰتٍۭ بِاللّٰہِ ۙ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ الۡخَامِسَۃُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ وَ یَدۡرَؤُا عَنۡہَا الۡعَذَابَ اَنۡ تَشۡہَدَ اَرۡبَعَ شَہٰدٰتٍۭ بِاللّٰہِ ۙ اِنَّہٗ لَمِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ وَ الۡخَامِسَۃَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰہِ عَلَیۡہَاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ وَ اَنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ حَکِیۡمٌ ۔

ترجمہ۔ جو لوگ اپنی عورتوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہیں ہیں، سوائے ان کی اپنی ذات کے تو ان میں سے ایک کی گواہی ہے خدا کی قسم کے ساتھ چار بار کہے کے بے شک وہ سچوں میں ہے اور پانچویں بار یہ کہے کے اگر وہ جھوٹوں میں ہے تو اس پر لعنت ہو اور اس عورت سے یہ بات سزا کو ٹال دیتی ہے کے وہ چار بار گواہی دے اللہ کی قسم کے ساتھ کے بے شک وہ مرد جھوٹوں میں ہے اور پانچویں بار یہ کہے کے یعنی مجھ پر اللہ کو غضب نازل ہو اگر وہ مرد سچوں میں ہو اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت اور یہ بات نہ ہوتی کے اللہ مہربان حکمت والا ہے تو کیا کچھ نہ ہو جاتا۔ ۹۸؎

جب دونوں فریقین ایسا کر لیں گے تو ان میں تفریق کروا دی جائے گی اور یہ تفریق دائمی ہوگی حلالہ کے بعد بھی ان میں دوبارہ نکاح نہیں کروایا جا سکتا لعان کے بعد اگر شوہر نے مہر ادا نہیں کیا تھا تو وہ اس کو ادا کرے گا اور اگر عورت حاملہ ہے تو اس کے بچے کو اس کی طرف منسوب سمجھا جائے گا۔

مصاہرت:

مصاہرت کا مطلب یہ ہے کے اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ اس کے ساتھ بوس و کنار کرے یا کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ یہ عمل کرے تو دونوں صورتوں میں اس مرد پر اس عورت کی بیٹی اور ماں یعنی اصول اور فروع۔ نسبی اور رضاعی حرام ہو جاتے ہیں اگر شوہر اپنی ساس کے ساتھ ایسا فعل کرے تو اس کی بیوی اس کے لئے حرام ہو جائے گی، چاہے یہ عمل جان کر یا ان جانے میں ہو اسی طرح سے اگر کوئی سسر اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ ایسا فعل کرے تو بیٹے پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی اب سسر نے چاہے یہ فعل جان کر کیا ہو یا انجانے میں کیا ہو اس حرمت کے لئے اسلامی عدالت کا فیصلہ ضروری نہیں ہے لیکن اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی اس کو تسلیم نہ کرے اور معاملہ عدالت میں جائے تو قاضی گواہ اور ثبوت کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور اگر عدالت میں اس کا ثبوت نہ ہو سکا اور عدالت نے تفریق کا فیصلہ نہ کیا تو قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً تسلیم کیا جائے گا۔

ارتداد (اسلام سے پھر جانا):

ارتداد کا مطلب ہے اسلام سے پھر جانا اور کسی دوسرے مذہب کو اپنا لینا اسلام کسی پر زور زبردستی کا سرے سے قائل ہی نہیں لیکن اگر کوئی شخص حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا تو اسے بہت سوچ سمجھ کر نہایت اطمینان کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا چاہئے کیونکہ یہاں آنے کا راستہ تو ہے لیکن جانے کا نہیں اسی لئے قبولیت اسلام سے متعلق فیصلے کو کرنے سے پیشتر اس کا نہایت گہرائی اور مختلف زاویوں سے تجزیہ ضروری ہے کیونکہ اسلام لانے کے بعد اس مذہب سے سے پھر جانا یا اس کو چھوڑ دینے کی سزا نہایت سخت ہے یعنی اسلام مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے بظاہر یہ ایک سخت سزا ہے جس کے کئی محرکات میں سے ایک یہ بھی ہے کے دین اسلام کوئی کھیل تماشہ نہیں کہ آج اس کو اپنا لیا اور جب جی چاہا اسے چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کر لیا لہٰذا بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھانا چاہئے۔

مرتد کے لئے ارشادات خداوندی ہیں!

يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

ترجمہ۔ جو تم میں اپنے دین سے پھرے اور وہ کفر کی حالت میں مر جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہوئے۔ ۹۹؎

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ۔

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے تو ان کی توبہ قبول نہیں ہو گی جبکہ یہی لوگ گمراہ ہیں۔ ۱۰۰؎

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات پاک ہیں!

جو مسلمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اللہ کی گواہی دے دے تو ایسے کسی مسلمان کا

خون بہانا جائز نہیں سوائے تین لوگوں کے۔

۱۔مرتد۔

۲۔شادی شدہ زانی۔

۳۔قصاص میں قتل ہونے والا شخص۔۱۰۱؎

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا! جو شخص دین تبدیل کر لے اس کو قتل کردو۔۱۰۲؎

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے مرتد شخص کو تین دن کی مہلت دیتے تاکہ وہ توبہ کر لے اور واپس حلقہ اسلام میں شامل ہو جائے، اس سے یہ پوچھا جاتا کے کہیں کسی خوف یا پریشانی کی وجہ سے تو وہ یہ قدم نہیں اٹھا رہا؟ اگر اس کا جواب نہ میں ہوتا تو تین کے بعد اس کو قتل کر دیا جاتا۔۱۰۳؎

شوہر اور بیوی میں سے اگر شوہر اسلام سے منحرف ہو جائے تو فریقین کے درمیان نکاح باقی نہیں رہے گا لیکن اگر بیوی اسلام چھوڑ کر عیسائی یا یہودی ہو جائے تو ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر بیوی مشرک ہو جائے تو فوراً نکاح ختم نہیں ہوتا البتہ ازداجی تعلق جائز نہیں رہتا اسی طرح سے اگر مذہب میں تبدیلی کی گئی یعنی اگر کافر شوہر اور بیوی نے اسلام قبول کر لیا تو ان کا سابقہ نکاح باقی رہے گا۔تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔۱۰۴؎

۵۔عدت:

عدت عربی زبان میں تیاری کو کہتے ہیں یعنی اگر شوہر مر جائے یا طلاق دے یا خلع یا ایلاء وغیرہ یا کسی بھی صورت نکاح ٹوٹ جائے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت کے لئے عورت کو ایک گھر میں رہنا ہوتا ہے جب تک کے یہ مدت ختم نہ ہو جائے وہ کہیں آجا نہیں سکتی اور نہ ہی کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اس مخصوص مدت کو اسلام میں عدت کہا جاتا ہے عورت کی عدت میں اللہ کی عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں عورت چونکہ دوران عدت نکاح نہیں کر سکتی لہٰذا اس کی ایک حکمت تو یہ ہے کے اگر وہ ماں بننے والی ہے تو اس کا حمل ظاہر ہو جائے اور آنے والے بچے کی درست ولدیت کا تعین ہو جائے کیونکہ اسلام انسان کے نسب کے بارے میں بہت محتاط ہے

عدت کی دوسری حکمت عملی یہ ہے کے اس دوران عورت مستقبل کی منصوبہ بندی کو زیادہ تحمل اور بر باری سے طے کرے یعنی اب اس کا اگلا قدم کیا ہوگا؟ ذیل میں عدت کے مختلف حالات کا تعین کیا گیا ہے۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔

ترجمہ۔طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں،اوران کے لیے جائز نہیں کہ چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں،اوران کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کا اردہ رکھتے ہیں،اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر ہے،اور مردوں کو ان پر فضیلت دی گئی ہے،اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔۱۰۵؎ (کیونکہ مطلقہ کی عدت ۳ ماہ ہے)۔

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۔

ترجمہ۔تمہاری عورتوں میں سے جن کو حیض کی امید نہیں رہی ہے اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور ان کی بھی جنہیں ابھی حیض نہیں آیا،اور حمل والیوں کی عدت ان کے بچہ جننے تک ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے کام آسان کر دیتا ہے۔۱۰۶؎

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۔

ترجمہ۔ جو تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو چار مہینے دس دن تک اپنے نفس کو روکنا چاہیے، پھر جب وہ اپنی مدت پوری کر لیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں، اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ ۱۰۷۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو انہیں اپنی بیویوں کے لیے سال بھر کے لیے گزارہ کے واسطے وصیت کرنی چاہیے گھر سے باہر گئے بغیر، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ عورتیں اپنے حق میں دستور کے موافق کریں، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ ۱۰۸۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۚ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۔

ترجمہ۔ اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، نہ تم ہی ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کریں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا تو اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا، آپ کو کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد اور کوئی نئی بات پیدا کر دے۔ ۱۰۹۔

اگر عدت والی حاملہ ہو تو:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى۔

ترجمہ۔طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم اپنے مقدور کے موافق رہتے ہو اور انہیں ایذا نہ دو انہیں تنگ کرنے کے لیے، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو جب تک وہ وضع حمل کریں، پس اگر پلائیں دودھ تمہارے لیے تو ان کو ان کی اجرت دو، اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرلو، اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو اس کے لیے دوسری عورت دودھ پلائے گی۔

۱۱۰؎

اگر شوہر مر جائے یا بیوی کو طلاق دے دے اور وہ عورت اس وقت حاملہ ہو تو بیوی کی عدت بچے کی پیدائش تک ہوگی اب یہ وقت چاہے بچے کی ولادت نو ماہ کے بعد ہو یا پھر شوہر کے انتقال یا طلاق دینے کے اگلے دن یا اگلے ہی گھنٹے ہی کیوں نہ ہو بیوی کی عدت بچے کی پیدائش پر ختم ہو جائے گی اسی طرح سے اگر حمل ساقط ہو جائے تو اسقاط حمل ہوتے ہی اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔

عدت والی کو اپنے حمل کو چھپانا جائز نہیں:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان

رکھتی ہیں، اوران کے خاونداس مدت میں ان کولوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں، اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر ہے، اور مردوں کو ان پر فضیلت دی گئی ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ۱۱۱ ؎

عدت میں منگنی کا کنایہ کرنے میں گناہ نہیں:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۔

ترجمہ۔ تم پر اس میں گناہ نہیں ہے کہ ان عورتوں کو اشارہ سے پیغام نکاح دو اور یا تم اسے اپنے دل میں چھپاؤ، اللہ جانتا ہے کہ تمہیں ان عورتوں کا خیال پیدا ہو گا لیکن مخفی طور پر ان سے نکاح کا وعدہ نہ کرو مگر یہ کہ قاعدہ کے مطابق کوئی بات کہو، اور جب تک معیاد نوشتہ پوری نہ ہو اس وقت تک نکاح کا قصد بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرتے رہو، اور جان لو اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ ۱۱۲ ؎

عدت میں نکاح نہ کرو:

حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۔

ترجمہ۔ نکاح کی گرہ لگانے کا ارادہ نہ کرو، جب تک کے معیاد اپنے اختتام کو نہ پہنچ جائے۔ ۱۱۳ ؎

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں طلاق دے دو اس سے پہلے

کہ تم انہیں چھوؤ تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں ہے کہ تم ان کی گنتی پوری کرنے لگو، سو انہیں کچھ فائدہ دو اور انہیں اچھی طرح سے رخصت کر دو۔ ۱۱۴؎

وَاَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ۔

ترجمہ۔ عدت کے دنوں کو گنتے رہو۔ ۱۱۵؎

حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡکِتَابُ اَجَلَہٗ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ فَاحۡذَرُوۡہُ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ۔

ترجمہ۔ نکاح کی گرہ لگانے کا ارادہ نہ کرو، جب تک کے معیاد اپنے اختتام کو نہ پہنچ جائے۔ ۱۱۶؎

بیوہ عورتوں کا نکاح:

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ۔

ترجمہ۔ اپنی بیوہ عورتوں کا نکاح کرو۔ ۱۱۷؎

حلالہ:

طلاق کے بعد اگر عورت دوسری شادی کر لے اور وہ دوسری شادی بھی ناکامی (طلاق) یا شوہر کے مرجانے کی وجہ سے ختم ہو جائے تو عدت گزارنے کے بعد عورت کسی تیسرے مرد کے بجائے اگر اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو یہ صورت اسلام میں جائز ہے جبکہ یہ نکاح بھی درست ہوگا لیکن اگر شوہر سے طلاق کے بعد کسی دوسرے مرد کو ایک مخصوص مدت تک کے لئے نکاح کے لئے تیار کیا گیا ہو اور پھر اس سے طلاق لے کر پہلے سے نکاح کیا جائے تو اسلام میں یہ عمل سخت ناپسندیدہ ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ۔

ترجمہ۔ پھر اگر اسے طلاق دے دی تو اس کے بعد اس کے لیے وہ حلال نہ ہوگی یہاں تک کے وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کے آپس میں رجوع کر لیں اگر ان کا گمان غالب ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ ۱۱۸؎

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۔

ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ ۱۱۹؎

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالی حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے (دونوں پر) لعنت فرماتا ہے۔ ۱۲۰؎

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اور اس سے کوئی شخص اس شرط کے ساتھ نکاح کرے کے وہ صحبت کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے گا تا کہ وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے تو یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے پھر انھوں نے مندرجہ بالا حدیث کا حوالہ پیش کیا۔

طلاق کے بعد عورتوں کے حقوق:

طلاق ہو جانے کے بعد درج ذیل حقوق خواتین کو حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ طلاق کی صورت میں حمل اور رضاعت کے تمام اخراجات مرد کے ذمہ ہوں گے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۔

ترجمہ۔ طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم اپنے مقدور کے موافق رہتے ہو اور انہیں ایذا

نہ دو انہیں تنگ کرنے کے لیے، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو انہیں نان ونفقہ دو جب تک وہ وضع حمل کریں، پس اگر پلائیں دودھ تمہارے لیے تو ان کو ان کی اجرت دو، اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرلو، اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو اس کے لیے دوسری عورت دودھ پلائے گی۔ ۱۲۱ ؎

۲۔طلاق ہو جانے کے بعد عورت کو مال ومتاع دے کر بہت احسن انداز سے رخصت کیا جائے۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔

۔طلاق والیوں کو خوبی کے ساتھ خرچ دو اور یہ متقیوں پر حق ہے۔ ۱۲۲ ؎

۳۔سابق شوہر کو اب قطعاً یہ حق حاصل نہیں کے وہ اپنی سابقہ بیوی کی زندگی میں کسی قسم کی دخل اندازی کرے۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی!

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَه وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۔

ترجمہ۔جب عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں حسن سلوک سے روک لو یا انہیں دستور کے مطابق چھوڑ دو، اور انہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکو تا کہ تم سختی کرو، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا، اور اللہ کی آیتوں کا تمسخر نہ اڑاؤ، اور اللہ کے احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے اور جو اس نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری ہے کہ تمہیں اس سے نصیحت کرے، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ۱۲۳ ؎

۴۔مطلقہ عورت اگر دوسری شادی کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ ہو جائے اور زندگی کے اس موڑ پر اگر

اس کو اس کا پہلا شوہر مل جائے اور دونوں کے حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہوں کے وہ دوبارہ گھر بسائیں اور اللہ کے مقرر کردہ حدود کی حفاظت کریں تو اس صورت میں وہ دونوں دوبارہ نکاح کر کے گھر بسا سکتے ہیں۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔

ترجمہ۔پھر اگر اسے طلاق دے دی تو اس کے بعد اس کے لیے وہ حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں رجوع کر لیں اگر ان کا گمان غالب ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے،اور یہ اللہ کی حدیں ہیں وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ ۱۲۴؎

۵۔وہ عورت جو مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار چکی ہے اس کو مکمل مہر ملے گا اور اگر کچھ زیادہ بھی دے دیا گیا ہے تو وہ اس سے واپس لینا ایک مومن کے شایان شان نہیں۔

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ۔

ترجمہ۔طلاق والیوں کے لئے خوبی کے ساتھ خرچ دینا ہے یہ متقیوں پر حق ہے۔ ۱۲۵؎

۶۔وہ عورت جو ازدواجی تعلقات قائم ہونے سے قبل ہی طلاق یافتہ ہو جاتی ہے اس کو بھی مہر ملے گا

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۔

ترجمہ۔تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو جب کہ انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے لیے کچھ مہر بھی مقرر نہ کیا ہو،اور انہیں کچھ سامان دے دو وسعت والے پر اپنے قدر کے مطابق اور مفلس پر اپنے قدر کے مطابق سامان حسب دستور ہے،نیکو کاروں پر یہ حق ہے۔ ۱۲۶؎

۷۔ مال ومتاع کی مقدار کا تعین شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق کیا جائے گا۔

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۔

ترجمہ۔ اگر تم انہیں طلاق دو اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگاؤ حالانکہ تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو تو نصف اس کا (دے دو) جو تم نے مقرر کیا تھا مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، کیوں کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ۱۲۷؎

۶۔ وراثت کا حق:

مذاہب قدیم ہوں یا عرب کا دور جاہلیت خواتین کو جائیداد اور وراثت میں حصہ دینے کے بارے میں قطعاً نہیں سوچا جاتا تھا دولت وجائیداد پر صرف اور صرف مرد کا ہی اجارہ قائم تھا باپ کی جائیداد کی تقسیم کے موقع پر بھی خاندان کے مرد اس کو حاصل کرنے میں پیش پیش رہتے لیکن اسلام کی تعلیمات اور احکامات میں میراث کو ایک مستقل حکم کی حیثیت حاصل ہے، مرد چاہے امیر ہو یا غریب، وہ صاحب جائیداد ہو یا معمولی ذریعہ معاش کا مالک ہر صورت میں اس کی پوری ملکیت میں اس کے تمام افراد خانہ شریک ہوں گے یعنی ماں، بہن، بیوی، بیٹی، بیٹا، بھائی وغیرہ افراد خانہ کی کفالت کا ذمہ دار اور پابند بھی اللہ تعالی نے مرد کو ہی بنایا ہے عورت کو اسلام نے افراد خانہ کی کفالت کی ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ۔

ترجمہ۔ مردوں کا اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کا بھی

اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہوا گرچہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر ہے۔ ۱۲۸؎

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔

ترجمہ۔ جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آئیں تو اس مال میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان کو معقول بات کہہ دو۔ ۱۲۹؎

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔

ترجمہ۔ ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اپنے بعد چھوٹے چھوٹے ایسے بچے چھوڑنے والے ہوں جن کی انہیں فکر ہو تو پھر ان لوگوں کو چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔ ۱۳۰؎

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

ترجمہ۔ اللہ تم کو تمھاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کے ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ ۱۳۱؎

فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا۔

ترجمہ۔ اگر لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس کا مال دو تہائی ہے جو وہ چھوڑ مرا ہے۔ ۱۳۲؎

مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔

ترجمہ۔ اگر ایک ہی (لڑکی) ہو تو اس کے لئے آدھا مال ہے۔ ۱۳۳؎

وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔

ترجمہ۔ اگر اولاد ہو تو ماں، باپ میں ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔۔۔۔ اور میت کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اس مال میں سے جو وہ چھوڑ مرا ہے اگر

اس کے اولاد ہے۔ ۱۳۴؎

مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ ۔

ترجمہ۔ اگر اولاد نہ ہو تو ماں کا حصہ ایک تہائی ہوگا۔۔۔۔ اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث اس کے ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لئے ایک تہائی ہے۔ ۱۳۵؎

اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ۔

ترجمہ۔ بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے۔۔۔۔ اگر اس کے بھائی بھی ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ ۱۳۶؎

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔

ترجمہ۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے کے تمھارے لئے ان میں سے کون نفع پہنچانے کے زیادہ قریب ہے، یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ ۱۳۷؎

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ ۔

ترجمہ۔ اگر اولاد نہ ہو تو شوہر کا نصف ہے۔۔۔۔ تمھارے لئے اس مال میں سے آدھا ہے، جو تمھاری بیویاں چھوڑ مریں، اگر ان کی اولاد نہ ہو تو۔ ۱۳۸؎

اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۔

ترجمہ۔ اولاد ہو تو چوتھائی۔۔۔۔ پھر اگر ان کی اولاد ہو، تو تمھارے لئے اس کا چوتھائی ہے جو وہ چھوڑ مریں۔ ۱۳۹؎

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۔

ترجمہ۔ اولاد نہ ہو تو بیوی کا چوتھائی حصہ ہے۔۔۔۔ ان کے لئے اس مال میں سے چوتھائی ہے جو تم چھوڑ مرو، اگر تمھاری اولاد نہیں ہے۔ ۱۴۰؎

اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۔

ترجمہ۔اولاد ہوتو بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔۔۔۔۔اگر تمھاری اولاد ہے،تو ان کے لئے اس مال میں سے آٹھواں حصہ ہے، جو تم چھوڑ مرو۔۱۴۱

مندرجہ بالا قانون میراث سے یہ بات ثابت ہوگئی کے شریعت نے میراث میں عورت کا حصہ مرد کے حصے سے کم رکھا ہے لیکن اسلام نے اسے کسی بھی مقام پر دوسروں کو دینے کا پابند نہیں بنایا تاہم شادی کے بعد عورت کو مہر کی صورت میں بھی تحفہ یا رقم ملتی ہے جو مرد کی طرف سے اپنی بیوی کو ادا کی جاتی ہے لیکن شریعت نے عورت کو کچھ دینے کا پابند نہیں بنایا ہے بظاہر دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کے مرد کو زیادہ یا دگنا حصہ ملا لیکن مرد اپنے مال میں سے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دینے کا بھی پابند ہے پھر سب سے بڑھ کر ان کی کفالت کی عظیم ترین ذمہ داری بھی اسی کے کندھوں پر ہے لہٰذا خواتین کو ان پہلوؤں کی جانب بھی توجہ دینی چاہئے۔

۷۔حق حضانت:

قرآن کریم نے بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ماں پر عائد کی ہے پھر اگر کسی وجہ سے مائیں اپنے بچوں کو دودھ نہ پلا سکیں تو دوسری کسی عورت سے اس بچے کو دودھ پلوایا جاسکتا ہے لیکن یہاں قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ ایسی عورت تلاش کی جائے جس کا بچہ بھی اسی بچے کا ہم عمر ہو جس کے دودھ پلانے کی ذمہ داری اسے سونپی جارہی ہے کیونکہ بچے کی جسمانی ضرورت کے اعتبار سے ماں کے دودھ میں ہر روز تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے لہٰذا ایک ایسی ماں جو اپنے دوسال کے بچے کو دودھ پلارہی ہے وہ کسی نوزائیدہ بچے کو دودھ پلوانے کے لئے ہرگز موزوں نہیں لیکن ماں یا پھر دوسری جو بھی عورت دودھ پلائے گی اس کا خرچ بچے کے باپ پر ہی ہوگا جبکہ بچے کے دوسرے اخراجات کا کفیل بھی بچے کا باپ ہی ہوگا لیکن یہاں ایک اور اہم نکتہ بھی ہے کے اگر شیر خوارگی کے عالم میں ماں کے بجائے کسی دوسری عورت نے بچے کو دودھ پلا دیا تو وہ عورت بھی اس بچے کی ماں کے برابر درجہ یعنی رضاعی ماں کہلائے گی تاہم رضاعی ماں کے بچے اس دودھ پینے والے بچے کے رضاعی

بہن بھائی ہوں گے اوران بہن بھائیوں سے اس کا نکاح شریعت کی رو سے ناجائز تصور کیا جائے گا۔اسی حوالے سے ارشادخداوندی ہے!

مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم ۔

ترجمہ۔وہ مائیں بھی تم پر حرام ہیں، جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہو، اور دودھ شریک بہنیں بھی۔۱۴۲؎

حق حضانت سے مراد یہ ہے کے اگر میاں بیوی میں جدائی ہوجائے اور گود میں بچہ ہوتو اب اس کی پرورش کا حق اس کی ماں کو ہے تاہم باپ اس بچے کو کسی بھی قیمت پر ماں سے چھین نہیں سکتا لیکن بچے کے سارے اخراجات باپ کو ہی ادا کرنے ہوں گے بصورت دیگر اگر ماں اس بچے کی خود پرورش نہ کرے اور وہ اس بچے کو اس کے باپ کے سپرد کردے تو پھر باپ کو اس بچے کی پرورش کی ذمہ داری اٹھانے پڑے گی جبکہ وہ اس عورت کو زبرستی اپنا بچہ پرورش کے لئےنہیں دے سکتا اگر ماں نہ ہو یا اس نے بچے کو لینے سے انکار کردیا ہوتو اس کے بعد اس بچے کی پرورش کی ذمہ داری نانی کی ہے پھر اگر نانی نہیں ہے یا وہ بھی انکار کردے تو اس بچے کی پرورش ذمہ داری دادی پر ہے تاہم اگر دادی نہ ہوں یا وہ انکار کردیں تو وہ بچہ اپنی ماں شریک بہنوں، اس کے بعد خالہ یا پھوپھی کی ذمہ داری ہے۔

ماں نے بچے کے باپ سے جدائی کے بعد اگر دوسرے کسی ایسے مرد سے نکاح کرلیا جو بچے کا محرم رشتہ دار ہے جیسے کے چچا تو اس صورت میں ماں کے پاس بچے کا حق پرورش رہے گا ایسی صورت میں اس بچے کو باپ نہیں لے سکتا اور اگر ماں نے کسی ایسے شخص سے نکاح کرلیا جو کے محرم رشتہ دار نہیں تو پھر ماں کے پاس اس بچے کی پرورش کا اختیار نہیں بلکہ اب اس بچے کی پرورش کا حق باپ کو ملے گا لیکن اگر اس مرد کا بھی انتقال یا اس سے بھی طلاق ہوگئی تو اس صورت میں بچے کا حق پرورش پھر ماں کو مل جائے گا۔

اگر بچے کے رشتے داروں میں سے کوئی عورت بچے کی پرورش کے لئے نا ملے تو پھر باپ اور اس

کے بعد دادا پھر پردادا پھر سگا بھائی اسی ترتیب کے ساتھ جو ولایت نکاح میں ہیں انھیں اس کا حق پرورش حاصل ہوگا۔لڑکا جب تک سات برس کا نہ ہوجائے اس کی پرورش کا حق ماں کے پاس رہتا ہے تاہم جب وہ سات سال کا ہوجائے گا تو باپ چاہے تو اس کو زبردستی بھی اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے چنانچہ سات برس کے بعد بیٹے کا حق پرورش باپ کو منتقل ہوجائے گا

ماں کا حق پرورش جہاں ایسے مرد سے نکاح کرنے سے ختم ہوجاتا ہے جو بچے کا محرم رشتہ دار نہ ہو وہاں ان اسباب سے بھی اس کا حق پرورش ختم ہوجاتا ہے یعنی اگر وہ۔

۱۔مرتد ہوجائے۔

۲۔بدکردار ہو۔

۳۔بچہ کو اکیلا گھر میں چھوڑ کر اکثر اوقات گھر سے باہر گھومنے پھرنے جاتی ہو۔۱۴۳؎

نسب:

جب کسی شوہر والی عورت کے اولاد ہوگی تو وہ اسی کے شوہر کی کہلائے گی اور کسی شبہ میں آکر اسے ناجائز کہنا یا یہ کہنا کے اس بچے کا باپ اس عورت کا شوہر نہیں ہے قطعاً ناجائز ہے اگرچہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی اور اس عورت کو ایام ماہواری بھی آتے ہیں اور اس نے یہ اقرار بھی نہ کیا ہو کے مجھے تین حیض آچکے ہیں اور میری عدت ختم ہوچکی اور اگر طلاق ہونے کے بعد دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہوجائے تو شوہر اس بچے سے انکار نہیں کرسکتا اور شریعت کی رو سے اس بچے کا نسب باپ کی ہی طرف سمجھا جائے گا جبکہ یہ بچہ اسی شوہر کا ہوگا اور عورت اس کے نکاح میں باقی رہے گی اور یہ سمجھا جائے گا کے طلاق رجعی دینے کے بعد عدت میں شوہر نے صحبت کی تھی اور طلاق سے رجوع کرلیا تاہم اگر شوہر انکار کردے تو پھر لعان کا حکم لگایا جائے گا، اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی اور بیوی نے عدت پوری ہونے کا اقرار نہیں کیا پھر دو برس کے اندر اندر بچے کی پیدائش ہوگئی تو بچہ اسی مرد کا ہوگا اور اگر دو برس کے بعد بھی ہو مرد یہ دعویٰ کرے کے یہ بچہ میرا ہے تو یہی سمجھا جائے

گا کے اس نے عدت میں دھوکے سے صحبت کر لی ہوگی کسی ایسی لڑکی کو طلاق ہوئی جو ابھی جوان تو نہیں ہوئی مگر جوانی کے قریب ہے تو اس کو طلاق کے بعد پورے نو مہینے کے بعد بچے کی پیدائش عمل میں آئے تو وہ بچہ ناجائز تصور ہوگا اور اگر نو ماہ سے پہلے پیدا ہو جائے تو وہ اسی کے شوہر کا مانا جائے گا البتہ اگر وہ لڑکی تین مہینے کی عدت کے اندر یہ اقرار کر لے کے مجھے حمل ہے تو وہ بچہ جائز سمجھا جائے گا پھر اگر دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ اسی کے شوہر کا کہلائے گا۔

کسی بالغہ کا شوہر مر جائے اور عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا اور اگر شوہر کے مرنے کے دو سال کے اندر اندر بچے کی پیدائش ہوگئی تو وہ بچہ اسی کے شوہر کا مانا جائے گا نکاح ہو گیا لیکن ابھی رواج کے مطابق رخصتی نہیں ہوئی اور بچے کی پیدائش ہوگئی لیکن اگر شوہر انکار نہیں کرتا ہے تو یہ بچہ اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا کیونکہ اس کا انکار نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کے خفیہ طور پر دونوں کے درمیان تعلقات استوار ہو گئے تاہم اگر شوہر انکار کر دے تو پھر لعان کا حکم جاری ہوگا۔

اگر شوہر پردیس میں ہے اور اس کی عدم موجودگی میں بیوی کے یہاں بچے کی پیدائش ہوگئی اور اگر شوہر اس بچے کو اپنا بتاتا ہے تو از روئے قانون شرعی بچہ اسی کا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کے وہ چپکے سے بیوی سے مل کر چلا گیا ہو اور دوسروں کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو تاہم بعض اوقات کسی قانونی مجبوری سے بھی میاں بیوی کی خفیہ ملاقات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن اگر شوہر انکار کرے تو پھر لعان کا حکم جاری ہوگا۔

نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم عرصے میں اگر بچے کی پیدائش ہو جائے تو وہ بچہ ناجائز تصور کیا جائے گا اور اگر پورے چھ ماہ یا اس سے زیادہ میں پیدا ہوا ہو تو وہ بچہ اسی شوہر کا مانا جائے گا اور اگر شوہر انکار کرے تو پھر لعان کا حکم جاری ہوگا اگر کسی کے زنا کے نتیجے میں بچے کی پیدائش عمل میں آئی ہو اور عورت اس کا اقرار بھی کر لے لیکن پھر بھی اس بچہ کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا اور اس کو کوئی شرعی حق نہیں ملے گا۔ ۱۴۴؎

۸۔قانون شہادت اور خواتین

شہادت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کے کسی سچی بات کی خبر دینا خبر یا گواہی دینے والے کو شاہد کہتے ہیں لہٰذا شہادت کا لفظ مشاہدہ سے بنا ہے جس کے معنی معائنہ کے ہیں کسی معاملہ کے بیان کے سبب چونکہ اس کا معائنہ ہوتا ہے اس لئے اس اظہار بیان کو شہادت کہتے ہیں نصوص قرآنیہ میں اس کے لئے شہادۃ اور اشہاد کے الفاظ آئے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔

ترجمہ۔گواہی کو مت چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہوگا۔۱۴۵؎

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر تم کسی امر واقعہ کا اس طرح سے معائنہ کرو کے جس طرح سے سورج کو دیکھ رہے ہو تب تو اس کی شہادت (گواہی) دو ورنہ چھوڑ دو۔۱۴۶؎

قرآن کریم میں متعدد جرائم اور معاملات بیان کئے گئے ہیں مگر ہر جرم اور معاملہ پر گواہی کا بیان لازمی نہیں ہے لیکن آٹھ مقامات ایسے ہیں کے جہاں شہادت کے احکامات بیان کئے گئے ہیں

۔ا۔طلاق کی عدت گزرنے پر جدائی کے لئے یا تجدید نکاح کے لئے

(۲ گواہ)۔۲۔لعان (۴ گواہ)۔۳۔وصیت (۲ گواہ)۔۴۔اثبات فاحشہ۔۵۔اموال یتامیٰ کی حوالگی (گواہ بنالو)۔۶۔قذف (پاک دامن عورتوں پر تہمت کے وقت ۴ گواہ)۔

۷۔قرض (مالی معاملات میں ۲ گواہ)۔۸۔سحاقت (عورتوں کا عورتوں کے ساتھ بے حیائی کا فعل اس میں ۴ گواہ)۔

اسی حوالے سے ارشادات خدوندی ہیں!

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ۔

ترجمہ۔اللہ کے لئے درست گواہی دو۔ ۱۴۷؎

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۔

ترجمہ۔اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو (اور وقت آنے پر) اللہ کی طرف گواہی دو اگر چہ خود پر ہو یا اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں پر، اگر کوئی مالدار یا فقیر ہے تو اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے، سو تم انصاف کرنے میں دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو، اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ ۱۴۸؎

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۚ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔

ترجمہ۔اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ۱۴۹؎

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔

ترجمہ۔اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اس گواہی کو چھپایا جو اللہ کی طرف سے اس پر واجب تھی۔ ۱۵۰؎

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۔

ترجمہ۔وہ اللہ کے بندے ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ ۱۵۱؎

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۔

ترجمہ۔ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔ ۱۵۲؎

اِلَّآ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيۡرُوۡنَهَا بَيۡنَكُمۡ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَلَّا تَكۡتُبُوۡهَا وَاَشۡهِدُوۡۤا اِذَا تَبَايَعۡتُمۡ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيۡدٌ ۔

ترجمہ۔ جب لین دین کا معاملہ کرو تو گواہ بنالو۔ ۱۵۳؎

وہ مسائل کے جن میں عورت کو گواہی کا حق ہے

شریعت اسلامیہ نے مالی معاملات میں خواتین کو گواہی کا حق دیا ہے اس میں شامل معاملہ، قرض، اجارہ، رہن اور اقرار وغیرہ ہیں یعنی مال سے متعلق گواہی کا مطلب ہے کے اس سے متعلق معاملات جیسے خرید و فروخت کے معاملات وغیرہ لہٰذا عورت کو خرید و فروخت میں گواہی کا حق ہے جبکہ اس میں شرائط پوری کرنا بھی ضروری ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کے گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰٮهُمَا الۡاُخۡرٰى ۔

ترجمہ۔ بنالو گواہ دو مردوں کو تم میں سے اگر دو مرد نہ ہوں، تو دو عورتیں، جن کو تم گواہ بنانا پسند کرو۔ ۱۵۴؎

جن معاملات میں عورت کی گواہی معتبر ہے ان میں عقد، وقف اجارہ، ہبہ، صلح، مساقات، مضاربت، شرکت اور وصیت جیسے معاملات شامل ہیں اور مالی معاملات میں عورتوں کی گواہی پر فقہاء کا اجماع ہے اگرچہ قرآن کریم نے دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے برابر قرار دیا ہے لیکن اس سے مردوں کی کوئی فطری فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے چنانچہ اس اعتراض کے جواب کے لئے متعدد امور قابل غور ہیں سب سے پہلے تو عورتوں کو ہمارے یہاں یا دنیا بھر میں جس تمدنی حالت میں رکھا گیا ہے اس حالت نے ان کو ایسا جاہل اور نا معاملہ فہم اور نا تجربہ کار بنا دیا ہے کے اگر ہر قسم کے معاملات اور مقدمات میں مرد و عورت کی شہادت کا وزن بالکل یکساں رکھا جاتا یا رکھا جائے تو

اہم معاملات میں سخت ابتری کا اندیشہ ہے اور مذکورہ بالا آیت کی رو سے دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے مساوی قرار دیا گیا ہے تو وہ آیت تمسک قرضہ سے تعلق رکھتی ہے ظاہر ہے تحریر تمسکات، دستاویزات و معاملات اور حساب و کتاب یا مطلوبہ عدالت یا محکمہ قضاۃ ایسے معاملات ہیں کے جو عام طور پر خواتین کیلئے غیر معمولی ہیں پھر سب سے بڑھ کر تعلیم کی کمی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی لہٰذا ایسے معاملات میں دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کے مساوی رکھا گیا لیکن آیت مذکورہ پر اگر غور کیا جائے تو ابتدا میں اللہ تعالی نے دو مردوں کی گواہی کی ہی بات کی پھر اگر وہ میسر نہ ہوں تو دو عورتوں کو گواہ بنا لو کے جن کو تم گواہ بنانا پسند کر و لہٰذا خواتین کو اس معاملہ میں الجھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے انھی کی آسانی کے لئے یہ احکامات صادر فرمائے ہیں۔

ٹائمز آف انڈیا کی ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق!

خواتین کے مقابلے میں مردوں میں یہ صلاحیت زیادہ ہوتی ہے کے وہ ریاضیاتی معلومات کو یاد رکھیں اور اس کو بہتر انداز سے ترتیب دے سکیں کیونکہ مرد ریاضیاتی موضوعات پر چھائے ہوئے ہیں کیونکہ ان کی حافظہ کی قوت بے مثال ہے جبکہ اس کے برعکس خواتین لسانی معاملات میں مردوں سے آگے ہوتی ہیں۔ ۱۵۵ ؎

ایک اور تحقیقی حوالہ بھی پیش خدمت ہے، جو ماہرین تغذیہ کی ایک حالیہ ریسرچ اسٹڈی ہے کے مطابق! مرد ریاضی کے معاملات میں عورتوں سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں کیونکہ عام طور پر مردوں کے خون میں آئرن کی مقدار مناسب اور درست ہوتی ہے اس کے برعکس خواتین میں سے اکثریت خون کی کمی کا شکار ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ان کا حساب و کتاب کمزور ہوتا ہے اور وہ ریاضی کے مضامین میں عام طور پر کمزور ہوتی ہیں جس کی ایک بڑی وجہ ان کے جسم میں آئرن کی کمی بھی بتائی گئی ہے۔

قرآنی احکامات کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے انسان کی فطری اور بشری کمزوریوں کو خالق کائنات کس قدر خوبی سے جانتے اور سمجھتے ہیں لہٰذا ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ بھی ان کی سوجھ بوجھ کو

مدنظر رکھتے ہوئے ہی ڈالا گیا ہے، عورت اور مرد میں گواہی کا فرق ضرور تاً ہے جس میں مردوں کی فضیلت کا عنصر موجود نہیں۔

فقہ حنفی میں رمضان کے چاند کے سلسلے میں ایک عادل شخص کی گواہی بھی قابل قبول ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔۱۵۶

ولادت سے متعلق معاملات جس میں بچے کے رونے کی گواہی شامل ہے اسی حوالے سے حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دائی کی تنہا گواہی جائز قرار دی یہی نہیں بلکہ عورتوں کے عوارض یا ان کے پوشیدہ معاملات، رضاعت، کنوارا پن، عورتوں کے جسمانی عیوب سے متعلق گواہی میں ایک عورت کی گواہی کو شریعت نے معتبر مانا ہے، حاصل کلام یہ ہے کے قرآن کریم میں جب بھی اللہ تعالی نے 'یا ایھا الناس امنوا' کا صیغہ استعمال کیا اس سے مراد مرد وعورت دونوں ہیں۔قرآن کریم کا معمول اور حالت عام کے تحت ہے لہٰذا ہر اس جگہ جہاں مردوں کو کوئی حکم دیا گیا وہاں عورتیں بھی اس حکم میں داخل ہوں گی۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰٮهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا

تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔اے ایمان والو! جب تم قرض کا لین دین ایک معینہ مدت کے لئے کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ تمھارے درمیان ایک کاتب انصاف کے ساتھ لکھے اور کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ جس طرح سے اللہ نے اس کو سیکھایا اسے لکھے اور وہ جس پر حق ہے لکھوائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ کرے اور اگر جس پر حق ہے وہ احمق ہو یا ضعیف ہو یا اس لائق نہ ہو کے لکھوا سکے تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھوائے اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو جن کو تم گواہ بنانا پسند کرو تا کہ اگر ان دونوں عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے اور جب گواہ بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں اور تم اس معاملے کے متعلق کوئی چھوٹی یا بڑی بات لکھنے میں سستی نہ کرو یہ طریقہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف پر مبنی ہے اور شہادت کے لئے زیادہ معتبر ہے اور اس بات کے زیادہ قریب ہے کے تم شک میں مبتلا نہ ہو ہاں اگر سودا دست بدست ہو اور تمھارے مابین طے کرلیا گیا ہو اگر تم اسے نہ لکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔۱۵۷؎

پیش نظر آیت جس کی رو سے دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ہے وہ آیت تمسک قرض سے تعلق رکھتی ہے ظاہر تحریر تمسکات و دستاویزات، حساب و کتاب مطلوبہ عدالت یا محکمہ قضاۃ ایسے معاملات ہیں جو عام طور پر کسی بھی عورت کے لئے غیر معمولی قسم کے کام ہیں اور کم علمی و کم تجربہ اور عدم واقفیت کے پیش نظر یہ وہ معاملات ہیں جو خواتین کے لئے نامناسب ہیں کیونکہ خواتین ان معاملات کو عرصہ دراز تک یاد نہیں رکھ سکتی جبکہ خواتین کے برعکس مردوں کو اس قسم کی معاملہ فہمی کی عادت ہوتی ہے لہٰذا ایک عورت کے بجائے دو عورتوں کی شہادت ضروری ٹھہری اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد کروادے۔

قابل غور اور اہم بات یہ ہے کے اللہ تعالی کا انصاف کتنا سچا اور خالص ہے کے اکیلا مرد بھی گواہی

کے لئے قابل قبول نہیں جب تک کے اس کے ساتھ دوسرا مرد یا دو عورتیں نہ ہوں یہاں اللہ تعالی نے خواتین کو کسی بھی احساس کمتری میں مبتلا نہیں کیا بلکہ انھیں یہ احساس دلایا ہے کے ان کے اوپر کچھ اہم ذمہ داریاں ہیں اور تم ایک عورت ہونے کے ناطے گواہی کے لئے ہرگز بھی کمتر نہیں بلکہ یہاں ایک مرد کی گواہی بھی قابل قبول نہیں۔

کاروباری شہادت کے علاوہ اور کسی بھی قسم کی گواہی میں ایک عورت اتنی ہی اہم ہے جتنی اہمیت کا حامل ایک مرد۔قرآن کریم میں تفکر سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کے سوائے کاروباری شہادت کے زندگی کے ہر شعبے میں گواہی کا قانون مرد و عورت کے لئے یکساں اور برابر ہے جس میں تہمت، لعان، زنا، فحاشی، قتل، چوری وغیرہ تمام اقسام کی شہادتیں شامل ہیں لہذا یہ بات طے ہوئی کے باقی معاملات میں جہاں ایک مرد کی گواہی کی اہمیت ہے وہاں ایک عورت کی گواہی بھی محترم اور معتبر ہے۔

۹۔حدود تعزیرات اور خواتین

اعمال کے اعتبار سے اللہ کی نظر میں مرد و عورت ایک جیسے ہیں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت یا فضیلت حاصل نہیں ماسوا اس کے، کہ جو بھی متقی ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، وہ اللہ کی نظر میں قابل قدر اور قابل عزت ہیں اللہ تعالی اپنے بندوں کے نیک اعمال کو ضائع نہیں کرتے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اللّٰہُ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَکُمۡ ۔

ترجمہ۔اور اللہ ایسا نہیں ہے کے وہ تمھارے ایمان کے کام کو ضائع کر دے۔۱۵۸؎

یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضۡلٍ وَّ اَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

ترجمہ۔اور یہ کے اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔۱۵۹؎

فَاسۡتَجَابَ لَہُمۡ رَبُّہُمۡ اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی ۚ بَعۡضُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ۔

ترجمہ۔ اللہ تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ ۱۶۰؎

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ۔

ترجمہ۔ جولوگ کتاب اللہ کو پکڑے ہوئے ہیں اور نماز پڑھتے رہتے ہیں تو بے شک ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ ۱۶۱؎

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ۔

ترجمہ۔ جو کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جس نے نیک کام کئے وہ اپنے لئے جگہ بناتے ہیں۔ ۱۶۲؎

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

ترجمہ۔ اگر تم نیکی کرو گے تو اپنی ہی جان کے بھلے کے لئے کرو گے اور جس نے برا کیا تو اس نے اپنے ہی لیا برا کیا آپ کا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ ۱۶۳؎

جو کوئی بھی گناہ گار ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اس کو اپنے کئے کی پوری سزا دی جائے گی اس میں بھی مرد وعورت کی کوئی تخصیص نہیں لیکن اگر معاشرے کی سوچ کا تجزیہ کیا جائے تو عورت کو معاشرے میں کمزور اور بے بس تصور کیا جاتا ہے اس اعتبار سے اس کو سزا بھی کم ملنی چاہئے لیکن ایسا نہیں ہے اب چاہے مرد یا عورت جو بھی گناہ کرے گا جس میں شامل قتل، چوری، شراب نوشی، جوا، سود، دھوکہ، بہتان، زنا، غیبت، چغلی، جھوٹ، تکبر، خود پسندی، مال جمع کرنے کی ہوس، تمسخر اڑانا، عیب لگانا، برے ناموں سے پکارنا، اولاد کی غلط تربیت کرنا، ظن وگمان، اپنے شوہر پر الزام لگانے کی سزا، جادو ٹونہ کرنے والیاں، فضول خرچی، جھوٹی عبادات، آباء پرستی شخصیت پرستی، سٹہ، الغرض دنیا میں موجود جو بھی برائی ہے اس کو کرنے والے کو پورے عدل وانصاف کے ساتھ سزا دی جائے گی اگرچہ معاشرے میں کمزور کردار کی عورتیں بھی پائی جاتی ہیں جن کی نشاندہی بھی قرآن وسنت میں موجود ہے۔ جس کا ذیل میں اختصار سے جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔ قتل:

قتل کے حوالے سے بھی مرد و عورت دونوں کو ہی شریعت برابر کی سزا تجویز کرتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔

ترجمہ۔ جان کو جیسے اللہ نے محترم کیا ہے ناحق قتل نہ کرو۔ ۱۶۴؎

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا۔

ترجمہ۔ اپنی اولاد کو محتاجی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی روزی دیتے ہیں بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ۱۶۵؎

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ وَّدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰٓی اَھْلِہٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّکُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ وَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ فَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰٓی اَھْلِہٖ وَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ تَوْبَۃً مِّنَ اللّٰہِ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا۔

ترجمہ۔ مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے، اور جو مسلمان کو غلطی سے قتل کرے تو ایک مسلمان کی گردن آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے مگر یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں، پھر اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم میں تھا جس سے تمہاری دشمنی ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے، اور اگر وہ مقتول مسلمان کسی ایسی قوم میں سے تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا، پھر جو غلام نہ پائے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے اللہ سے گناہ بخشوانے کے لیے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ ۱۶۶؎

۲۔زنا:

غیر قانونی جنسی تعلق کا قائم ہونا یوں تو ہر سماج اور مذہب میں اس قسم کے ناجائز تعلقات کو نہایت حقارت سے دیکھا جاتا ہے لیکن اب دنیا کے کئی ممالک میں اس قسم کے تعلقات کو قانونی حیثیت بھی حاصل ہو چکی ہے لیکن شریعت اسلامیہ ہر قسم کی فحاشی اور بدکاری کی شدت سے مذمت کرتی ہے جبکہ از روئے شریعت زنا کا تعلق گناہ کبیرہ میں کیا جاتا ہے کیونکہ شریعت نے جب جائز اور حلال راستہ کھول رکھا ہے تو پھر ناجائز اور غیر قانونی راستے کی طرف جانے کی ضرورت کیا ہے ؟ شریعت کی رو سے مرد ایک وقت میں چار نکاح کر سکتا ہے جبکہ خواتین کے پاس بھی خلع کا Option موجود ہے جسے وہ وقت ضرورت استعمال کر سکتی ہیں جبکہ خلع لینے کے لئے عورت کی اس مرد سے ناپسندیدگی ہی کافی ہے چنانچہ خلع لینے کے بعد عورت عدت پوری کر کے دوسرا نکاح کرنے میں آزاد ہے اگرچہ وہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے متعدد نکاح ہی کیوں نہ کرے شرط صرف اتنی ہے کہ اس نے اسلامی قوانین کی خلاف ورزی نہ کی ہو جب مرد و عورت دونوں ہی اس معاملے میں آزاد ہیں تو پھر انھیں ناجائز راستے کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا۔

ترجمہ۔زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔۱۶۷؎

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔زنا کار عورت اور زنا کار مرد ان میں سے ہر ایک کے ۱۰۰ کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے مقابلے میں تم کو ان پر شفقت نہ آئے اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود رہنی چاہئے۔۱۶۸؎

(یہ سزا زانی کنوارے مرد اور عورت کے لئے ہے)۔

شادی شدہ زانی مرد و عورت کے لئے سزا کے احکامات نہایت سخت ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا۔

ترجمہ۔تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تم ان کے خلاف چار گواہ لے آؤ اور اگر وہ شہادت دے دیں تو پھر انھیں گھروں میں قید رکھو یہاں تک کہ انھیں موت آ جائے یا پھر اللہ ان کے واسطہ کوئی راستہ قرار دے۔

(لیکن یہ اس قید کا فیصلہ شوہر نہیں بلکہ عدالت کرے گی)۔۱۶۹؎

اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ۔

ترجمہ۔خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں ۔۱۷۰؎

امیرالمومنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ الکریم کے اقوال:

جو زنا کرتا ہے اس کے گھر میں بھی زنا کیا جاتا ہے کیونکہ زنا ایک قرض ہے اور زنا فقر ہے۔

چار چیزیں جس گھر میں داخل ہو جائیں وہ اس گھر کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتی ہیں۔

۱۔خیانت۔ ۲۔چوری۔ ۳۔شراب نوشی۔ ۴۔زنا۔

اللہ نے ترک زنا کو نسب کی حفاظت کے لئے واجب قرار دیا ہے جبکہ غیرت مند کبھی بھی زنا نہیں کرتا ہے۔

اللہ کو سب سے زیادہ نفرت بوڑھے زانی سے ہے۔۱۷۱؎

حضرت علیؑ نے ایک جگہ فرمایا! تمھیں اچھی طرح سے معلوم ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شادی

شدہ زانی کو سنگسار کیا پھر ان پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کے گھر والوں کو اس کا وارث بھی بنایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چور کے ہاتھ کاٹے اور غیر شادی شدہ زانی کو ۱۰۰ کوڑے مارے تاہم مال غنیمت میں سے انھیں حصہ بھی دیا بعد ازاں مسلمان لڑکیوں سے ان کے نکاح بھی کروائے۔

۳۔ چوری:

شریعت اسلامی میں چوری بھی گناہ کبیرہ ہے اب چاہے اس کا ارتکاب مرد کرے یا عورت دونوں کی سزا شریعت نے متعین کر دی ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ چور مرد اور چور عورت تم ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ بدلہ اس کا ہے جو انھوں نے کیا ہے اور یہ سزا ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ ۱۷۲؎

مشہور واقعہ ہے کے عرب کی فاطمہ نامی ایک صاحب ثروت خاتون نے چوری کی اور ان پر جرم ثابت ہو گیا انھوں نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولے بیٹے اور غلام تھے ان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام بھیجوایا کے اگر میرے ہاتھ کاٹنے کی سزا کو جرمانے سے بدل دیا جائے تو میں بھاری جرمانہ بھی ادا کرنے کے لئے تیار ہوں جب ان کی یہ عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غضبناک ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بخدا اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ گناہ سرزد ہوتا تو میں ان کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا اور تم سے پچھلی امتیں اسی وجہ سے تباہ برباد ہوئیں کہ جب ان کے صاحب ثروت افراد سے کوئی جرم سرزد ہوتا تو وہ چھوٹ جاتے جبکہ غریب ناکردہ جرائم کی بھی سزا بھگتتا۔ ۱۷۳؎

۴۔ بہتان:

بہتان بھی ایک سخت گناہ کبیرہ ہے یعنی مسلمان پاکباز مرد و عورت کی عزت پر کوئی تہمت یا بہتان دھرنا شریعت میں نہایت ناگوار اور قابل مذمت ہے یہ معاملہ نہایت سنگین نوعیت کا ہے کیونکہ اکثر

سماجی سطح پر گھر اور گھر سے باہر، مرد اور عورتیں دونوں ہی کسی تیسرے کی عزت کو نشانہ بناتے ہیں یعنی جس طرح کے موسم کا حال بیان کیا جاتا ہے بالکل اسی طرح سے دوسروں کی عزت کو ہدف بنایا جاتا ہے۔اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔

ترجمہ۔جولوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر اس پر چار گواہ نہ لاسکیں تو تم ان کے ۸۰ کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی کو قبول نہ کرو اور یہی بدکار ہیں۔ ۱۷۴؎

(شریعت اسلامیہ میں اسی کوڑے کی سزا کو حد قذف بھی کہا جاتا ہے)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ۔بے شک جولوگ ایمان دار اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار کیا گیا ہے۔ ۱۷۵؎

اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور اس گناہ عظیم کی بابت پوچھ گچھ ہوگی کیونکہ عزت کا معاملہ اللہ کی نظر میں بھی نہایت اہم ترین اور سنگین ہے جب ہی اس پر چار گواہ طلب کئے گئے ہیں کیونکہ کوئی بھی گناہ کبیرہ عام طور پر چھپ کر کیا جاتا ہے لہٰذا اس کے پس پردہ حکمت الٰہیہ کو بھی سمجھنا چاہئے اگر کوئی شخص کسی گناہ میں ملوث ہے تو ذاتی حیثیت میں اس کی اصلاح کی جائے بجائے اس کے اس کو لوگوں میں ذلیل و رسوا کیا جائے اور اس کی عزت کو سرعام بدنام کیا جائے کیونکہ اللہ تعالی کی ایک صفت ستار العیوب بھی ہے یعنی وہ اپنے بندوں کے عیبوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے چنانچہ وہ اپنے بندوں سے بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی ایک دوسرے کے عیبوں کی پردہ پوشی کریں اور دنیا میں عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے کے لئے اللہ تعالی نے آخرت میں اجر عظیم کی بشارت دی ہے۔اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے!

جس نے کسی مسلمان مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت دوزخ کے سب سے نچلے طبقے یعنی 'خبال' میں ڈالیں گے۔۱۷۶؎

۵۔ناپ تول:

ناپ تول میں کمی ایک نہایت غیر اخلاقی، غیر ذمہ دارانہ اور شاطرانہ عمل ہے جس میں گاہک سے پیسے تو پورے وصول کئے جاتے ہیں لیکن اس کو سودا کم دیا جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جب اس غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث ہوئی تو ان کی رہنمائی کے لئے پیغمبر بھیجے گئے تاکہ انھیں اس قبیح فعل سے روکا جا سکے لیکن ایک طویل ہدایت اور رہنمائی کے باوجود قوم شعیب نہایت ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی سے اپنے مذموم عزائم میں ملوث رہی اور انھوں نے حضرت شعیب کی ایک نہ سنی دین اسلام مادیت پرستی، زر پرستی اور دنیا کی ہوس کی سخت مذمت کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کے مال وزر کسی ایک جگہ منجمد ہو کر نہ رہ جائے بلکہ سماج میں اس کی ترسیل جاری رہے تاکہ امیر امیر تر اور غریب غریب تر نہ ہو جائے جب ہی دین اسلام تمام مسلمانوں کو زکوۃ، صدقات، خیرات، فدیہ اور فطرے کی جانب ترغیب دیتا ہے تاکہ انسان مال کو اپنے ہاتھ سے خرچ کرے اور مال کی محبت میں گرفتار نہ ہو تاہم دنیا بھر کے مردوں کی طرح قرآن کریم اپنے خطاب میں مسلمان خواتین کو بالخصوص اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والی خواتین کو بالعموم یہ ہدایت دے رہا ہے کے اپنے مالی معاملات کی درستگی کا بہت لحاظ رکھا جائے۔ اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاَوۡفُوا الۡـكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ‌ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا۔

ترجمہ۔ جب تم ناپو تو پورا ناپو اور سیدھی ترازو سے تولو یہ بہتر اور نجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔۱۷۷؎

اَوۡفُوا الۡـكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ‌۔

ترجمہ۔ پیمانہ کو پورا رکھو اور کم دینے والوں میں نہ ہو۔۱۷۸؎

وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِي الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ۔

ترجمہ۔لوگوں کوان کی چیزیں کم نہ دواور نہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرو۔۱۷۹؎

۶۔شراب نوشی:

شراب نوشی یا نشہ چاہے وہ کسی بھی قسم کا ہواس کے نہایت مضر اثرات صحت انسانی پر مرتب ہوتے ہیں لیکن دنیا بھر میں مردوزن کی ایک کثیر تعداد مختلف اقسام کے نشے کے عادی ہے اب یہ ایک الگ بحث ہے کے وہ یہ نشہ فیشن، عادت یا ضرورت کے تحت کرتے ہیں لیکن ہر صورت میں اس کے مضر رساں اثرات سے فرد کے ساتھ ساتھ اس کا پورا خاندان بھی شدت سے متاثر ہوتا ہے۔ تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے دنیا کے ہر ملک، خطے، قبیلے اور قوم میں نشہ کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا جو بدستور آج بھی مستعمل ہے جس کی روک تھام کے لئے ہر سطح پر دامے درمے قدمے سخنے کوششیں جاری ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ،ساتھ اس میں کمی کے بجائے اضافہ ہوا ہے۔اسلام اپنے پیروکاروں کو یہ ہدایت دیتا ہے کے وہ نشہ اور اس کی ہر قسم سے دور رہے کیونکہ مسلمان کے لئے دنیا ایک آزمائش کی جگہ ہے جہاں مختلف انواع کی مشکلات سے اس کا واسطہ اور سابقہ پڑتا ہے لیکن کمزور اور بزدل ذہنیت کے افراد ان مشکلات سے بچنے کے لئے نشے کا سہارا لیتے ہیں جس سے مشکلات تو خیر کیا کم یا ختم ہوں گی بلکہ ایک نئی بن بلائی مصیبت ان کا گھر دیکھ لیتی ہے لہٰذا بار بار مصائب و مشکلات میں صبر وصلوۃ سے مدد لینے کی تلقین کی گئی دوسری جانب انسان کے حالات بھی سدا ایک جیسے نہیں رہتے بلکہ کچھ ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ حالات کو بدل دیتے ہیں لہٰذا وقت کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کے چاہے وہ اچھا ہو یا برا گزر ہی جاتا ہے۔ نشے اور شراب نوشی کی بری عادت سے دور رہنے کے لئے قرآنی احکامات ذیل میں بیان کئے جارہے۔

اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِي الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ۔

ترجمہ۔مسلمانو!اس کے سوا کچھ نہیں کہ شراب اور جوا اور بت اور استخارے کے پانسے ناپاک شیطانی کام ہیں تو تم ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کے شراب اور جوئے میں تمھیں پھنسا کر رکھے اور تمھارے درمیان عداوت اور نفرت ڈالے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔۱۸۰؎

۷۔فواحشات:

فواحشات سے مراد بدکاری، فحاشی اور بے حیائی ہے اس ضمن میں اسلامی تعلیمات نہایت واضح اور دوٹوک ہیں کیونکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو سختی سے فواحشات کے قریب جانے سے بھی منع کرتا ہے چاہے وہ مرد ہوں یا خواتین۔لیکن تاریخ انسانی میں فحاشی، بدکاری، بے حیائی اور بے راہ روی کی مثالیں ہر سماج میں موجود رہیں لیکن یہ بھی مقام حیرت ہے کے بسا اوقات ان فواحشات کی کھلم کھلا اجازت اور آزادی میں ملکی اور مذہبی قوانین بھی پیش پیش رہے جیسے کے پروہت، پنڈت، کلیساء کے پوپ اور دیگر اعلیٰ عہدے داران نے اپنے مذموم عزائم کی تسکین کے لئے اس کو مذہبی رنگ میں لوگوں پر حلال کر دیا۔لیکن اسلام نے ہر قسم کے کھلے اور چھپے فواحشات پر سختی سے قدغن لگائی تاکہ ایک صالح سماج کی داغ بیل پڑ سکے جب ہی نکاح کو انبیاء کی سنت کہتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کے جس نے نکاح کیا گویا اس نے اپنے آپ کو ایک محفوظ قلعے میں بند کر لیا۔اسی نظریے کے پیش نظر زنا اور بدکاری کی شدید سزائیں مقرر کی گئیں ہیں جبکہ نکاح کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی گئی ہے یہاں تک کے کنیزوں اور غلاموں کے نکاح کی بھی بار بار ہدایت کی گئی ہے تاکہ سماج میں بدکاری پنپنے نہ پائے۔اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

ترجمہ۔بے حیائی کے کام جو کھلے ہوں یا چھپے ہوں ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔۱۸۱؎

اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔

ترجمہ۔شیطان تم سے تنگ دستی کا وعدہ کرتا ہے اور تمھیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔۱۸۲؎

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کے مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو، تو انھیں دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ۱۸۳؎

۸۔ گناہ:

گناہ سے مراد اللہ کی نافرمانی ہے، ہر وہ کام گناہ کے زمرے میں داخل ہے جس سے خالق کائنات کی نافرمانی ظاہر ہوتی ہو اب چاہے یہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہر صورت میں ان سے اجتناب ضروری ہے لیکن انسان بشری اعتبار سے کمزور پیدا کیا گیا ہے اور اس سے جانے اور ان جانے میں گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالی نے اپنی رحمت خاص سے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے چنانچہ جب کوئی انسان اپنے گناہ پر نادم ہوتا ہے اور اللہ کے حضور سچے دل سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالی اپنی رحمت خاص سے اس کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اب چاہے ان گناہوں کی کثرت آسمان پر موجود ستاروں جتنی ہو، صحرا میں موجود ریت کے ذرات جتنی ہو یا سمندر میں موجود لہروں جتنی ہو۔ اللہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان، شفیق اور رحم فرمانے والا ہیں لیکن گناہوں سے نفرت اور کراہیت ہر مسلمان کے دل میں ضرور ہونی چاہیے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ۔

ترجمہ۔ کھلے اور چھپے ہر گناہ کو چھوڑ دو بے شک جو لوگ گناہ کماتے ہیں ان کو اس کی سزا دی جائے گی جو وہ کماتے ہیں۔ ۱۸۴؎

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر ان کا انجام جو برے کام کرتے ہیں برا ہی ہے کیونکہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی ہنسی اڑائی۔ ۱۸۵؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! سات مہلک گناہوں سے بچو!

ا۔ شرک۔ ۲۔ جادو۔ ۳۔ ناحق قتل۔ ۴۔ سود۔ ۵۔ یتیم کا مال کھانا۔ ۶۔ جنگ کے دن پیٹھ پھیر لینا۔ ۷۔ پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔ ۱۸۶؎

۹۔ زوجین کا ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنا:

مسلمان پاکباز مرد یا عورت پر الزام یا بہتان لگان گناہ کبیرہ میں شمار کیا جاتا ہے تاہم ہمارے سماج میں ایسے بے شمار کمزور کردار کے مرد وخواتین پائی جاتی ہیں جو کے اپنے نیک اور پاکباز بیویوں یا شوہروں پر الزام تراشی کرتی ہیں یا ان کے کردار کو مشکوک انداز سے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے کردار کے حوالے سے ابہام پیدا ہو جاتا ہے اگر چہ ایسا ادوار گزشتہ میں بھی ہوتا تھا لیکن فی زمانہ یہ برائی سماج میں بہت زیادہ دیکھنے میں آرہی ہے جس کی کئی وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ قوت برداشت کا کم ہونا، بہت زیادہ توقعات کا قائم کر لینا اور مرد وخواتین کی شادی کے وقت ان کی رضامندی اور مرضی کا نہ ہونا سرفہرست ہے۔

ظہار:

ظہار کا مادہ ظہر سے نکلا ہے جس کے معنی شدت، غلبے، ظاہر اور پشت کے ہیں۔ محرمات ابدیہ یعنی جن سے نکاح حرام ہے جیسے ماں، بیٹی، بہن وغیرہ اور ان کے جسم کا وہ حصہ جو دیکھنا جائز نہیں ہے اس حصہ کے ساتھ اپنی بیوی کو تشبیہ دینا جیسے تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یہ واضح اور صاف طور پر ظہار ہے گو کہ ظہار سے نکاح نہیں ٹوٹتا ہے لیکن کفارہ ادا کئے بغیر وہ اپنی بیوی کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا اور ظہار کا کفارہ بھی ایلاء کے کفارے جیسا ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَلَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا اللَّآئِيْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ

غَفُوْرٌ۔

ترجمہ۔تم میں سے جولوگ اپنی عورتوں سے زبردستی کہہ رہے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں ہوجاتیں ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے انھیں جنم دیا اور وہ بے شک ایک بے ہودہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں بے شک اللہ درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔۱۸۷؎

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۔۱۸۸؎

ترجمہ۔بس اگر تم دونوں (ازدواج) اللہ کے حضور توبہ کرو کے بے شک تم دونوں کے قلوب مائل ہوجائیں گے (نیکی کی توفیق حاصل ہوگی) بس اگر تم دونوں اس کے اوپر زبردست بننے کی کوشش کرتی رہی تو بے شک اللہ جبرائیل اور صالح مومنین نبی کے دوست ہیں اوراس کے بعد مائکہ بھی مددگار ہیں۔

لعان:

اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام صاف الفاظ میں لگائے یا اولاد کے متعلق کہے کہ وہ اس کی نہیں ہے اور قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوتو اس کو لعان کہتے ہیں حاکم شرعی پہلے ان دونوں کو موقع دے گا کے ان میں سے کوئی اپنے قصور کا اعتراف کرے یعنی یا تو مرد اپنا الزام واپس لے یا پھر عورت اپنے قصور کا اعتراف کرے اگر دونوں ہی اپنی بات پر اصرار کریں تو تب لعان کروایا جائے گا یعنی پہلے شوہر سے کہا جائے گا کے وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کے اس نے اپنی بیوی پر جو زنا کا لزام لگایا ہے وہ درست ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کے اگر وہ جھوٹا ہے تو خدا کی لعنت اس پر ہو پھر بیوی سے یہ کہا جائے گا کے وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ شوہر نے جو زنا کا الزام اس پر لگایا ہے وہ غلط ہے پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کے اگر وہ جھوٹی ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔اسی حوالے سے ارشادخداوندی ہے!

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ۔

ترجمہ۔جولوگ اپنی عورتوں پرالزام لگاتے ہیں اوران کے پاس گواہ نہیں ہیں سوائے ان کی اپنی ذات کے توان میں سے ایک کی گواہی ہے خدا کی قسم کے ساتھ چار بار کہے کے بے شک وہ سچوں میں ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں ہے تواس پرلعنت ہواوراس عورت سے یہ بات سزا کوٹال دیتی ہے کے وہ چار بار گواہی دے اللہ کی قسم کے ساتھ کہ بے شک وہ مرد جھوٹوں میں ہے اور پانچویں بار یہ کہے کے یعنی مجھ پراللہ کوغضب نازل ہواگر وہ مرد سچوں میں ہواوراگر تم پراللہ کافضل اوراس کی رحمت اور یہ بات نہ ہوتی کے اللہ مہربان حکمت والا ہے توکیا کچھ نہ ہوجاتا۔۱۸۹؎

وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ۔

ترجمہ۔اورعورت کی سزا کو یہ بات دورکردے گی کہ اللہ کوگواہ کر کے چارمرتبہ یہ کہے کہ بے شک وہ سراسرجھوٹا ہے،اور پانچویں مرتبہ کہے کہ بے شک اس پراللہ کاغضب پڑے اگر وہ سچا ہے۔۱۹۰؎

۱۰۔جھوٹ:

جھوٹ ایک نہایت قبیح اخلاقی برائی ہے جس کی وجہ سے انسان کا سماجی وقاراورعزت بری طرح سے مجروح ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ اس کی ہر بات کااعتبار بھی ختم ہوجاتا ہے اسی لئے بار بار سچ گوئی کی تلقین کی گئی تاکہ شخصی وقار کے ساتھ ساتھ سماجی سطح پربھی دروغ گوئی کے مضراثرات سے بچا جاسکے اس ضمن میں مردوزن دونوں کے درمیان ہی سخت مقابلہ جاری ہے اوردونوں ہی اس

میدان میں کسی سے پیچھے نہیں بالخصوص آج کے اس مادی دور میں مردوں کی طرح خواتین بھی بڑھ چڑھ کر اپنی بڑائی جتانے، لوگوں میں فخر اور غرور کے اظہار اور نام ونمود کی خاطر جھوٹ کا سہارا لیتی ہیں جبکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد فیشن میں بھی جھوٹ بولتی ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کے اللہ نے انسان کی زبان اور دل ایک بنایا ہے تو انسان پر لازم ہے کہ وہ بات بھی مکمل یقین اور سچائی کے ساتھ ایک اور سیدھی سچی کرے اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کے سچ بولنا ہر فرد کے بس کی بات نہیں کیونکہ سچ صرف وہی شخص بولتا ہے جو نڈر اور بہادر ہو لہٰذا یہ سوال سب کے لئے اہم ہے کے آیا ہم کتنے بہادر ہیں؟ اور کس قدر سچ بولنے کی ہمت رکھتے ہیں؟

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ مَنۡ ھُوَ کَاذِبٌ کَفَّار۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ کسی ایسے کو ہدایت نہیں کرتا جو جھوٹا ناشکرا ہے۔ ۱۹۱؎

لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ۔

ترجمہ۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ ۱۹۲؎

فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ۔

ترجمہ۔ بتوں کی ناپاکی اور جھوٹی باتوں سے بچو۔ ۱۹۳؎

اسی حوالے سے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا! جھوٹے شخص کے پاس مروت نہیں ہوتی اور اللہ اس کو نسیان میں مبتلا کر کے اس کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے اندر سے شرم رخصت ہو جاتی ہے اور وہ جھوٹ بولنے میں اس قدر معروف ہو جاتا ہے کے اس کا سچ بھی قابل قبول نہیں رہتا ہے علم کی سب سے بڑی رکاوٹ جھوٹ ہے، تاہم دو چیزیں جھوٹ سے جدا نہیں ہو سکتی ہیں۔

ا۔ بہت زیادہ وعدے۔ ۲۔ حد درجہ عذر خواہی۔ ۱۹۴؎

۱۱۔ آباء پرستی:

آباء پرستی سے مراد اپنے آباؤ اجداد پر بے جا فخر کرتے ہوئے ان کے قائم کردہ غیر انسانی، غیر

اخلاقی اور غیر اسلامی رسم ورواج کی پابندی کرتے ہوئے غرور وفخر محسوس کرنا اس قسم کی آباء پرستی ہر دور میں ہی ہوتی رہی جس کی شدید مذمت اس وقت کے انبیاء اور رسل نے کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کفار اور مشرکین اپنے آباؤ اجداد کی بے جا تعریفیں بیان کرتے اور ایک اللہ کی عبادت سے صرف اس وجہ سے انکار کرتے کیونکہ ان کے آباؤ اجداد کئی خداؤں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہوا!

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا أَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ۔

ترجمہ۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے تو وہ کہتے کے (نہیں) بلکہ ہم اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ ۱۹۵؎

موجودہ دور میں بھی کئی خاندانی رسم ورواج جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں بڑے اہتمام سے ادا کی جاتی ہیں اور اپنے آباؤ اجداد پر بے جا فخر بھی کیا جاتا ہے مثلاً شادی بیاہ کے موقع پر رسم مایوں اور رسم حنا، گانا بجانا، ناچنا، زبردستی جہیز وصول کرنا، نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی اپنی پسند کی شادی میں روکاوٹیں کھڑی کرتے ہوئے یہ کہنا کے شادیاں ہمارے خاندان اور نسل ونسب میں ہی ہوتی ہیں اندرون سندھ سادات کرام کا اپنی بیٹیوں کی خاندان میں بے جوڑ شادیاں کرنا اور یہ کہنا کے ہماری نسل یا نسب میں کسی دوسری نسل کا پیوند نہ لگے اور بسا اوقات لڑکیوں کی شادیاں قرآن سے کرنا وغیرہ شامل ہے۔

شریعت اسلامی ایسی تمام واہیات رسم ورواج کی شدت سے ممانیت کرتی ہے۔

۱۲۔ تکبر:

اسلام میں غرور وتکبر کو سخت ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ یہ صفت ابلیسیت ہے اور اسی نے تکبر میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آدم کو سجدے سے انکار کیا تھا روایت میں آتا ہے کہ جس نے تکبر کیا گویا اس نے اللہ کی چادر کو کھینچنے کی جسارت کی اور کائنات میں تکبر صرف اللہ کو زیب دیتا ہے

لیکن اس اخلاقی بیماری میں بھی مرد وزن دونوں ہی مبتلا ہیں جس کی وجہ سے سماج میں کئی پیچیدہ نفسیاتی اور ذہنی امراض اضافہ ہو رہا ہے۔اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَمَنۡ يَّسۡتَنۡكِفۡ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَيَسۡتَكۡبِرۡ فَسَيَحۡشُرُهُمۡ اِلَيۡهِ جَمِيۡعًا ۔

ترجمہ۔جو تکبر کرتے ہیں (اللہ) انھیں دکھ دینے والا عذاب دے گا۔۱۹۶؎

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا يَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِيۡمٰٮهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ۔

ترجمہ۔اعراف والے پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے، کہیں گے تمہاری جماعت تمہارے کسی کام نہ آئی اور نہ وہ جو تم تکبر کیا کرتے تھے۔۱۹۷؎

اسی حوالے سے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کے اقوال ہیں!

تکبر صرف پست اور گمنام لوگ ہی کرتے ہیں۔

جو تکبر کرتا ہے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا ہے خود پسندی دولت کے اضافے کو روک دیتی ہے جبکہ بدترین تکبر انسان کا اپنے رشتے داروں اور اپنے ہی جیسے لوگوں سے تکبر کرنا ہے۔۱۹۸؎

۱۳۔بخل:

بخل سے مراد اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری اور ان نعمتوں اور مال و اسباب کو جہاں خرچ کرنے کے شرعی احکامات ہیں ان سے روگردانی کرنا ہے بخل شیطان کی عادت اور اس کا وسوسہ ہے کیونکہ وہ بنی نوع انسان کو غربت اور افلاس سے ڈراتا ہے اور مال کو بچا کر رکھنے کی ترغیب دیتا ہے دوسری جانب اللہ اپنے دئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور وسعت کی خوشخبری سناتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَيۡلٌ لِّـكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ۔

ترجمہ۔ہر عیب کرنے والے، غیبت کرنے والے کی خرابی ہے جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر

رکھا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔۱۹۹؎

هَآ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۔

ترجمہ۔خبردار تم وہ لوگ ہو کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو بلائے جاتے ہو، تو کوئی تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے، اور جو بخل کرتا ہے سو وہ اپنی ہی ذات سے بخل کرتا ہے، اور اللہ بے پرواہے اور تم ہی محتاج ہو، اور اگر تم نہ مانو گے تو وہ اور قوم سوائے تمہارے بدل دے گا، پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔۲۰۰؎

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۔

ترجمہ۔(بخیل) کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ (دوزخ) میں اوندھا پڑے گا۔۲۰۱؎

امیرالمومنین حضرت علیؓ کرم اللہ وجہ الکریم کے اقوال:

کنجوسی تمام بدترین عیوب کی جامع ہوتی ہے اور کنجوس کی طرف فقیری بڑی تیزی سے بڑھتی ہے کیونکہ یہ اسی سے بھاگتا ہے۔

آپ نے اپنے بیٹے سے کہا! اے بیٹے! کنجوس کی دوستی سے بچو کیونکہ یہ تمھاری شدید حاجت کے وقت الگ ہو کر بیٹھ جائے گا جبکہ بہت سی بیماریاں بخل کی علامت ہوتی ہیں۔اور کبھی کسی بخیل سے مشورہ نہ کرو کیونکہ وہ تم سے فضیلت کو الگ کر دے گا اور فقر کو تمھارے قریب کر دے گا۔۲۰۲؎

۱۴۔فضول خرچی:

اللہ کی نعمت کو بلا وجہ ضائع کرنا اور حد درجہ اسراف اللہ کو سخت ناپسند ہے اسی وجہ سے فضول خرچ کو شیطان کا بھائی کہا گیا کیونکہ وہ اپنی ہوائے نفس میں اس قدر ڈوب چکا ہے کے اسے اپنے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا شریعت اسلامی ہر مسلمان مرد و زن کو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدردانی، ان کا شکر

ادا کرنا، اور ضرورت مندوں پر اس کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۔

ترجمہ۔ بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں جبکہ شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ ۲۰۳؎

وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۔

ترجمہ۔ (اور تم) فضول خرچ نہ کرو کیونکہ (اللہ) فضول خرچ کو پسند نہیں کرتا۔ ۲۰۴؎

امیر المومنین حضرت علیؑ کا قول:

اسراف ہر چیز میں برا ہے سوائے نیکیوں میں جبکہ میانہ روی تھوڑے کو بڑھا دیتی ہے تاہم اسراف زیادہ کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ ۲۰۵؎

۱۵۔ جادو:

کمزور کردار کے مرد و زن لوگوں کو تکلیف و ایذا پہنچانے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں جن میں جادو ٹونا بھی شامل ہے تاہم ہمارے سماج میں جادو ٹونے کو بڑھاوا دینے میں دینی تعلیمات کی کمی، جہالت اور توہم پرستی نے بھی اپنا کردار ادا کیا ہے دوسری جانب اس کے بڑھنے کی ایک نفسیاتی وجہ بھی ہے جس کی جانب توجہ دینا بھی از حد ضروری ہے اور وہ یہ کہ جادو ٹونے میں وہی خواتین و حضرات زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں جو اپنے مسائل کے ممکنہ حل سے تقریباً مایوس ہو چکے ہوں یعنی ان کو درپیش گھریلو، مالی، معاشی یا دیگر افراد خانہ کی جانب سے دی جانے والی اذیت، پریشانی اور تکالیف جب حد سے بڑھ جاتی ہیں اور وہ جب ان کا تذکرہ اپنے اہل خانہ، شوہر، بھائی یا باپ سے کریں تو اس جانب سے بھی بے رخی اور لا پرواہی کا مظاہرہ کیا جائے چنانچہ ایسے افراد اپنی محدود Capacity میں از خود ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کسی پیر یا جعلی عامل کے چکر میں پھنستے ہیں لہٰذا افراد خانہ بالخصوص گھر کے با اثر مرد حضرات کو لازمی ایک

دوسرے کی بات کو توجہ سے سننا اور اس کے مناسب حل کی تجویز دینا چاہئے کیونکہ ابتداء میں تو یہ مسئلہ انھی کی جانب پیش کیا جاتا ہے لیکن لوگوں کی بے رخی کے سبب متاثرہ افراد اس انتہائی قدم کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔

اس حوالے سے ارشادات خدواندی ہیں!

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔۲۰۶؎

وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ۔

ترجمہ۔ (اللہ اپنی پناہ میں رکھنا) گرہوں میں پھونک مارنے والی عورتوں سے۔۲۰۷؎

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کے جس نے جادو کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، اور وہ چیز بہت بری ہے جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچا، کاش وہ جانتے۔۲۰۸؎

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

ترجمہ۔ (وہ) اللہ کے اذن کے بغیر کسی کو ضرر (یا نقصان) نہیں پہنچا سکتے۔۲۰۹؎

حضرت امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہے کہ! حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے ساحر کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! ساحر کی حد یہ ہے کے اس کو تلوار سے مار دیا جائے۔۲۱۰؎

۱۶۔ مال کی محبت:

بے شک انسان مال کی محبت میں شدید تر ہے روایت میں آتا ہے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت

کو مال کے فتنہ میں مبتلا کیا گیا اور قیامت سے قبل ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب لوگوں کو اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہ ہوگی کے آیا مال حلال یا حرام ذرائع سے کمایا گیا ہے اگر سماجی برائیوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہر جرم کے پیچھے مال کی حرص و ہوس نظر آتی ہے چاہے وہ قتل، چوری، ڈکیتی، اغوا برائے تاوان، رشوت، سود، ناپ تول میں کمی، بے ایمانی، دھوکہ، جھوٹی قسم، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرنا اور انھیں بیچنا ہی کیوں نہ ہو یہاں تک خود انسان اپنے آپ کو بھی پیسوں کی خاطر بیچ دیتا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کی پیدائش سے قبل تین چیزوں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یعنی۔

۱۔اس کا دنیا میں آنے کا وقت۔ ۲۔اس کا دنیا سے جانے کا وقت۔ ۳۔اور اس کا رزق۔

جب اللہ کی طرف سے اس کی عمر اور رزق کا تعین کر دیا گیا جس میں کسی قسم کی کوئی کمی کی گنجائش نہیں اور نہ ہی اس کا رزق کوئی چھین سکتا ہے لیکن بدقسمتی سے انسان اپنے رب سے متعلق بے یقینی کا شکار ہے جس کی وجہ سے وہ تا عمر مال کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے تاہم قدرت کا یہ اصول ہے کہ جس طرح سے انسان کی موت اس کے پیچھے دوڑ رہی ہے بالکل اسی طرح سے اس کا مال بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہے اور اس تک پہنچ کر ہی رہتا ہے بس وہ اس دنیا میں آ کر صرف ایک کام کرتا ہے یعنی اللہ کے دئے ہوئے رزق کو یا تو وہ حلال کرتا ہے یا پھر حرام یہاں خواتین مخاطب ہیں اسی لئے انھیں بھی اپنے گھر کے مردوں اور شوہر کو اپنی بے جا فرمائشوں اور فضول خرچیوں سے پریشان نہیں کرنا چاہئے بلکہ رزق حلال کی جانب ان کی توجہ قائم رکھنا چاہئے کیونکہ خواتین کی بے جا فرمائشوں کی وجہ سے بھی مرد بے راہ روی اور رزق حرام کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔

ترجمہ۔ بہتاتیت کی حرص نے تمھیں غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبرستان تک جا پہنچے۔۲۱۱؎

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ وَمَنْ

يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى۔

ترجمہ۔تم ہمارا دیا ہوا پاک رزق کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ تباہ ہوا۔ ۲۱۲؎

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔

ترجمہ۔تم اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی ان کا مارنا بہت بڑی خطاء ہے۔ ۲۱۳؎

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات:

رزق کا دروازہ عرش تک پھیلا ، اور کھلا ہے اور اسباب معیشت بے حساب ہیں۔ ۲۱۴؎

حضرت کعب بن عیاض ؓ بیان کرتے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ ۲۱۵؎

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو پھر بھی وہ چاہے گا کے اسے تیسری وادی بھی مل جائے اور مٹی کے سوا کوئی چیز اس کے منہ کو نہیں بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ ۲۱۶؎

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ مسلمان کامیاب ہو گیا جس کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ نے اس کو اس پر قانع کردیا۔ ۲۱۷؎

ارشاد خداوندی:

وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۔ترجمہ۔وہ جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ ۲۱۸؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد:

حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ بیان کرتے ہیں ، میں نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نزدیک کون سے شہداء سب سے زیادہ مکرم ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! وہ شخص جس نے کسی

ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور حاکم نے اس کو شہید کر دیا۔۲۱۹؎

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیامت کے دن کن لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جس شخص نے نبی کو قتل کیا یا نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے کو قتل کیا پھر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی! بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور عدل وانصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کرتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے ابو عبیدہ! بنی اسرائیل نے صبح کے اول وقت میں ۴۳ نبیوں کو قتل کیا تو نبی اسرائیل کے ۱۱۲ عبادت گزار علماء کھڑے ہوئے انھوں نے ان کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو بنی اسرائیل نے اس دن کے آخری حصے میں ان سب کو قتل کر دیا۔۲۲۰؎

امیر المومنین حضرت علیؓ کے اقوال:

امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ ہر جبر کرنے والے کو ذلیل اور ہر متکبر کو بے عزت کرتا ہے۔

قرض زمین پر اللہ کی زنجیر ہے جب وہ کسی کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کی گردن میں ڈال دیتا ہے۔۲۲۱؎

جو اپنی ہر پریشانی کو کھل کر ہر کسی سے بیان کرتا ہے وہ اپنی ذلت سے راضی ہو جاتا ہے۔

جو اللہ کی نافرمانی میں لذت محسوس کرتا ہے اللہ اس کو ذلت سونپ دیتا ہے۔ ۲۲۲؎

۱۰۔قانونی چارہ جوئی کا حق:

خواتین کو اسلام میں مکمل حق انصاف حاصل ہے اگر کوئی شخص ان پر ظلم وزیادتی کرتا ہے اور ان کی جان، مال یا عزت وآبرو کو کسی قسم کا کوئی خطرہ یا نقصان لاحق ہے تو اسلامی ریاست انھیں مکمل تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے یہی نہیں بلکہ انھیں مکمل عدل وانصاف فراہم کرنا بھی حکومت وقت کی

ذمہ داری ہے تاہم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خواتین کو مکمل حق انصاف حاصل ہے اور وہ قانونی چارہ جوئی کا بھی حق واختیار رکھتی ہیں۔

۱۱۔نوکری یا کاروبار کا حق:

تاریخ میں یوں تو کئی اہل علم اور صاحب ثروت کامیاب خواتین گزری ہیں لیکن حضرت خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب تجارت پیشہ خاتون بھی تھیں، آپؓ ایک نہایت اعلیٰ حسب نسب کی صاحب ثروت خاتون تھیں جو تنہا ایک بڑے کاروبار کو نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالتی تھیں جبکہ ان کے مدمقابل قبیلہ قریش کے کئی نامی گرامی اور بڑے بڑے تاجر اور سرداران تھے لیکن حضرت خدیجہؓ تن تنہا ان سب سے زیادہ سامان تجارت ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھیجا کرتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجارت میں ان کی معاونت فرماتے تاہم انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایمانداری اور سچائی سے متاثر ہو کر انھیں پیغام نکاح بھیجا جسے سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبول فرمایا تاریخ کی کتب میں یہ واقعہ مذکور ہے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیغام نکاح کو قبول کرنے سے پیشتر کسی قسم کی کوئی شرط عائد نہ کی جیسے کے میرے نکاح میں آنے سے پیشتر آپ کو اپنی تجارتی سرگرمیوں سے دستبردار ہونا پڑے گا اور میرا گھر، بچے اور کچن کی ذمہ داری نبھانی ہوں گی وغیرہ، نکاح سے قبل اور نکاح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
حضرت خدیجہؓ کی تجارتی معاونت فرماتے رہے اور وہ نہایت آزادی کے ساتھ اپنا کام کرتی رہیں ہمارے یہاں کے نام نہاد ملا تو یہ کہتے نظر آتے ہیں کے خواتین کو شرعاً بہ امر مجبوری ہی باہر نکلنے کی یا کاروبار یا ملازمت کی اجازت ہے اگر چہ گھر میں کوئی کفیل نہ ہو تو اس صورت میں خواتین حصول معاش کی خاطر گھر سے نکل سکتی ہیں وغیرہ جبکہ یہ سوالات بھی اٹھائے جاتے ہیں کے اس دور میں اتنی زیادہ بے حیائی اور برائی نہیں تھی جب ہی خواتین کام کر لیا کرتیں تھیں وغیرہ لیکن ہم حقائق سے سرف نظر نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود تجارت کے پیشے سے وابستہ تھے جبکہ
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ بھی ایک کامیاب تاجر خاتون تھیں اور آپ کو ہرگز کوئی مالی پریشانی لاحق نہ تھی

جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ کے کام پر بھی کوئی اعتراض نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے بھی ان کی خلوص دل سے معاونت فرماتے تھے اور بعد میں بھی قابل غور نکتہ یہ ہے کے اتنے بڑے کاروبار کا مطلب صارفین کی ڈیمانڈ کے مطابق سپلائی فراہم کرنا جس کے لئے بے شمار غلام، سواریاں اور حساب و کتاب لکھنے کے لئے بھی کئی ذمہ دار افراد کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ایک معمولی سے کاروبار کو جاری رکھنے کے لئے تو انسان اتنی تگ ودو کرتا ہے نا کے اتنے بڑے کاروبار کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے کتنے بڑے اسٹاف کی ضرورت ہوگی؟ کتب تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ دور جہالت تھا جس میں طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کھلم کھلا ہوتا جبکہ جرائم کے مرتکب اس پر ندامت کے بجائے فخر کرتے۔

اسلام میں ادارہ خاندان (عائلہ) کی اہمیت

ماہرین بشریات اور سماجیات فرد کے بعد سب سے زیادہ اہمیت خاندان یعنی عائلہ کو دیتے ہیں عائلہ عربی زبان کا لفظ ہے، انسانی معاشرے کی ترقی اور کامیابی کیلئے جہاں فرد کا معیاری اور مثالی ہونا ضروری ہے وہیں خاندان کی اہمیت سے بھی سرف نظر ناممکن ہے، خاندان ہر فرد کی بنیادی ضرورت ہے اس لئے یہ ادارہ ہر دور میں موجود رہا تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے انسانی معاشرے میں خاندان سب سے قدیم، پہلا اور بنیادی یونٹ اور ادارہ ہے جس کی ابتداء زمین پر حضرت آدم وحوا سے ہوئی پھر ان کی اولاد اور پھر ان کی اولادوں سے دنیا میں کئی خاندان آباد ہوئے ماہرین عمرانیات کے مطابق انسان کی فطرت میں جماعت پسندی شامل ہے لہٰذا وہ جماعت کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتا ہے اگرچہ کئی جانور بھی جماعت کے ساتھ رہتے ہیں لیکن شاہ ولی اللہ کے نزدیک انسان اس لئے جماعت یا گروہ میں رہنا پسند کرتا ہے کیونکہ اس کو تحفظ جان اور بقائے نسل کی حاجت ہوتی ہے یہی نہیں کہ وہ ان دونوں ضروریات پر قانع ہو جائے بلکہ وہ ان کے اندر تنوع بھی چاہتا ہے مثلاً خوراک، لباس، طرز رہائش، اور طرز زندگی میں نت نئے طریقوں کی ایجاد پھر بقائے نسل میں نکاح وطلاق کے اصول، ازدواج کے طریقے، پرورش اولاد

اور تنظیم خاندان وہ طرز عمل ہیں جو اس کے ذوق کی تسکین کرتے ہیں جبکہ وہ تعلیم و تجربے کے ذریعے نت نئے طریقے دریافت کرتا ہے خاندان کا آغاز اور ارتقاء ایک ایسا مسلسل عمل ہے کہ جس میں ہر فرد دوسرے کا سہارا بنتا ہے۔ ۲۲۳؎

بالکل آغاز سے ہی انسان نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ اس کی زندگی کا انحصار خاندان پر ہے تمدن کے ابتدائی درجے سے لے کر دور حاضر تک خاندان کی بنیادی حیثیت نہیں بدلی ماہرین معاشرت کا یہ خیال ہے کے اچھے معاشرے کا دارومدار مستحکم خاندان پر ہے تاہم تہذیب اور تمدن کے زوال کا اصل سبب بھی خاندانی انتشار ہے جو قدیم اور جدید ادوار میں نظر آتا ہے جس کی ایک اہم وجہ افراد کے رویے ہیں کیونکہ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو کے افراد کے رویوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے خاندان کے ذریعے ہی افراد کی تربیت اور ان کے فرائض و ذمہ داریوں کے احساس کو منظم اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جاسکتا ہے اگر خاندان کسی وجہ سے انتشار کا شکار ہوجائے تو پھر معاشرتی بحران کا انجام قومی ہلاکت پر ہوگا جدید امریکی محققین کی نظر میں عصر حاضر کا معاشرہ سخت زوال کا شکار ہے جس کی اصل وجہ خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ ہے جس کی بے شمار وجوہات ہیں۔ ماہر عمرانیات۔ ایچ۔ ای۔ بارنیس کے مطابق جدید معاشرے میں بچے اب معاشی اثاثہ نہیں بلکہ اہم مالی ذمہ داری ہیں کیونکہ زرعی معاشرے میں خاندان پر معاشی دباؤ زیادہ نہ تھا کیونکہ چند افراد کے کام سے خاندان کی کفالت ہوجایا کرتی تھی اور گھریلو اور بیرونی ذمہ داریوں کو بانٹا جاتا لیکن صنعتی انقلاب کے بعد خاندان کی تنظیم میں بہت اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں اور معاشی تگ و دو نے بنیادی اہمیت حاصل کرلی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کے خاندان کے فرائض میں کسب معاش کو نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی خاندان کے کئی اہم فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کے خاندان کے افراد کے مابین قرب، محبت اور شفقت کو پروان چڑھایا جائے۔

Benson نے ایک خاندان کے درج ذیل فرائض بیان کئے ہیں۔

۱۔ کام۔ ۲۔ معاش۔ ۳۔ تعلیم۔ ۴۔ تفریح۔ ۵۔ خاندانی وقار۔ ۶۔ مذہب۔

ہر خاندان کی ایک ہیئت ترکیبی بھی ہوتی ہے جو کے درج ذیل ہیں۔

۱۔خاندان کی افرادی قوت۔ ۲۔استحکام۔ ۳۔افراد خاندان کی نقل وحرکت۔ ۴۔خاندانی فیصلوں کا طریق کار۔ ۵۔وہ نظم کہ جس سے افراد خانہ کا عمل منضبط ہوتا ہے۔ ۶۔خاندانی ہم آہنگی

ماہرین عمرانیات نے ایک اور دلچسپ بحث بھی چھیڑ دی اور وہ یہ کے خاندان کی ابتدائی ہیئت ترکیبی کیا تھی؟ یہاں کچھ ماہرین کی رائے پدرسری جبکہ کچھ کی نظر میں مدرسری ابتدائی کیفیت تھی جبکہ ایک گروہ کے مطابق ابتدائی کیفیت آزادانہ تھی۔

اسلامی شریعت نے فرد کے بعد سب سے زیادہ خاندان کے تحفظ کو اہمیت دی قرآن کریم کی آیات کا ایک تہائی سے زائد حصہ خاندان کی تشکیل، افراد خاندان کے حقوق وفرائض، اور خاندان سے متعلق دیگر امور جن میں شامل نکاح، مہر، طلاق، خلع، عدت، لعان، ظہار، میراث، حق حضانت اور تعلیم وتربیت پر مشتمل ہے جس پر گزشتہ سطور میں سیر حاصل بحث کی گئی اگرچہ آنے والی نوع انسانی کی اخلاقی تربیت کا آغاز خاندان سے ہی ہوتا ہے یوں ادارہ خاندان ہر انسان کی پہلی درسگاہ اس کی پہچان اس کی اساس اور اس کا دیرپا حوالہ ہے جبکہ خاندان ہی کسی انسان کے جذبات، شعور واحساس کا مضبوط ترین مرکز ومنبع ہے۔

ماں کی گود اور باپ کی شفقت انسانی احساسات کا نقطہ آغاز ہے جسے اسلامی شریعت نے بجا طور پر بنیادی اہمیت دی ہے اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق کے بعد جو تعلق سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے قرآن کریم دنیا کی وہ واحد کتاب ہے کے جس میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ کے ساتھ تعلق کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کا حامل جانا اسلام نے تربیت اولاد اور نگہداشت بزرگان کا جامع عملی منصوبہ دیا اولاد پر لازم ہے کے وہ اپنے والدین کے ساتھ۔

۱۔نیک سلوک۔ ۲۔شکر گزاری۔ ۳۔ادب اور نرمی۔ ۴۔عاجزی۔ ۵۔اطاعت۔ ۶۔والدین کی اندھی تقلید سے گریز۔ ۷۔اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں۔ ۸۔والدین پر خرچ کرنا۔

۱۔نیک سلوک:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

ترجمہ۔تم اللہ کی عبادت کرواور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤاور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔۲۲۴؎

۲۔شکر گزاری:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۗ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔

ترجمہ۔ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کے وہ میرا،اور اپنے والدین کا شکرادا کرے۔۲۲۵؎

۳۔ادب اور نرمی:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔

ترجمہ۔تم ان کو اف تک نہ کہواور نہ ہی ان کو جھڑ کواور ان سے ادب کے ساتھ گفتگو کرو۔۲۲۶؎

۴۔عاجزی:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔

ترجمہ۔ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ عاجزی سے اپنے بازو جھکائے رکھو۔۲۲۷؎

۵۔اطاعت:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔

ترجمہ۔ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے ۲۲۸؎

۶۔والدین کی اندھی تقلید سے گریز:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۗ اَوَلَوْ

كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ۔

ترجمہ۔جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے، تو وہ یہ کہتے ہیں کے ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے اگرچہ ان کے بڑے نہ تو کچھ عقل رکھتے تھے اور نہ ہی ہدایت پر تھے۔۲۲۹؎

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا ؕ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ۔

ترجمہ۔اگر وہ (والدین) تجھ پر زور دیں کے میرے ساتھ دوسروں کو شریک کر جس کا تمھیں علم نہیں تو تم ان کی بات کو نہ مانو۔۲۳۰؎

۷۔والدین کے حق میں دعا:

وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ۔

ترجمہ۔اور کہو کے میرے رب تو ان پر رحم کر، جس طرح سے انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ۔۲۳۱؎

۸۔والدین پر خرچ کرنا:

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ ۔

ترجمہ۔وہ تم سے پوچھتے ہیں کے کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دو کے جو کچھ بھی اچھے مال سے خرچ کرو پس وہ والدین کے لئے ہے۔۲۳۲؎

دیگر مذاہب کے جائزے سے یہ بات ثابت ہوئی کے رہبانیت یا دنیا سے کنارا کشی اختیار کرنے کو ان مذاہب میں مقدس مذہبی فریضہ اور روحانی ترقی کا ایک سبب مانا جاتا ہے جو ایک غیر فطری عمل ہے جس کی آڑ میں معاشرتی سطح پر کئی پوشیدہ جرائم پروان چڑھتے ہیں فادر اور نن پوپ اور گرجا گھروں کی مقدس غیر شادی شدہ لڑکیاں کے جنھوں نے مذہب کے نام پر اپنے آپ، اپنی زندگی اور اپنی جوانی کو وقف کر دیا وہ غیر فطری اور غیر اخلاقی طور پر کئی ناجائز اولادوں کی مائیں بن گئیں

پھر ایک جرم کو چھپانے کے لئے دوسرا اس سے بڑا اور قبیح جرم کے اب اس ناجائز اولاد سے جان کیسے چھڑائی جائے لہٰذا گرجا گھروں کے تہہ خانے ناجائز اولادوں کے قبرستان بن گئے۔

دوسری جانب دنیا میں جتنے بھی انبیاء اور رسل آئے ان سب نے بھرپور خاندانی زندگی بسر کی وہ اپنے والدین عزیز و اقارب اور بیوی بچوں کے ساتھ رہتے اور گھر اور معاش کی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے انجام دیتے یہی نہیں بلکہ انھوں نے دنیاداری کے ساتھ ساتھ دین داری بھی انجام دی اور بنی نوع انسانیت کو محبت، ہمدردی اور خلوص کا پیغام دیا رہبانیت ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کو اس کی ذمہ داریوں سے فرار سیکھا تا ہے خاندان اور افراد کے درمیان رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو احسن انداز سے نبھانا ہی اسلام کی نظر میں عین عبادت ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً۔

ترجمہ۔ اے نبی! بے شک ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے انھیں بیویاں اور اولادیں بھی دیں۔ ۲۳۳؎

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو دعا کا طریقہ بھی سیکھایا ہے!

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

ترجمہ۔ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ ۲۳۴؎

یہی وجہ ہے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازدواجی زندگی گزارنے کو اپنی سنت اور اپنا طریقہ قرار دیا اور یہ بھی فرمایا کے جو میری سنت پر عمل پیرا نہیں ہوگا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

عقد نکاح اور رشتہ ازدواج کو اسلام نے انتہائی اہمیت کے ساتھ بیان کیا 'عقد' کی جمع عقود ہے جس کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو پختگی اور مضبوطی کے ساتھ دوسری چیز کے ساتھ واصل کرنا یا ایک چیز کی

دوسری کے ساتھ گرہ باندھنا اس کے معنی عہد کے بھی ہیں عہد سے مراد کسی چیز کو لازم کر لینا عقد کے معنی پختگی کے ساتھ کسی چیز کا التزام کرنا اس سے مراد عہد بھی ہے نکاح محض ایک دیوانی معاہدہ نہیں بلکہ یہ تعلق وسیع الجہات ہے۔

قرآن کریم نے ایک جگہ اس تعلق کے لئے 'میثاق غلیظ' کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

مِّيثَاقًا غَلِيظًا۔

ترجمہ۔ وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔ ۲۳۵؎

میثاق کے معنی انتہائی پختہ عہد جو کے نا قابل شکست ہو پھر یہاں میثاق کہہ کر بات ادھوری نہیں چھوڑی گئی بلکہ اس کے ساتھ لفظ غلیظ کا اضافہ بھی کیا گیا عربی زبان میں غلیط سے مراد مضبوط، مستحکم، پائیدار، نا قابل شکست اور پختہ کے ہیں یعنی نکاح کے نتیجے میں جو ادارہ وجود میں آتا ہے اور بیوی اور شوہر کا جو آپس میں تعلق قائم ہوتا ہے وہ ہمہ گیر، مضبوط، پختہ اور نا قابل شکست ہے عقد نکاح اور ازدواجی تعلق کے معاملات سے خواتین کے حقوق کا بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ شریعت کو خواتین کے حقوق اور مقام و مرتبہ کے تحفظ سے بھی گہری دلچسپی ہے کیونکہ خواتین کے حقوق، مقام و مرتبہ کا معاملہ شریعت کی نظر میں انتہائی اہم معاملات میں سے ایک معاملہ ہے۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔

ترجمہ۔ عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ ۲۳۶؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے حق میں تم میں سے سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ ۲۳۷؎

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! سب سے کامل ایمان والا مومن وہ ہے، جو خلق (اخلاق) میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل وعیال سے نرم سلوک کرے۔ ۲۳۸؎

آپ ﷺ نے مزید فرمایا! نیک اور بلند مرتبہ لوگ اپنی بیویوں کی عزت کرتے ہیں اور پست ذہنیت اور نیچ لوگ ان کی توہین کرتے ہیں۔

بیوی کی دلجوئی:

سیرت اور کتب احادیث میں یہ واقعہ بھی درج ہے کے ایک نوجوان کا نام غزوہ کے لئے درج کرلیا گیا وہ نوجوان آ کر رسول اللہ ﷺ سے کہتا ہے رسول اللہ ﷺ میری نئ نئ شادی ہوئی ہے اور میری بیوی یہ کہتی ہے کے مجھے پہلے حج کراؤ جبکہ میرا نام تو فلاں غزوہ میں لکھا جا چکا ہے اب آپ ﷺ بتائے کے مجھے کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! پہلے اپنی بیوی کو حج کروادو، اس شخص کی تسلی نہیں ہوئی لہٰذا دوسری اور پھر تیسری دفعہ بھی بھیس بدل کر آیا اور آپ ﷺ سے اپنے اس سوال کو دہرایا آپ ﷺ نے اس کے کندھے پر تھپکی دے کر فرمایا پہلے اپنی بیوی کو حج کروادو اس کے بعد غزوہ پر چلے جانا۔

درج بالا واقعے میں بھی بیوی کی دلجوئی اور اس کی خواہش کے احترام کی جانب اشارہ موجود ہے کیونکہ خاندان کا نمایاں جز دراصل مرد عورت کا تعلق ہے اور اسی تعلق سے خاندان کی عددی قوت بڑھتی ہے پھر اگر بیوی کو یہ احساس ہے کہ اس کا شوہر اس کی عزت اور خواہشات کا احترام کرتا ہے تو وہ یقیناً با اعتماد اور مطمئن ہوگی جس کے سبب ان کے خاندان کو استحکام حاصل ہوگا کیونکہ فریقین کی باہمی رضامندی سے ہی ایک اچھے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔

ماہرین عمرانیات کے مطابق دنیا کے مختلف ممالک، قبائل، خطے اور اقوام میں مرد وزن کے تعلق کی درج ذیل تین اقسام پائی جاتی ہیں۔

۱۔ تعدد ازواج۔(Polygamy)۔

۲۔ یک زوجگی۔(Monogamy)۔

۳۔ کثیر شوہری (Polyandry)

تیسری قسم میں ایک اور نوع ہے جیسے گروہی شادی (Group Marriage) کہا جاتا ہے جس

میں چند مرد چند عورتوں کے خاوند ہوتے ہیں اور یہ تعلق ان میں سے ہر ایک کے ساتھ پایا جاتا ہے اگرچہ اس قسم کی شادیوں کی مثالیں کم ہیں جبکہ تعدداز دواج اور یک زوجگی کی مثالیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔آج بھی دنیا کے دیگر معاشروں میں یہی رواج پایا جاتا ہے اگر مسیحی معاشروں کا جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کے وہاں ایک سے زائد شادیاں ممنوع ہیں جبکہ مسلم معاشرے میں اس کے برعکس ازدواج کی تعداد محدود کردی گئی لیکن ان کے یہاں اس کی اجازت ہے جہاں تک طلاق کا معاملہ ہے تو اس کا رجحان تو تقریباً ہر معاشرے میں پایا جاتا ہے لیکن بہت کم ایسے معاشرے بھی ہیں کہ جہاں طلاق کی قطعاً اجازت نہیں اور وہاں شادی کا رشتہ نا قابل انقطاع تصور کیا جاتا ہے لیکن مغربی معاشرے میں طلاق کی بھرمار ہے،طلاق انقطاع تعلق ہے جس کی بے شمار وجوہات ہوسکتی ہیں جس میں ناپسندی طبع،ارتکاب جرم،کوئی مہلک مرض وغیرہ شامل ہیں تمام مذاہب نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے یہ اعتراف کیا ہے کہ اس کی وجہ سے معاشرہ انتشار سے بچتا ہے طلاق ایک ناگزیر اور ناپسندیدہ امر ہے جیسے صرف بہ حالت مجبوری ہی اختیار کیا جانا چاہئے لیکن عصر حاضر میں یہ کھیل تماشہ بن کر رہ گیا اور مغربی بے راہ رو معاشرے نے اسے کثرت اپنایا لیکن وہاں کے اہل دانش کے لئے بھی اب یہ رجحان لمحہ فکریہ بن چکا ہے اگرچہ اس رجحان سے خواتین غیر محفوظ ہوگئی ہیں دوسری جانب خاندانی نظم کی بنیادیں بری طرح سے ہل کر رہ گئی ہیں۔

خاندانی ہم آہنگی:

ایک اچھے خاندان کی یہ خصوصیت ہے کے وہ اپنے تمام فرائض ادا کرے اور اس کے عناصر ترکیبی مکمل ہوں خاندانی ہم آہنگی سے مراد مرد و عورت کے آپس کے تعلقات میں استحکام پایا جاتا ہو ،تربیت اولاد اور نگہداشت بزرگان کا پورا اہتمام ہو،خاندان اس طرح کا ہو کے اس کا ہر فرد خواہ وہ زرعی معاشرے کا ہو یا صنعتی کا اس کے فیصلوں کا پابند ہو،معاشرتی استحکام کی بنیاد خاندانی ہم آہنگی ہے،جس معاشرے کے خاندانی نظام میں عورت و مرد کے تعلقات پر کوئی پابندی نہ ہو وہ معاشرہ جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے ماہرین بشریات (Anthropology) اور عمرانیات

(Sociology) کا یہ خیال ہے خاندانی ہم آہنگی فرد کے جذباتی تحفظ کا باعث ہے، دور حاضر کے معاشرتی انتشار کا سبب بھی یہی خاندانی بدنظمی ہے جنسی تعلقات میں غیر ذمہ داری، طلاق کی کثرت، ضبط ولادت اور بوڑھوں سے عدم التفات وہ برائیاں ہیں جن کی وجہ سے معاشرہ عدم استحکام کا شکار ہوتا ہے، شاید یہی وجہ ہے کے اس دور کا انسان اخلاقی برائیوں کا مجموعہ نظر آتا ہے بالخصوص مغرب اور بالعموم مشرقی معاشرے میں روایتی نظام کے بگڑ جانے کی صورت میں سنگین نتائج برآمد ہورہے ہیں۔

۱۔شادی کے بغیر مل کر رہنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے اور اس قسم کے تعلقات کے لئے ایک نئی اصطلاح شریک کار (Partner) کی ایجاد کی گئی۔

۲۔شادیاں بکثرت ناکامیوں سے دوچار ہورہی ہیں اور طلاق کی شرح میں تشویشناک حد تک اضافہ ہورہا ہے۔

۳۔جس سے بچوں پر برے نفسیاتی اثرات مرتب ہورہے ہیں، وہ اپنے آپ کو تنہا اور بے بس محسوس کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی مشکلات، نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں، جذباتی طور پر مضطرب بچوں (Emotionally Disturbed) اور Problem Children کا اضافہ ہوا ہے۔

۴۔تنہاء ماؤں (Single mothers) کا ایک نیا گروپ وجود میں آیا ہے جو غیر قانونی جنسی تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچوں کو بغیر باپ کے پالتی ہیں۔

۵۔جدید معاشرے کو نوخیزی کے حمل (Teenage Pregnancy) کے مسائل بھی درپیش ہیں، مادر پدر آزادی اور بے راہ روی کی وجہ سے نوخیز لڑکیاں جنسی تجربات کی وجہ سے حاملہ ہوجاتی ہیں برطانیہ میں ۱۰ برس کی بچیوں نے بھی بچوں کو جنم دیا ہے مغربی معاشرے میں قانونی طور پر ان غیر اخلاقی تعلقات پر کسی قسم کی روکاوٹ حائل نہیں لہذا نوجوان اس قسم کے تجربات بخوشی کرتے ہیں جس پر انھیں کوئی شرمندگی بھی نہیں۔خود مغربی ماؤں کا یہ کہنا ہے کے اس قسم کے تعلقات کی

روک تھام کے لئے تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اپنی لڑکیوں کو ہم پابندی سے مانع حمل ادوایات کا استعمال کروائیں۔

۶۔ اخلاقی اقدار کی پامالی کے نتیجے میں جنسی طور پر منحرف افراد کا اضافہ ہوا ہے اور اب تو مغرب میں ہم جنس پرستی قابل قبول رویہ ہے نیز اس کو جب سے قانونی طور پر جائز قرار دیا گیا اس کے بعد سے تو اس کی شرح میں تشویشناک حد تک اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے پھر جب سے پروٹسٹنٹ کلیسا نے ہم جنس پرست پادریوں کو قبول کیا ہے تو صورت حال اور بھی زیادہ سنجیدہ اور گھمبیر ہو گئی ہے۔ اہل مغرب کو اپنے معاشرے کی اس تباہی اور بربادی کا بخوبی ادراک ہے جس کی وجہ سے اب ان کی یہ خواہش ہے کے معاشرے میں خواتین کو ان کی اہم ترین ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جا سکے نیز ان میں گھر اور بچوں کی پرورش کے شوق کو بھی بیدار کیا جا سکے لیکن حقیقت یہ ہے کے مغربی معاشرے نے فرد کی اصلاح کی ذمہ داری نہ تو خاندان کو پوری کرنے دی اور نہ ہی تعلیمی اداروں کو لہٰذا جب بھی ایسی کوئی کوشش کی گئی تو بچوں یا جوانوں نے فوراً پولیس سے رابطہ کیا جبکہ والدین اور اساتذہ ایسے مواقع پر بے بس نظر آئے اگر چہ ہر معاشرے اور مذہب میں انسان کی اصلاح اور سدھار کے لئے جزا اور سزا کا ایک منظم نظام موجود ہے تا کہ مہذب اور متمدن قوم پیدا کی جا سکے لیکن اہل مغرب کا حال حیران کن ہے جس کے اثرات اب پاکستانی معاشرے پر بھی براہ راست مرتب ہو رہے ہیں یعنی تمام تعلیمی اداروں میں بچوں پر اساتذہ کی جانب سے کی جانے والی سختی، ڈانٹ ڈپٹ، حتیٰ کے طلباء کے انتہائی برے رویے کے سبب انھیں کلاس میں کھڑا کرنے یا کلاس سے باہر نکالنے تک پر پابندی عائد کر دی گئی تو معذرت کے ساتھ اس صورت حال کے فوری اور نہایت خوفناک نتائج تو یہ ہیں کے ڈگری یافتہ غنڈوں اور بدمعاشوں کی کھیپ کی کھیپ تیار ہو رہی ہے جن کی تعداد میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے جو اعلیٰ تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل اور Certified ہیں اس کا ایک بڑا سبب مغرب کی تعلیم اور ان کے اساتذہ سے حصول تعلیم بھی ہے لیکن یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کے جب سے تعلیمی اداروں میں طلباء کو سزا سے

استثنیٰ اور بچوں کی دوستی اپنے والدین سے ہوئی جب سے معاشرے میں شدید انتشار پیدا ہوا، ضروری ہے کے جو شخص جہاں غلطی کر رہا ہے اس کو اس کا حساس دلایا جائے نیز اس کی اصلاح کے لئے مناسب سزائیں بھی دی جائیں۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کے مغربی معاشرے میں رہنے والے افراد با قاعدہ شادی سے گھبراتے ہیں فریقین بغیر شادی کے ہی ازدواجی تعلقات استوار کرتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ صاحب اولاد بھی ہوتے ہیں تاہم اس ازدواجی تعلق کے دورانیے کا انحصار فریقین کے ایک دوسرے کے رویے کو برداشت کرنے کی سکت پر منحصر ہے کیونکہ وہ ہر قسم کی قانونی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں لہٰذا جب ان کا دل چاہتا ہے اپنے آپ کو اس بندھن سے آزاد کر لیتے ہیں۔

قرآن کریم نے تخلیق انسان کے جو بڑے بڑے مقاصد بیان کئے ہیں ان کی تکمیل ادارہ خاندان کے بغیر ناممکن ہے۔

قرآنی تعلیمات کی رو سے تخلیق انسانی کے بڑے مقاصد درج ذیل ہیں۔

۱۔اللہ تعالیٰ کی عبادت۔

۲۔اللہ تعالیٰ کی جانشینی۔

۳۔روئے زمین کی آبادکاری۔

۴۔آزمائش وامتحان۔

ان چاروں اہم ترین ذمہ داریوں کی بجا آوری کے لئے ادارہ خاندان کا وجود ناگزیر ہے جبکہ ان امور کی انجام دہی تنہا فرد واحد کے بس کی بات نہیں کیونکہ ان کی انجام دہی کے لئے اس کو لامحالہ دل جمعی، تعاون، اور مدد کی ضرورت ہوگی جس کے لئے خاندان کا ہونا ازبس ضروری ہے بصورت دیگر اور انتشار اور افراتفری کے عالم میں کوئی کام بھی درست انداز سے انجام نہیں دیا جا سکتا۔

تربیت اولاد:

خاندان میں مرد و عورت کے تعلق کے بعد سب سے زیادہ اہم ذمہ داری اولاد کی تربیت اور

بزرگوں کی نگہداشت ہے، ابتدائی اور زرعی معاشروں میں بچے معاشی معاون ہوتے تھے، اس لئے ان کا خاص خیال رکھا جاتا تھا ہر خاندان اولاد کی افزائش کے سبب معزز سمجھا جاتا بعض معاشروں میں بیٹیوں کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا جبکہ عرب کے جاہل قبائل میں لڑکیوں کو زندہ دفنانے کی روایت بڑی مضبوط تھی لیکن اسلام نے بیٹے اور بیٹیوں کی بہترین پرورش کو عبادت اور احسان سے تعبیر کیا ہے، تربیت اولاد بھی معاشرتی ارتقاء کے ساتھ بدلتی رہی، اولاد کی تربیت میں زرعی تعلیم، پیشہ ورانہ ہنرمندی، فوجی تربیت اور مذہبی تعلیم شامل رہی معاشرتی اطوار کی وسعت کے ساتھ تربیت اولاد کے گوشے بھی بدلتے رہے تاہم ہر معاشرہ اپنے مخصوص اخلاقی اصولوں کو تربیت کے لئے ضروری قرار دیتا ہے، دورحاضر کی صنعتی معاشرت کی بدولت زندگی زیادہ پیچیدہ اور وسیع ہوگئی اسی لئے تربیت اولاد بھی ایک مسئلہ بن گئی بلکہ اب تو اولاد کو بوجھ سمجھا جاتا ہے کیونکہ اب بچے معاشی معاون نہیں رہے پھر یہ کے اس دور میں اولاد کی افزائش کو بھی ناپسند کیا جاتا ہے اور مختلف علاج معالجے کے ذریعے سے کثرت اولاد کو قلت اولاد میں تبدیل کردیا گیا ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو اولاد سے محبت اور شفقت کی تعلیم دیتا ہے اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جو اپنی اولاد سے بے پناہ محبت اور شفقت فرماتے۔

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ہیں!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کے یہاں اولاد پیدا ہو تو (والدین) کو اس کا اچھا نام رکھنا چاہیئے، جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کردینی چاہیئے اور اگر وہ بالغ ہوا اور اس کی شادی نہ ہوئی اور اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ کے سر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا رشاد ہے! جو بچہ پیدائش کے بعد روئے اور پھر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو وارث بھی قرار دیا جائے گا اسلام نے والدین پر اولاد کے بھی حقوق متعین کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو۔

۲۔تربیت۔

۳۔شفقت۔

۴۔عفو درگزر۔

۵۔اصلاح۔

۶۔میراث۔

۷۔نکاح۔

۱۔افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔

ترجمہ۔اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو انھیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی ہم رزق دیتے ہیں ان کا قتل بہت بڑی خطاء ہے۔۲۳۹؎

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاۗءً عَلَي اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۔

ترجمہ۔بے شک وہ خسارے میں پڑے ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت اور نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ پر بہتان باندھ کر اس رزق کو حرام کر لیا جو اللہ نے انہیں دیا تھا، بے شک وہ گمراہ ہوئے اور سیدھی راہ پر نہ آئے۔۲۴۰؎

۲۔تربیت:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔

ترجمہ۔اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔۲۴۱؎

۳۔شفقت:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچوں کے چہرے کو چوما کرتے اور ان میں سے سب سے کم عمر بچے کو سال کا پہلا پھل کھلایا کرتے جبکہ ان سے بے انتہا شفقت اور رحمت کا سلوک کیا کرتے تھے۔

۴۔عفو درگزر:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمھاری بیویوں اور اولادوں میں سے بعض تمھارے دشمن بھی ہیں، سو ان سے بچتے رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ۲۴۲؎

۵۔اصلاح:

وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۔

ترجمہ۔میرے لئے میری اولاد کی اصلاح کرو۔ ۲۴۳؎

۶۔میراث:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۔

ترجمہ۔اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں یہ تاکیدی حکم دیتا ہے کہ مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہو پھر اگر اولاد میں دو یا اس سے اوپر عورتیں ہوں تو ان کے لئے اس کی دو تہائی ہے اور اگر عورت اکیلی ہو تو اس کے لئے نصف ہے۔ ۲۴۴؎

۷۔نکاح:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۔

ترجمہ۔جو تم میں سے مجرد ہیں ان کے نکاح کرو۔ ۲۴۵؎

اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۔

ترجمہ۔(نکاح کی برکت سے) اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا، اور اللہ کشائش والا سب کچھ جاننے والا ہے۔۲۴۶

حوالہ کتب:

۱۔سورہ علق۔آیت۔۱۔۲۔

۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۶۹۔

۳۔سورہ فاطر۔آیت۔۲۸۔

۴۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۹۰۔۱۹۱۔

۵۔سورہ اعراف۔آیت۔۲۰۱۔

۶۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔کتاب العلم۔ص۔۱۲۱۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت۔

۷۔شرح السنہ۔امام حسین بن مسعود بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) ص۔۲۹۰۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

۸۔تجلیات حکمت۔مولف۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مطبع انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔

۹۔حجۃ اللہ البالغہ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ص۔۱۳۱۔مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔سن ندارد۔

۱۰۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۱۱۔سورہ ابراہیم۔آیت۔۳۹۔

۱۲۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۸۔

۱۳۔سورہ رعد۔آیت۔۳۸۔

۱۴۔سورہ نور۔آیت۔۳۲۔

۱۵۔احکام القرآن۔علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف با بن العربی مالکی (متوفی ۵۴۳ھ) ص۔۱۷۳۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔

۱۶۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت۔

۱۷۔سنن نسائی۔امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت
۱۸۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔کتاب نکاح۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۱۹۔شرح السنہ۔امام حسین بن مسعود بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) ص۔۱۱۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔
۲۰۔مشکٰوۃ۔امام ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ)۔کتاب نکاح۔ص۔۶۲۸۔مطبوعہ اصح المطابع دہلی دار.
۲۱۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔
۲۲۔سورہ النساء۔آیت۔۳۔۴۔
۲۳۔سورہ النساء۔آیت۔۳۔
۲۴۔سورہ النساء۔آیت۔۳۔
۲۵۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔
۲۶۔سورہ النساء۔آیت۔۱۹۔
۲۷۔سنن نسائی۔امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔ ابن ماجہ۔مسند احمد۔
۲۸۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔
۲۹۔سورہ المائدہ۔آیت۔۵۔
۳۰۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۲۱۔
۳۱۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔۱۰۸۴۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔سنن ابن ماجہ۔۱۹۶۷۔
۳۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۲۱۔
۳۳۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت۔
۳۴۔تجلیات حکمت۔مولف۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مطبع انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔
۳۵۔سورہ رعد۔آیت۔۲۴۔

۳۶۔معجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔رقم الحدیث۔۱۲۲۴۵۔مطبوعہ دارا حیاء التراث العربی بیروت۔
۳۷۔سورہ الطور۔آیت۔۲۱۔
۳۸۔سورہ یٰسین۔آیت۔۵۶۔
۳۹۔سورہ صٰفٰت۔آیت۔۴۸۔۴۹۔
۴۰۔سورہ ص۔آیت۔۵۲۔
۴۱۔سورہ طور۔آیت۔۲۰۔
۴۲۔سورہ رحمٰن۔آیت۔۵۶۔
۴۳۔سورہ رحمٰن۔آیت۔۷۲۔۷۴۔
۴۴۔سورہ الواقعہ۔آیت۔۲۲۔۲۳۔
۴۵۔سورہ الواقعہ۔آیت۔۲۲۔
۴۶۔سورہ الرحمٰن۔آیت۔۵۸۔
۴۷۔سورہ الواقعہ۔آیت۔۳۷۔
۴۸۔سورہ الواقعہ۔آیت۔۳۵۔۳۷۔
۴۹۔سورہ الحجر۔آیت۔۴۶۔۴۸۔
۵۰۔المغنی۔علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ)۔ج۔۷۔ص۔۱۷۳۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔۱۴۰۵ھ۔
۵۱۔سورہ النساء۔آیت۔۳۴۔
۵۲۔صحیحین
۵۳۔سورہ النور۔آیت۔۴۔
۵۴۔سورہ النساء۔آیت۔۴۔
۵۵۔سورہ النساء۔آیت۔۲۴۔
۵۶۔سورہ النساء۔آیت۔۲۰۔
۵۷۔جامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ)۔باب العلم۔ج۔۱۔ص۔۱۳۱۔مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔۱۴۰۹ھ۔

۵۸۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔کتاب الشروط۔ج۔۱۔ص۔۱۱۸۷۔
مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ

۵۹۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔
۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت۔اور مسلم

۶۰۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔ج۔۲۔ص۔۱۴۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی
الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔

۶۱۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۶۲۔لسان العرب۔علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی (متوفی ۷۱۱ھ)۔ص۔۶۷۔مطبوعہ نشر ادب
الحوزہ قم ایران۔

۶۳۔جامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ)۔سورہ البقرہ۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔

۶۴۔سنن ابوداوٴد۔امام ابوداوٴد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔کتاب الطلاق۔مطبوعہ دارالکتب
العلمیہ بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۶۵۔کشف الغمہ۔علامہ عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالتراث العربی بیروت۔۱۴۱۸ھ۔

۶۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۲۹۔

۶۷۔سورہ النساء۔آیت۔۱۳۰۔

۶۸۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۶۹۔سورہ النساء۔آیت۔۱۹۔

۷۰۔سوہ البقرہ۔آیت۔۲۲۹۔

۷۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۱۔

۷۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۲۔

۷۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۶۔

۷۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۲۸۔

۷۵۔سورہ الطلاق۔آیت۔۱۔

۷۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۶۔

۷۷۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۴۱۔

۷۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۷۔

۷۹۔تفسیر کبیر۔امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی (متوفی ۶۰۶ھ)۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔۱۴۱۲ھ۔

۸۰۔سورہ الاحزاب۔آیت۔۴۹۔

۸۱۔سنن ابوداوٗد۔امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔کتاب الطلاق۔مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۸۲۔سنن دار قطنی۔امام علی بن عمر دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ) مطبوعہ نشر سنہ ملتان۔دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۸۳۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔کتاب الطلاق۔مطبوعہ دار الفکر بیروت.

۸۴۔کشف الخفاء ومزیل الالباس۔علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی (متوفی ۱۱۶۴ھ) مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق۔

۸۵۔معجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔ص۔۲۱۷۔مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۸۶۔سنن ابوداوٗد۔امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔کتاب النکاح۔مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۸۷۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۰۔

۸۸۔موطا امام مالک۔امام مالک بن انس اصبحی (متوفی ۱۷۹ھ)۔کتاب طلاق۔مطبوعہ دار الفکر۔بیروت ۱۴۰۹ھ۔

۸۹۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔کتاب الطلاق۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔

۹۰۔سنن نسائی۔امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)۔کتاب الطلاق۔مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۹۱۔سنن ابوداوٗد۔امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔کتاب الطلاق۔مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۹۲۔سنن ابوداوٗد۔امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔کتاب الطلاق۔مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۹۳۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔۱۰۸۴۔مطبوعہ دار الفکر بیروت

۹۴۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔۱۴۱۵ھ۔

۹۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۶۲۔

۹۶۔سورہ المجادلہ۔آیت۔۲۔

۹۷۔سورہ التحریم۔آیت۔۴۔

۹۸۔سورہ النور۔آیت۔۶۔۱۰۔

۹۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۱۷۔

۱۰۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۹۰۔

۱۰۱۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔
۱۴۱۲ھ۔دار ارقم بیروت

۱۰۲۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔
۱۴۱۲ھ۔دار ارقم بیروت۔ابن داؤد۔

۱۰۳۔المصنف۔امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ)۔ص۔۱۳۸۔مطبوعہ دار القرآن کراچی۔

۱۰۴۔اسلامی قانون۔نکاح،طلاق،وراثت۔تالیف مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی۔ص۔۸۱۔۱۰۳۔
دارالاشاعت کراچی۔۱۹۸۹ء۔

۱۰۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۲۸۔

۱۰۶۔سورہ الطلاق۔آیت۔۴۔

۱۰۷۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۴۔

۱۰۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۴۰۔

۱۰۹۔سورہ الطلاق۔آیت۔۱۔

۱۱۰۔سورہ الطلاق۔آیت۔۶۔

۱۱۱۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۲۸۔

۱۱۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۵۔

۱۱۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۵۔

۱۱۴۔سورہ الاحزاب۔آیت۔۴۹۔

۱۱۵۔سورہ الطلاق۔آیت۔۱۔

۱۱۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۵۔

۱۱۷۔سورہ النور۔آیت۔۳۶۔

۱۱۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۰۔

۱۱۹۔سورہ محمد۔آیت۔۲۳۔

۱۲۰۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔رقم الحدیث۔۲۰۷۶۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۴ھ۔

۱۲۱۔سورہ الطلاق۔آیت۔۶۔

۱۲۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۴۱۔

۱۲۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۱۔

۱۲۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۰۔

۱۲۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۴۱۔سورہ النساء۔آیت۔۲۰۔

۱۲۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۶۔۲۳۷۔

۱۲۷۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۶۔

۱۲۸۔سورہ النساء۔آیت۔۷۔

۱۲۹۔سورہ النساء۔آیت۔۸۔

۱۳۰۔سورہ النساء۔آیت۔۹۔

۱۳۱۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۱۳۲۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۱۳۳۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۱۳۴۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۱۳۵۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۱۳۶۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۱۳۷۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۱۳۸۔سورہ النساء۔آیت۔۱۲۔

۱۳۹۔سورہ النساء۔آیت۔۱۲۔

۱۴۰۔سورہ النساء۔آیت۔۱۲۔

۱۴۱۔سورہ النساء۔آیت۔۱۲۔

۱۴۲۔سورہ النساء۔آیت۔۲۳۔
۱۴۳۔اسلامی قانون۔نکاح،طلاق،وراثت۔مولف۔مولانا مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی دارالاشاعت کراچی
نیز دیکھئے نسائیات۔پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج۔
۱۴۴۔اسلامی قانون۔نکاح،طلاق،وراثت۔مولف۔مولانا مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی۔دارالاشاعت کراچی
۔۱۹۸۹ء۔
۱۴۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۸۳۔
۱۴۶۔کنز العمال۔علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری (متوفی ۹۷۵ھ)۔ج۔۷۔ص۔۲۳۔
مطبوعہ موسستہ الرسالہ۔
۱۴۷۔سورہ الطلاق۔آیت۔۲۔
۱۴۸۔سورہ النساء۔آیت۔۱۳۵۔
۱۴۹۔سورہ المائدہ۔آیت۔۸۔
۱۵۰۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۴۰۔
۱۵۱۔سورہ الفرقان۔آیت۔۷۲۔
۱۵۲۔سورہ المعارج۔آیت۔۳۳۔
۱۵۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۸۲۔
۱۵۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۸۲۔
۱۵۵۔ٹائمز آف انڈیا۔اشاعت۔مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۸۵ء۔ص۔۹۔
۱۵۶۔ہدایہ مع فتح القدیر۔علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (متوفی ۹۵۳ھ)۔ج۔۲۔ص۔۲۵۰۔مطبوعہ
نوریہ رضویہ سکھر۔
۱۵۷۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۸۲۔
۱۵۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۴۳۔
۱۵۹۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۷۱۔
۱۶۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۹۵۔
۱۶۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۷۰۔
۱۶۲۔سورہ روم۔آیت۔۴۴۔

۱۶۳۔سورہ حم السجدہ۔آیت۔۴۶۔
۱۶۴۔سورہ انعام۔آیت۔۱۵۱۔
۱۶۵۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۳۱۔
۱۶۶۔سورہ النسا۔آیت۔۹۲۔
۱۶۷۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۳۲۔
۱۶۸۔سورہ النور۔آیت۔۲۔
۱۶۹۔سورہ النسا۔آیت۔۱۵۔
۱۷۰۔سورہ النور۔آیت۔۲۶۔
۱۷۱۔تجلیات حکمت۔مرتب۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مترجم۔سید قمر عباس۔مطبع انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔
۱۷۲۔سورہ المائدہ۔آیت۔۳۸۔
۱۷۳۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔
۱۷۴۔سورہ النور۔آیت۔۴۔
۱۷۵۔سورہ النور۔آیت۔۲۳۔
۱۷۶۔المعجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔
۱۷۷۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۳۵۔
۱۷۸۔سورہ الشعرا۔آیت۔۱۸۱۔
۱۷۹۔سورہ الشعرا۔آیت۔۱۸۳۔
۱۸۰۔سورہ المائدہ۔آیت۔۹۱۔
۱۸۱۔سورہ انعام۔آیت۔۱۵۱۔
۱۸۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۶۸۔
۱۸۳۔سورہ النور۔آیت۔۱۹۔
۱۸۴۔سورہ انعام۔آیت۔۱۲۰۔
۱۸۵۔سورہ روم۔آیت۔۱۰۔

۱۸۶۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔
۱۴۱۲ھ۔
۱۸۷۔سورہ المجادلہ۔آیت۔۲۔
۱۸۸۔سورہ تحریم۔آیت۔۴۔
۱۸۹۔سورہ النور۔آیت۔۶۔۱۰۔
۱۹۰۔سورہ النور۔آیت۔۸۔۹۔
۱۹۱۔سورہ الزمر۔آیت۔۳۔
۱۹۲۔سورہ آل عمران۔۶۱۔
۱۹۳۔سورہ الحج۔آیت۔۳۰۔
۱۹۴۔تجلیات حکمت۔مرتب۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مترجم۔سید قمر عباس۔مطبع انتشارات دفتر
تبلیغات اسلامی تہران۔
۱۹۵۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۷۰۔
۱۹۶۔سورہ النسا۔آیت۔۱۷۲۔
۱۹۷۔سورہ اعراف۔آیت۔۴۸۔
۱۹۸۔تجلیات حکمت۔مرتب۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مترجم۔سید قمر عباس۔مطبع انتشارات دفتر
تبلیغات اسلامی تہران۔
۱۹۹۔سورہ الھمزہ۔آیت۔۱۔۳۔
۲۰۰۔سورہ محمد۔آیت۔۳۸۔
۲۰۱۔سورہ الیل۔آیت۔۱۱
۲۰۲۔تجلیات حکمت۔مرتب۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مترجم۔سید قمر عباس۔مطبع انتشارات دفتر
تبلیغات اسلامی تہران۔
۲۰۳۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۲۷۔
۲۰۴۔سورہ اعراف۔آیت۔۳۱۔
۲۰۵۔تجلیات حکمت۔مرتب۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مترجم۔سید قمر عباس۔مطبع انتشارات دفتر
تبلیغات اسلامی تہران۔

۲۰۶۔سورہ یونس۔آیت۔۷۷۔
۲۰۷۔سورہ الفلق۔آیت۔۴۔
۲۰۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۰۲۔
۲۰۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۰۲۔
۲۱۰۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔۱۴۶۰۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔
۲۱۱۔سورہ التکاثر۔آیت۔۱۔۲۔
۲۱۲۔سورہ طٰحہ۔آیت۔۸۱۔
۲۱۳۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۳۱۔
۲۱۴۔کنوز الحقائق۔امام عبدالروف بن علی المناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۷ھ۔
۲۱۵۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔۲۳۳۶۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔
۲۱۶۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔رقم الحدیث۔۲۴۳۹۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔
۲۱۷۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔رقم الحدیث۔۲۳۴۸۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔
۲۱۸۔سورہ آل عمران۔آیت۔۲۶۔
۲۱۹۔مسند بزاز۔حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی۔
۲۲۰۔جامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ)۔ج۔۳۔رقم الحدیث۔۱۴۴۔مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔
۲۲۱۔تجلیات حکمت۔مرتب۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مترجم۔سید قمر عباس۔مطبع انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔
۲۲۲۔تجلیات حکمت۔مولف۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مطبع انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔
223. Blunt,Lady A.and sir W.S,The Seven Golden Odes of

Pagan Arabia,

۲۲۴ ۔سورہ النساء۔آیت۔۳۶۔

۲۲۵۔سورہ لقمان۔آیت۔۱۴۔

۲۲۶۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۲۲۔

۲۲۷۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۲۴۔

۲۲۸۔سورہ عنکبوت۔آیت۔۸۔

۲۲۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۷۰۔

۲۳۰۔سورہ عنکبوت۔آیت۔۸۔

۲۳۱۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۲۴۔

۲۳۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۱۵۔

۲۳۳۔سورہ رعد۔آیت۔۳۸۔

۲۳۴۔سورہ الفرقان۔آیت۔۷۴۔

۲۳۵۔سورہ النساء۔آیت۔۲۱۔

۲۳۶۔سورہ النساء۔آیت۔۱۹۔

۲۳۷۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی(متوفی۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۱۴۱۴ھ۔

۲۳۸۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی(متوفی۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۱۴۱۴ھ۔

۲۳۹۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۳۱۔

۲۴۰۔سورہ انعام۔آیت۔۱۴۰۔

۲۴۱۔سورہ تحریم۔آیت۔۶۔

۲۴۲۔سورہ لتغابن۔آیت۔۱۴۔

۲۴۳۔سورہ احقاف۔آیت۔۱۵۔

۲۴۴۔سورہ النساء۔آیت۔۱۱۔

۲۴۵۔سورہ النور۔آیت۔۳۲۔

۲۴۶۔سورہ النور۔آیت۔۳۲۔

باب(۶):

اسلام میں حیثیت نسواں (اس کا منشور اور فرائض کی فہرست)

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔اے نبی جب آپ کے پاس مومنات آئیں تو آپ ان سے اس بات کی بیعت لیں۔

۱۔وہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گی۔

۲۔نہ ہی وہ چوری کریں گی۔

۳۔نہ ہی وہ زنا کریں گی۔

۴۔نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔

۵۔نہ ہی بہتان دھریں گی۔

۶۔نہ ہی معروف کاموں میں آپ کی نافرمانی کریں گی بس ان سے بیعت لے لیں اور ان کی حفاظت اور مغفرت کے لئے دعا کریں بے شک اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔[۱]

یہ وہ چھ نکاتی بین الاقوامی منشور ہے جو دنیا کی ان تمام خواتین کے لئے ہے جو کے نیک اور پاکیزہ کردار بنناچاہتی ہیں اور اللہ کی دوستی اور محبت کی خواہاں بھی ہیں اسلام نے ایک نئی معاشرت منظم کی اور اس نئی معاشرت میں عورت کی حیثیت کو بھی متعین کردیا جبکہ اس کے مقام ومرتبہ، اس کی سرگرمیوں کے دائرہ کار کی وضاحت، اس کے تعلقات کی نوعیتوں کا تعین بھی کردیا گیا یعنی مجموعی

طور پر عورت کے وقار کو بلند کیا گیا، انسانی معاشرتی تقسیم پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کے مرد کے ذمہ حقوق جبکہ عورت کے سر پر فرائض کا بوجھ ہے لیکن اسلام نے مرد وعورت دونوں کو ہی حقوق و فرائض کا ذمہ دار قرار دیا تا کہ معاشرہ مستحکم بنیادوں پر استوار ہو سکے اور فریقین اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں خواتین سے بہت سی باتیں کرتے ہوئے کتراتے تھے مبادا کہیں اللہ کی طرف سے اس بارے میں کوئی حکم نازل نہ ہو جائے۔ ۲۔

یہ دین فطرت ہی تھا کے جس نے لوگوں کو اس حقیقت سے روشناس کروایا کے زندگی میں مرد وعورت کے وجود اور ان کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے، عورت کے مسائل پر قرآنی انداز بیان کے دو پہلو ہیں۔

۱۔قرآن کریم عورت کے وقار اور عزت انسانی کو مرد کے مساوی قرار دیتا ہے۔

۲۔قرآن کریم عورت کے حقوق اور فرائض کا تعین کرتا ہے۔

۱۔شق اول یعنی عورت کا وقار مرد کے مساوی ہے اس پر بحث کریں گے کیونکہ اس سلسلے میں تین باتیں قابل غور ہیں۔

۱۔قرآن کریم میں جہاں کہیں فضیلت انسانی کا تذکرہ ہوا اس میں مرد وعورت دونوں ہی شریک ہیں۔

۲۔قرآن کریم میں جہاں یہ اصول بیان کیا گیا کے انسان کی فلاح کا دارومدار ایمان وعمل پر ہے وہاں عورت اور مرد دونوں کو ہی شامل کیا گیا کیونکہ اللہ کے یہاں نیکی اور تقویٰ ہی کو شرف قبولیت حاصل ہے اور تقویٰ مرد وعورت دونوں میں ہی ہو سکتا ہے۔

۳۔قرآن کریم میں یہ بات اصول کے طور پر بیان کی گئی ہے کے کسی معاشرے کے استحکام اور فساد کا دارومدار مرد وعورت دونوں پر ہے یہ دونوں ہی مل کر معاشرے کو صالح بنیادوں پر استوار

کر سکتے ہیں جبکہ اس کے برعکس دونوں ہی تمدنی بربادی اور معاشرتی ہلاکتوں کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں جا بجا اس بات کا کثرت سے ذکر موجود ہے نیک اور صالح بننے کی صلاحیتیں دونوں ہی میں پائی جاتی ہیں یعنی خیر اور شر کی قوتیں ہر انسان میں موجود ہوتی ہیں

۲۔شق دوم میں خواتین کے حقوق اور فرائض پر بحث کی گئی ہے کیونکہ معاشرے میں خواتین کی مختلف حیثیتیں ہیں لہذا حقوق و فرائض کی بحث میں خواتین کی ان حیثیتوں کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ ذیل میں ہم عورت کی مختلف حیثیتوں کا اجمالی تذکرہ کریں گے۔

۱۔عورت بحیثیت ماں:

قرآن وسنت کے اعتبار سے ماں کے مقام کو معراج انسانیت کہا جاتا ہے اور اس رشتے میں اس کی عظمت کا پہلو نمایاں ہے۔

اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ۔

ترجمہ۔ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کے وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے، اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اس کا حمل اٹھایا اور تکلیف سے اس کو جنم دیا۔ ۳؎

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔

ترجمہ۔آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کے تم سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ بہترین رویہ رکھو گے جس وقت وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک تمھارے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو تم انھیں اف تک نہ کرو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان کے ساتھ بہت ہی کریم اور شفقت بھری گفتگو کرو۔ ۴؎

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا۔

ترجمہ۔ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔۵؎

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ چاہے تو انسان کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، سوائے والدین کی نافرمانی کے اور اس کے مرتکب کو مرنے سے پہلے ہی زندگی میں بہت جلد اس کی سزا دے دی جاتی ہے۔۶؎

۲۔عورت بحیثیت بہن اور بیٹی:

عورت کی دوسری قابل احترام حیثیت بہن اور بیٹی کی ہے یہ دونوں ہی رشتے ایسے ہیں کے جن کے ساتھ رحم اور شفقت کا سلوک کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر بیٹی کے ساتھ محبت، شفقت اور تربیت کو والدین کے لئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بھی بتایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میری بیٹی فاطمہؓ میرا جگر گوشہ ہے جو چیز اس کے لئے باعث تشویش ہوگی وہ میرے لئے بھی پریشانی کا سبب ہوگی اور جو چیز اس کے لئے موجب اذیت ہوگی وہ مجھے بھی تکلیف دے گی۔۷؎

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ۔

ترجمہ۔موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن سے کہا! موسیٰ کے پیچھے پیچھے جاؤ، بس وہ اجنبی انداز میں ایک جانب اسے دیکھتی رہی اور لوگوں کو اس بات کا شعور ہی نہ تھا۔۸؎

وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ۔

ترجمہ۔جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کے وہ کس گناہ پر قتل کی گئی۔۹؎

۳۔عورت بحیثیت بیوی:

بیوی کی حیثیت سے عورت ہمیشہ سے ہی مظلوم رہی کیونکہ یہی وہ تعلق ہے کے جس میں مرد کو سب

سے زیادہ اپنے اختیارات کے استعمال کا موقع ملتا ہے لہٰذا اس رشتے میں دنیا کے تقریباً سب ہی معاشروں نے بیوی کے فرائض تو متعین کر دئے لیکن اسے حقوق سے محروم کر دیا لیکن اسلام عورت کے انفرادی تشخص کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے حقوق و فرائض کو بیان کرتا ہے مثلاً علم کے حصول، نکاح، خلع، مہر، نان نفقہ، تجارت، آزادی رائے، میراث اور قانونی چارہ جوئی کی اس کو آزادی اسلام نے دی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔اللہ کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ اس نے تمھارے نفسوں سے جوڑے خلق کئے تا کہ تم ان سے تسکین حاصل کر سکو اور اس نے تمھارے مابین محبت اور ہمدردی رکھ دی بے شک اس میں غور فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔[۱۰]

۴۔عورت بحیثیت دوست:

مخلوط معاشرے میں اسلامی اقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت محتاط انداز سے گھر کے باہر نکلا بھی جا سکتا ہے اور دیگر ذمہ داریوں کو بھی خوش اسلوبی سے ادا کیا جا سکتا ہے کیونکہ معاشرے میں عورت اور مرد لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں وہ صلوۃ قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہی ہیں جن پر اللہ بہت جلد رحم کرے گا بے شک اللہ طاقت اور حکمت والا ہے۔ ۱۱؎

لیکن یہاں ایک بات ذہن نشین رہے کے انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ شیطان بھی دوڑتا ہے لہٰذا اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کھلے چھپے بے حیائی اور چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا بہر حال ہر مرد و عورت کے لئے انتہائی ضروری ہے لیکن سماجی سطح پر برے کردار کے مرد و عورت اور ان کے درمیان غیر اخلاقی تعلقات بھی بکثرت نظر آتے ہیں جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے!

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۘ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔

ترجمہ۔منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک جیسے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ ۱۲؎

اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ۔

ترجمہ۔خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد، خبیث عورتوں کے لئے ہیں جبکہ پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد، پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔ ۱۳؎

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔زانی، زانیہ یا مشرکہ سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانیہ سے سوائے زانی یا مشرک کے کوئی اور نکاح نہیں کرتا اور مومنوں پر تو یہ نکاح حرام کر دیا گیا ہے۔ ۱۴؎

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں معاشرے میں موجود دونوں ہی طرح کے لوگوں یعنی مومن اور منافق و بدکار کے کردار کا تعین قرآن کریم نے آسانی سے کر دیا۔

عبیداللہؓ بیان کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سوال کیا گیا ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا پھر اس نے اسی عورت سے نکاح کا ارادہ کیا آیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا! اس شخص کے لئے اس سے زیادہ افضل تو یہ نہیں کے وہ اس عورت سے نکاح کر لے (جس سے اس نے زنا کیا ہے) کیونکہ اب وہ دونوں زنا سے نکل کر نکاح کی طرف آ گئے ۔۱۵۔

عورت اور پردہ (خواتین کے زیب و زینت کے احکامات)

انسانی فطرت میں حسن و جمال کی پسندیدگی کو رکھ دیا گیا چنانچہ باذوق مرد ہوں یا خواتین دونوں کے ہی مزاج میں حسن و دلکشی کی جانب رغبت اور رجحان کا ہونا عین فطری عمل ہے روایت میں آتا ہے اللہ خود بھی جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے دوسری جانب انبیاء کرام کی سنت میں بھی پاکیزگی، طہارت، خوشبو کی پسندیدگی اور دیگر صالح اور مطاہر اشیاء کی جانب ان کی طبیعت کا میلان رکھ دیا گیا تاہم اسلام کچھ حدود و قیود کے ساتھ مرد و زن کی آرائش و زیبائش کو پسند کرتا ہے چنانچہ مردوں کی زینت اور خواتین کی زینت کے اظہار کے لئے کچھ شرعی احکامات ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ کسی بھی انسان کا پہلا تعارف اس کی ظاہری شخصیت کو دیکھ کر ہوتا ہے اگرچہ وہ صاف ستھرا اور اچھی وضع قطع میں ہے تو یقیناً مدمقابل پر اس کی شخصیت کا ایک اچھا تاثر قائم ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ لباس کا مکمل ہونا بھی کسی شخص کی عزت اور وقار میں اضافے کا سبب ہوتا ہے کیونکہ مکمل لباس پہننا بھی عبادت کے زمرے میں شامل ہے دوسری جانب کم لباسی یا بے لباسی سماجی سطح پر فحاشی، بدکاری اور ذہنی ہیجان کا نا صرف ایک سبب ہے بلکہ اس کی وجہ سے لوگوں کے اخلاق بھی متاثر ہوتے ہیں جبکہ یہ لوگوں کو گناہ کبیرہ کی جانب بھی راغب کرتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَا بَنِيٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۔

ترجمہ۔اے بنی آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے جو تمھاری پردہ پوشی کرتا ہے اور اس میں زیب وزینت بھی ہے جبکہ تقویٰ کا لباس تو بہترین ہے۔۱۶؎

مندرجہ بالا آیت میں تمام بنی نوع انسانیت کو اللہ تعالی نے ایک ہی پیغام دیا ہے زیب وزینت اگرچہ فطری اور پسندیدہ عمل ہے لیکن اس میں حد سے تجاوز کرنا درست نہیں کیونکہ مسلمان مرد یا عورت معاشرے میں ایک باوقار حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا ان کی زیب وزینت میں اس بات کا اہتمام بھی لازمی ہونا چاہیئے کے ان کا تقدس اور حیاء کسی طور پر پامال اور مجروح نہ ہوسکے جبکہ مکمل لباس کسی بھی انسان کی نفسی پاکیزگی کا بھی پتا دیتی ہے کیونکہ ہم جو سوچتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔اے نبی فرمادیجئے کہ کون ہے جو اللہ کی بنائی ہوئی زیب وزینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے حرام کرسکتا ہے؟ یہ قیامت کے بعد تو ان کے نصیب میں ہوں گی مگر یہ دنیاوی زندگی میں بھی ان پر حلال ہیں۔۱۷؎

زیب وزینت کے احکامات کو صرف خواتین کے لئے مخصوص کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالی کا خطاب تمام بنی نوع انسانیت سے ہے اور انسان میں مرد وعورت دونوں ہی شامل ہیں لہٰذا کتاب اللہ میں شرم وحیا اور زیب وزینت کے احکامات تقریباً دونوں کے لئے ہی یکساں ہیں لیکن چند چیزیں خواتین کے ساتھ مخصوص ہیں جس کو اختیار کرنے کی ہدایت اسلام دنیا کی ہر مسلمان خاتون کو دیتا ہے تاکہ وہ زیادہ باحیاء اور مقدس نظر آئے اور اس کا شمار مومنہ میں کیا جاسکے۔

اسلام نے مرد وعورت کے لباس کے بارے میں ایک فارمولہ بیان کیا ہے یعنی لباس ایسا ہو جو ستر

پوشی کے تقاضوں کو پورا کر سکے اور (جسم کو چھپائے) اب وہ لباس مختلف تہذیب وثقافت، مذہب، موسم، خطہ اور رسم ورواج کے مطابق کسی بھی وضع قطع یا ڈیزائن کا ہوسکتا ہے جبکہ اس کی تراش خراش میں عصری تقاضے بھی ملحوظ رکھے جا سکتے ہیں لیکن ایک بات طے ہے کے لباس انسان کے جسمانی خدوخال کو چھپائے، وہ نا تو اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کے لوگ اس کو پہن کر الجھنا شروع کر دیں اور نہ ہی اتنا تنگ ہو کے انسان کے جسمانی خدوخال نمایاں ہوں تاہم لباس کی تراش خراش کا فن، علم وہنر اللہ تعالی نے بنی نوع انسانیت تک پیغمبروں اور انبیاء کے ذریعے منتقل کیا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے کہو کے میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں۔

۱۔بے شرمی کے کام خواہ کھلے ہوں یا چھپے۔

۲۔اور گناہ۔

۳۔اور حق کے خلاف زیادتی (بغاوت)۔

۴۔اور یہ کے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک (شرک) کرو جس کے لئے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔

۵۔اور یہ کے اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمھیں علم نہ ہو کے وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے۔۱۸؎

اس آیت میں اللہ تعالی نے پانچ اصولوں کی وضاحت فرما دی۔

۱۔بے حیائی، فحاشی، بے شرمی۔

۲۔گناہ کبیرہ وصغیرہ۔

۳۔ بغاوت۔

۴۔ شرک۔

۵۔ غلط بات کو اللہ کے ساتھ منسوب کرنا۔

جہاں تک پردے کا تعلق ہے تو اسلام میں اس سے مراد عورت کی حفاظت اور اس کی شان کو بڑھانا ہے جب ہی ارشاد خداوندی ہے!

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایمان والیوں سے فرما دیجئے وہ اپنی نظروں کو نیچا رکھیں اور اپنی فروج کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں الا یہ کے جو اس میں سے ظاہر ہو جائیں یعنی (چہرہ، آواز، چال، لباس) اور خمر کو اپنے گریبان پر ڈال دیں اور اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں یا ان کے آباء (باپ، دادا، نانا) یا ان کے شوہروں کے آباء

(باپ، دادا، نانا) یا ان کے بیٹوں یا ان کے شوہروں کے بیٹوں (سوتیلے بیٹے) یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے بھائیوں کے بیٹے (بھتیجے) ہوں یا ان کی بہنوں کے بیٹے (بھانجے) ہوں یا ان کی عورتیں ہوں یا ان کے ماتحت ہوں، یا ان مردوں میں سے جو پائے کے عالم و فاضل ہوں یعنی

(جن سے بات کرنا اشد ضروری ہو جیسے کے ڈاکٹر، وکیل وغیرہ) یا وہ بچے کے جن کو ابھی عورتوں کی سمجھ نہ ہو اور وہ اپنی چال کو اس طرح سے نہ رکھیں کے ان کی چھپی ہوئی زینت کا پتہ چلے اور ایمان والو تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو، تا کہ تمھیں کامیابی حاصل ہو۔۱۹؎

مندرجہ بالا آیات مقدسہ کی روشنی میں اس بات کی وضاحت ہوگئی کے اللہ تعالی نے عورت کو مکمل آزادی دی ہے کے وہ اپنوں اور غیروں کے ساتھ معاملات کے ضمن میں خود مختار ہے لیکن حیاء کے دائرہ میں رہتے ہوئے جبکہ اللہ تعالی نے خمر اور جلباب کو نافذ کر دیا ہے۔

ا۔خمر کے معنی ہیں چھپ جانا، ڈھانپ دینا، چھپا دینا، (اوڑھنی جو کہ عورتیں استعمال کرتی ہیں)

۲۔جلباب کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح سے کھینچ لینا کے وہ چیز بالکل چھپ جائے۔

ابن فارس نے کہا ایسی چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپ دے انصار کی عورتیں سیاہ ملبوس (کوٹ کی طرح کا لباس) اپنے اوپر پہنتی تھیں جسے جلباب کہتے ہیں لہٰذا اس سے مراد ایسا لباس، کپڑا، چادر یا گاؤن ہے جو کے خواتین اوڑھتی یا پہنتی ہیں تا کہ ان کی زینت نمایاں نہ ہو۔

ابن فارس نے یہ بھی کہا عربوں کے یہاں جلباب بطور محاورہ کے وقار اور سکون کے بھی مستعمل ہے۔۲۰؎

اب ان دو الفاظ سے وضاحت ہوگئی کے جب بھی عورت گھر سے نکلے تو اس کا لباس، بڑا کوٹ ،گاؤن، لمبی اور ڈھیلی شرٹ، چادر، برقع یا اوڑھنی ایسی ہو کے جس سے اس کی زیب و زینت اور جسمانی خدوخال کی پردہ پوشی ہو۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

ترجمہ۔اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرما دیجے اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں سے اور مومن عورتوں سے کے وہ اپنے جلباب اپنے قریب تر کرلیں تا کہ وہ پہچان لی جائیں (کے وہ شریف یا مسلمان ہیں) اور

انھیں کسی قسم کی ایذا نہ ہو بے شک اللہ جاننے والا مہربان ہے۔۲۱؎

اگرچہ باوقار اور شریف خواتین کی چال ڈھال اور لب ولہجہ میں لوچ نہیں ہوتا کہ دوسرے ان کی طرف متوجہ نہ ہو پائیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔

ترجمہ۔آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کے وہ (نامحرم عورتوں کی طرف) دیکھنے میں کچھ کمی کریں یعنی (اپنی نگاہوں میں حیاء اور ادب پیدا کریں) اور ان مقامات کی حفاظت کریں جو محل خطرات ہوں۔۲۲؎

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ۔

ترجمہ۔آپ مومن عورتوں سے فرما دیجئے (نامحرم مردوں کی طرف) دیکھنے میں کچھ کمی کریں یعنی (اپنی نگاہوں میں حیاء اور ادب پیدا کریں) اور ان جگہوں کی حفاظت کریں جو محل خطرات ہیں ۔۲۳؎

مندرجہ بالا دونوں آیات میں مرد اور عورت کو اپنی نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا جا رہا ہے یہاں قابل غور امر یہ ہے کے جو چیز مکمل چھپی ہوگی تو پھر اس حکم کے کیا معنی ہو سکتے ہیں یعنی نگاہوں کی حفاظت اس وقت ممکن ہوگی جب وہ چیز نظر آ رہی ہو۔

امام زمخشری نے امام ابوحنیفہ کے مشہور مذہب کے موافق اپنا موقف بیان کیا ہے کے کھلی زینت کے مقامات میں (عورت کا) چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم مطلقاً ستر سے خارج ہیں لہٰذا ان اعضاء کی طرف نظر کرنا حرام نہیں۔۲۴؎

علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر میں سنن ابی داؤد کی یہ روایت نقل کی ہے اسماءؓ بنت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تشریف لائیں اس وقت انھوں نے باریک لباس زیب تن کیا ہوا تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دیکھ کر منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے مناسب نہیں کے اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے پھر آپ نے اشارہ کیا کے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے لہٰذا اس رعایت سے یہ معلوم ہوا کے عورت کا چہرہ ستر میں شامل نہیں۔ ۲۵؎

امام فخر الدین رازی، امام ابن جریر طبری اور کشاف کے بھی یہی اقوال ہیں۔

انسان کا چہرہ:

انسان کا چہرہ ہی اس کی اصل پہچان اور شناخت ہے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر انسان کے چہرے کا ذکر موجود ہے۔ ارشادات خداوندی!

مِنَ التَّعَفُّفِ تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ‌ۚ۔

ترجمہ۔ تم انھیں ان کی صورتوں سے پہچان لوگے۔ ۲۶؎

يُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِيۡمٰهُمۡ فَيُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِىۡ وَالۡاَقۡدَامِ‌۔

ترجمہ۔ مجرمین اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔ ۲۷؎

زیر نظر آیت میں چہرے کے ذریعے مجرمین کی شناخت کی جارہی ہے جو کے عقل، شریعت اور فطرت کے عین مطابق ہے۔

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً‌ ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍ وَامۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا‌ ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ۔

ترجمہ۔ جب ابراہیم نے دیکھا ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو انھیں اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگے، انھوں نے کہا! آپ مت ڈرئے ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی اہلیہ سارہ ان کے پاس ہی کھڑی تھیں تو وہ ہنس پڑیں، سو ہم نے ان

کی زوجہ کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی، تو وہ کہنے لگیں کے (حیرانی کی بات ہے) کیا میں بچہ جنوں گی؟ حالانکہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ۲۸؎

زیر نظر آیت میں کچھ ایسے مہمانوں کا ذکر کیا گیا جو حضرت ابراہیم کے یہاں بطور مہمان آئے چنانچہ حضرت ابراہیم نے ان کی ضیافت اور میزبانی فرمائی جس میں ان کی اہلیہ بھی شامل اور وہاں موجود تھیں یہی نہیں بلکہ وہاں ہونے والی گفتگو کو بھی توجہ سے سن رہی تھیں لہٰذا عورتوں کا اجنبی مردوں کے سامنے آجانا اور ان سے محو کلام ہونا شریعت میں کبھی بھی امر ممنوع نہیں رہا۔

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے کہا ان کا حال معلوم کرنے کے لئے تم ان کے پیچھے جاؤ، پس وہ انھیں دور سے دیکھتی رہیں اور وہ لوگ اس امر سے بالکل بے خبر تھے۔ ۲۹؎

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ۔

ترجمہ۔ موسیٰ کی بہن نے کہا! کیا میں تمھیں ایسا گھر والے نہ بتاؤں جو اسے تمھارے لئے پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ ۳۰؎

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کے تنہا لڑکی کسی بھی امر ضروری کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے وہ بہت دور تک اکیلے بھی جا سکتی ہے اور جاسوسی کے فرائض بھی انجام دے سکتی ہے۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۖ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ موسیٰ نے مردوں سے الگ ایک جانب دو بالغ لڑکیاں دیکھیں، جو اپنے مویشیوں کو روکے ہوئے تھیں۔ ۳۱؎

تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۔

ترجمہ۔موسیٰ نے ان سے پوچھا کے تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟۔ ۳۲؎

قَالَتَا لَا نَسۡقِىۡ حَتّٰى يُصۡدِرَ الرِّعَآءُ‌ وَاَبُوۡنَا شَيۡخٌ كَبِيۡرٌ ۔

ترجمہ۔وہ دونوں بولیں کے ہم اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلاسکتیں یہاں تک کے چرواہے نہ چلے جائیں اور یہ کے ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ ۳۳؎

فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰٮهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَـنَا ۔

ترجمہ۔پھر تھوڑی دیر بعد ان کے پاس ان دونوں میں سے ایک لڑکی آئی جو شرم وحیاء کے انداز سے چل رہی تھی اس نے کہا میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ وہ آپ کو اس کام کا معاوضہ دیں جو آپ نے ہمارے لئے (مویشیوں کو) پانی پلایا ہے۔ ۳۴؎

یہاں بالغ لڑکیوں کا کسی اجنبی سے ہم کلام ہونا انھیں اپنے مسائل سے آگاہ کرنا ثابت ہوتا ہے پھر یہ کے کسی اجنبی کو تنہا جوان لڑکی بھی اپنے گھر آنے کی دعوت دے سکتی ہے تاہم قرآن کریم نے لڑکی کی چال کو حیاء دار کہا جس سے اس لڑکی کا نیک کردار ثابت ہوتا ہے پھر یہ بھی کے ضرورتاً کسی اجنبی سے بات کرلینا، تنہا کچھ راستہ طے کر لینے سے اس کی نیکی پاکدامنی اور پاکیز گی پر کسی قسم کے حرف کو اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا ہے جبکہ یہ اعتماد اسی لڑکی میں ہوسکتا ہے جو مردوں کے درمیان پہلے سے نکلتی رہی ہو۔

ملکہ سبا، حضرت سلیمانؑ کی دعوت پر جب ان کی سلطنت میں داخل ہوئیں تو کیا ان کے چہرے پر پردہ تھا؟ یقیناً نہیں، اب اس میز بانی میں اراکین سلطنت بھی شامل تھے پھر دوطرفہ باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال بھی ہوا وغیرہ۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يٰمَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ۔

ترجمہ۔اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کراور سجدہ کراور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع

کر یعنی (با جماعت نماز ادا کر)۔ ۳۵؎

اس آیت کریمہ کے مطابق جبکہ تاریخی حقائق بھی یہی ہیں کے حضرت مریم کی تربیت مردانہ ماحول (ہیکل) میں ہوئی، وہ اپنی والدہ کی نذر کے مطابق ہیکل کے لئے وقف تھیں چنانچہ وہ ہیکل میں پلیں، بڑھیں اور جوان ہوئیں تاہم وہ بچپنے سے لے کر بلوغ تک اور اس کے بعد بھی حضرت زکریا علیہ السلام کی نگرانی میں رہیں لیکن اس تمام تر مردانہ ماحول کے وہ اللہ کے قرب کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں اگرچہ یہ بات دنیا بھر کی خواتین کے لئے ایک مثال ہے کے اگر عورت چاہے تو وہ کسی بھی ماحول میں رہتے ہوئے اللہ کا قرب حاصل کرسکتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُه قَالُوْا يَامَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا۔

ترجمہ۔ مریم اس بچے (عیسیٰ) کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، تو ان کی قوم نے کہا اے مریم یہ تو، تم نے ایک بڑا گناہ کرڈالا۔ ۳۶؎

یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کے اگر حضرت مریم اپنے چہرے کو چھپائے ہوتیں تو پھر بھلا ان کی قوم انھیں کیسے پہچانتی؟ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کے ان کا چہرہ لوگوں کے لئے معروف اور مانوس تھا جب ہی ان کی قوم نے حضرت مریم کو نا صرف پہچانا بلکہ ان سے اس بچے (عیسیٰ) کی بابت استفسار بھی کیا ان قرآنی حقائق کی روشنی میں تو یہ ثابت ہوتا ہے کے خواتین کا چہرہ چھپانا اور اس پر اصرار اسلامی نہیں بلکہ مذہب کے نام پر غیر معتدل اور شدت پسندانہ رویہ ہے جس سے اسلام کی معقولیت پر حرف آتا ہے اگرچہ خواتین وقت ضرورت اپنے کام کاج کے غرض سے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں بلکہ اجنبی مردوں سے بھی ضرورتاً کلام کرسکتی ہیں جبکہ کسی حد تک وہ تنہا سفر بھی کرسکتی ہیں لیکن انھیں ہر حال میں اپنے شخصی وقار اور حیاء کی پاسداری کرنی ہی ہوگی۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ الممتحنہ۔آیت۔۱۲۔

۲۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔باب ذکر وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۴۱۵ھ۔

۳۔سورہ احقاف۔آیت۔۱۵۔

۴۔سورہ اسراء۔آیت۔۲۳۔

۵۔سورہ العنکبوت۔آیت۔۸۔

۶۔مشکوۃ۔امام ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ)۔کتاب ادب۔مطبوعہ اصح المطابع دہلی دارارقم بیروت

۷۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔

۸۔سورہ القصص۔آیت۔۱۱۔

۹۔سورہ التکویر۔آیت۔۸۔۹۔

۱۰۔سورہ روم۔آیت۔۲۱۔

۱۱۔سورہ التوبہ۔آیت۔۷۱۔

۱۲۔سورہ التوبہ۔آیت۔۶۷۔

۱۳۔سورہ النور۔۲۶۔

۱۴۔سورہ النور۔آیت۔۳۔

۱۵۔مصنف عبدالرزاق۔رقم الحدیث۔۱۲۷۹۵۔

۱۶۔سورہ اعراف۔آیت۔۲۶۔

۱۷۔سورہ اعراف۔آیت۔۳۲۔

۱۸۔سورہ اعراف۔آیت۔۳۳۔

۱۹۔سورہ النور۔آیت۔۳۰۔۳۱۔

۲۰۔لغات القرآن۔غلام احمد پرویز۔مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔

۲۱۔سورہ احزاب۔آیت۔۵۹۔

۲۲۔سورہ النور۔آیت۔۳۰۔

۲۳۔سورہ النور۔آیت۔۳۱۔

۲۴۔الجزء الثامن عشر۔ص۔۱۴۰۔مکتبہ امدادیہ ملتان۔سن ندارد۔

۲۵۔الجزء الثامن عشر۔ص۔۱۴۰۔

۲۶۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۷۳۔

۲۷۔سورہ رحمن۔آیت۔۴۱۔

۲۸۔سورہ ہود۔آیت۔۷۰۔۷۲۔

۲۹۔سورہ القصص۔آیت۔۱۱۔

۳۰۔سورہ القصص۔آیت۔۱۲۔

۳۱۔سورہ القصص۔آیت۔۲۳۔

۳۲۔سورہ القصص۔آیت۔۲۳۔

۳۳۔سورہ القصص۔آیت۔۲۳۔

۳۴۔سورہ القصص۔آیت۔۲۵۔

۳۵۔سورہ آل عمران۔آیت۔۴۳۔

۳۶۔سورہ مریم۔آیت۔۲۷۔

باب (۷):

اسلام میں آداب اختلاط مرد وزن

یوں تو ہر معاشرے میں ہی اختلاط و مرد وزن کی کچھ قدریں ہیں لیکن مہذب معاشروں میں مرد و زن کے میل جول کی کچھ حد بندیاں مقرر ہیں اسی طرح سے ایک اسلامی معاشرے میں رہنے والے مسلمان مرد و عورت کے لئے میل جول کے بھی اسلام نے کچھ آداب مقرر کئے ہیں جس کا مختلف زاویوں سے تجزیہ ضروری ہے اسلام اپنے ماننے والوں کو مادر پدر آزادی نہیں دیتا ہے اور نہ ہی انھیں اس حد تک مقید کرتا ہے کے انھیں گھٹن کا احساس ہونے لگے لہٰذا بڑی حکمت سے معاشرتی ضروریات اور سماجی زندگی کی دلچسپیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے اس ضمن میں کچھ قاعدے اور قوانین وضع کئے ہیں گو کہ یہ موضوع مختلف اوقات میں افراط و تفریط اور غلط فہمیوں کا شکار رہا ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کے قرآن و سنت کی روشنی میں ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔

ایک اسلامی معاشرے میں کسی بھی مسلمان خاتون سے روابط قائم کرنے کے حوالے سے مردوں کو تین مختلف حلقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا حلقہ:

اس حلقے میں عام طور پر خونی رشتہ دار یا پھر قریب ترین رشتہ دار شامل ہوتے ہیں جن میں شوہر، بیٹے، سسر، باپ، بھائی، نانا، دادا، بھانجے اور بھتیجے شامل ہیں جن سے خواتین بے تکلفانہ میل جول قائم کرتی ہیں۔

۲۔دوسرا حلقہ:

اس حلقے میں قریبی رشتہ دار اور دوست احباب شامل ہوتے ہیں جن سے مختلف تقاریب، خوشی اور غمی کے مواقع پر ملاقات ہوتی ہے یہ افراد ایک دوسروں کے یہاں آتے اور جاتے بھی ہیں جبکہ اس حلقے میں وہ مرد بھی شامل ہیں جن سے خواتین کو دنیاوی معاملات درپیش ہوں۔ جیسے کے اسکول، کالج، یونیورسٹی، اسپتال، ائیر پورٹ، بینک، گاڑی، جہاز کا عملہ، ڈرائیور، کلاس فیلوز اور کولیگز وغیرہ۔

۳۔تیسرا حلقہ:

اس حلقے میں وہ مرد شامل ہوتے ہیں جن سے عام طور پر خواتین کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور وہ خواتین کے لئے قطعاً اجنبی ہوتے ہیں جیسے کے مسافر، راہ گیر یا اجنبی افراد وغیرہ۔

ا۔ پہلے حلقے سے متعلق ارشاد خداوندی!

.وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِىْ اَخَوَاتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ۔

ترجمہ۔خواتین ان لوگوں کے سامنے اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کر سکتی ہیں شوہر، باپ (ددھیال اور ننھیال کے دوسرے بزرگ) شوہروں کے باپ (شوہر کے ددھیال اور ننھیال کے دیگر بزرگ) اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے (سوتیلے بیٹے، پوتے اور نواسے) بھائی اور بھائیوں کے بیٹے (پوتے اور نواسے) بہنوں کے بیٹے (پوتے اور نواسے) اپنے میل جول کی خواتین، اپنے مملوک یعنی (اپنے وہ زیر دست جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں) اور وہ بچے جو خواتین کی پوشیدہ باتوں سے ابھی

ناواقف ہوں۔ ا ؎

اس آیت میں مملوک یعنی گھریلو ملازمین اور وہ زیردست جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں ان کا بھی ذکر آیا ہے قرآن کریم میں ایک اصطلاح مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ۔ ۲ ؎

کا ذکر آیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں' جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوئے لیکن یہ اصطلاح متعدد معانی میں بھی مستعمل ہوتی ہے جیسے کے اس سے مراد وہ لوگ جو کسی کی ماتحتی میں تابع اور فرمانبرادر ہوں جبکہ دورنزول قرآن میں اس کی تفہیم کنیز اور غلام دونوں سے ہی کی جاتی تھی اس کے لئے انگریزی میں لفظ Subordintes استعمال کیا جاتا ہے یعنی ہدایات کے مطابق جملہ امور کو انجام دینے والے جن کو ہم گھریلو ملازمین سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ۔

ترجمہ۔اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں سے، سو بے شک (اس میں) انہیں کوئی ملامت نہیں، پس جو کوئی اس کے سوا چاہے سو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ ۳ ؎

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔ ۴ ؎

ترجمہ۔اللہ ایک مثال دیتا ہے ایک تو ہے غلام جو دوسروں کا مملوک ہے جو خود کوئی اختیار نہیں رکھتا۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا۔ ۵ ؎

ترجمہ۔تمھارے مملوکوں میں سے جو تم سے مکاتبت کی درخواست کریں ان سے مکاتبت کرلو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ

الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

ترجمہ۔اے لوگو! جو ایمان لائے ہیں، لازم ہے کے تمھارے مملوک اور تمھارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں تین اوقات میں تمھارے پاس اجازت لے کر آیا کریں۔

ا۔صبح کی نماز سے پہلے۔

۲۔دوپہر کو جب تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو۔

۳۔اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین اوقات تمھارے لئے پردے کے اوقات ہیں ان اوقات کے علاوہ وہ تمھارے پاس بلا اجازت آسکتے ہیں جس پر نہ تو تم پر ہی کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ان پر کوئی گناہ ہے تمھیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے اس طرح اللہ تم پر اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے۔٦؎

اس آیت میں مملوک کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے متعلق ابن عمر اور مجاہد غلام مراد لیتے ہیں اور وہ کنیزوں کو اس سے مستثنٰی قرار دیتے ہیں جبکہ جمہور مفسرین اور فقہاء کے نزدیک اس سے مراد کنیزیں اور غلام دونوں ہی ہیں پھر یہ امر بھی متفق علیہ ہے کہ اس آیت کا حکم بالغ اور نابالغ دونوں ہی قسم کے مملوکوں کے لئے عام ہے۔

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔

ترجمہ۔وہ تمہارے لیے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے، کیا جن کے تم مالک ہو وہ اس میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دیا ہے کہ پھر اس میں تم برابر ہو، تم ان سے اس طرح ڈرتے (فکرمند) ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے (فکرمند) ہو، اس طرح ہم عقل والوں کے

لیے آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں۔ ۷

مندرجہ بالا آیات میں ان گھریلو ملازمین کی بات کی گئی ہے جو گھریلو خواتین کے اتنے تابع ہوں کے ان سے کسی قسم کی جنسی تعلق کی ہوس نہ ہو اور نہ ہی انھیں کبھی اس قسم کا کوئی خیال آیا ہو اگرچہ مندرجہ بالا آیات میں گھریلو ملازمین والی شق خاصی وسیع المعانی ہے یہی نہیں بلکہ قرآن کا یہ اسلوب بھی ہے کے وہ ایسے مقامات پر دانستہ ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے جو معانی کے اعتبار سے اپنے اندر وسعت رکھتے ہوں تا کہ بنی نوع انسان کو مختلف حالات میں درپیش معاملات پر عملدرآمد میں کسی قسم کی کوئی مشکل درپیش نہ ہو سکے۔

۲۔ دوسرے حلقے سے متعلق ارشادات خداوندی:

دوسرے حلقے سے تعلق رکھنے والے افراد پہلے حلقے سے تعلق رکھنے والے افراد کے مقابلے میں نسبتاً خواتین سے دور ہوتے ہیں اس حلقے سے تعلق رکھنے والے افراد یا تو دوری رشتے دار ہوتے ہیں یا پھر ان کی خاندانی یا کاروباری دوستیاں ہوتی ہیں چنانچہ ایسے افراد سے میل ملاقات عام طور پر گھر یا گھر سے باہر ہوتی ہے شریعت کے مطابق ایسے افراد (مرد یا عورت) جب ملاقات کے غرض سے ایک دوسرے کے گھر جائیں تو پہلے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنا تعارف کروائیں پھر گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کریں اور جب اجازت مل جائے تو اس کے بعد وہ اس گھر میں داخل ہوں ایسے تمام مواقع پر مرد و عورت کو یہ چاہئے کے وہ باحیاء انداز اور مہذب لباس ، چال ڈھال اور انداز گفتگو کو اپنائیں بالخصوص اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں جبکہ خواتین کے لئے یہ ضروری ہے کے وہ ایسے مواقع پر اپنی زیب و زینت کو چھپائیں بجز اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے لیکن عمر رسیدہ خواتین ان پابندیوں سے کسی حد تک مستثنیٰ ہیں لہٰذا ان اخلاقی حدود اور قیود کو مدنظر رکھتے ہوئے مرد و عورت آپس میں بیٹھ کر گفتگو، طعام باہمی امور پر تبادلہ خیال اور دیگر سماجی سرگرمیوں میں مصروف رہ سکتے ہیں انھی معاملات کے پیش نظر ارشادات خداوندی!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا
تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ
مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ قُلْ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي
جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ
اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ
نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ
الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ
مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۔

ترجمہ۔اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور کسی کے گھروں میں نہ جایا کرو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو، پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک کے تمہیں اجازت نہ دی جائے، اور اگر تمہیں کہا جائے کے لوٹ جاؤ تو واپس چلے جاؤ، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے، تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جہاں کوئی نہیں بستا ان میں تمہارا سامان ہے، اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو، ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ جانتا

ہے جو وہ کرتے ہیں، اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے، اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ان خدمت گاروں پر جنہیں عورت کی حاجت نہیں یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں، اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے، اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔۸؎

زمانہ قدیم میں مہذب گھرانوں سے تعلق رکھنے والی معزز عرب مرد و زن اپنے سروں کو ڈھانپا کرتے تھے تاریخی حقائق بھی یہی ہیں یعنی ہر مہذب معاشرے میں خواتین اور مرد اپنے سروں کو اپنے سماجی رواج کے مطابق ڈھانکتے تھے مثلاً ہندوستان میں برہمن مرد پگڑی پہنتے جبکہ عورتیں ساڑی کے پلو سے اپنا سر ڈھانپتیں، سکھ مرد اپنے سر پر پگڑی پہنتے جبکہ ان کی خواتین دوپٹے سے سر کو ڈھانپتیں، انگریز مرد و عورتیں اپنے سروں کو ہیٹ سے کور کرتے اسی طرح سے جاپان، چین، اسپین اور دیگر کئی ممالک میں بھی سر کو ڈھانپنے کی مثالیں ملتی ہیں جس کی پابندی وہاں کے مرد و زن دونوں ہی کرتے، سر کو ڈھانپنا ایک مسلسل تہذیبی علامت ہے جس کا تسلسل زمانہ قدیم سے اب تک جاری ہے۔

مندرجہ بالا مقدس آیت کی روشنی میں اس بات کی وضاحت ہوگئی کے اللہ تعالی نے عورت کو اس ضمن میں مکمل آزادی دی ہے کے وہ اپنوں اور غیروں کے ساتھ معاملات میں خودمختار اور آزاد ہے لیکن حیاء کے دائرے میں رہتے ہوئے لہٰذا ان آیات میں خمر اور جلباب کا ذکر آیا ہے۔

ا۔خمر:

عربی زبان میں خمر کے معنی چھپ جانا، ڈھانپ دینا یعنی (وہ چادر یا بڑا دوپٹہ جو خواتین اپنے گرد استعمال کرتی ہیں)۔

۲۔جلباب:

عربی زبان میں جلباب کے معنی کسی چیز کو اپنے گرد اس طرح سے کھینچ لینا کے وہ چیز بالکل چھپ جائے۔

ابن فارس نے کہا! ایسی چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپ دے جلباب کہلاتی ہے۔۹۔

انصار کی خواتین سیاہ ملبوس (لمبا گاؤن) اس طرح سے اپنے اوپر پہنتی تھیں کے وہ اس میں چھپ جائیں اور ان کی زینت نمایاں نہ ہو۔

جلباب بڑی چادر، گاؤن، بڑا دوپٹہ یا حجاب بھی ہوسکتا ہے اس لباس کی تراش خراش میں موقع محل، رسم ورواج اور موسم کو مدنظر رکھا جاسکتا ہے۔

ابن فارس کے مطابق! عربوں میں جلباب محاورتاً وقار اور سکون کے معنوں میں بھی مستعمل ہے ۔۱۰۔

مکمل لباس مہذب ہونے کی بھی ایک دلیل ہے دنیا کی تہذیب یافتہ اقوام اپنے لباس کے معاملے میں خاصا سنجیدہ رویہ اختیار کرتی ہیں، سورہ نور کی مندرجہ بالا آیات کا جب نزول ہوا تو اس کے بعد سماجی اعتبار سے افراد کو دو قسم کے سوالات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

۱۔کیا معاشرے کے مستقل بے سہارا اور معذور افراد کی گھریلو سطح پر سرپرستی کی جاسکتی ہے؟ باالفاظ دیگر کیا انھیں اپنے گھروں میں رکھا جاسکتا ہے؟ کیا ان کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ وغیرہ کروایا جاسکتا ہے؟ اور کیا وہ افراد خانہ کے ساتھ میل جول اور اکھٹے کھانا کھا سکتے ہیں؟

۲۔کیا اجنبی اور غیر محرم مرد وعورت ایک مقام پر کھانا کھاسکتے ہیں؟ کیونکہ (اکثر مقامات پر علیحدہ علیحدہ کھانا سرو کرنا ناممکن ہوتا ہے)۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ

بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوَاتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔نا تو نابینا پر کوئی تنگی ہے، نا لنگڑے پر کوئی تنگی ہے، نا مریض پر کوئی تنگی ہے اور نہ خود تمھارے اوپر کوئی تنگی ہے اس بات میں کے تم اپنے گھروں سے اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا پھپھویوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اپنے زیر تولیت کے گھروں سے یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ خواہ اکھٹے ہو کر یا الگ الگ رہ کر بس یہ بات ہے کے جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو یہ اللہ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ دعا ہے اس طرح اللہ تمھارے لئے اپنی آیات کی وضاحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔[۱۱]

اس آیت کے دو حصے ہیں۔

۱۔آیت کے پہلے حصے میں معذور افراد سے متعلق بات کی گئی ہے کیونکہ معذور شخص اپنی جسمانی کمزوریوں کے سبب افراد معاشرہ پر یہ اخلاقی حق رکھتا ہے کہ وہ اس کی دل جوئی کریں لہٰذا دنیا بھر کے تقریباً ہر سماج پر ایسے افراد کا حق قائم ہے اور ایسے افراد جہاں سے بھی چاہیں اپنی بھوک رفع کر سکتے ہیں چونکہ شریعت نے انھیں یہ حق دیا ہے لہٰذا معاشرے میں ان کے اس حق کو جائز تصور کیا جائے گا اور ایسے افراد کو علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرنا، ان کی رہائش کا انتظام انھیں سہارا دینا، ان کی دلجوئی اور خدمت افراد معاشرے پر لازم ہے۔

۲۔آیت کے دوسرے حصے میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کے افراد معاشرہ اپنے رشتے

داروں اور دوستوں کے یہاں بلا تکلف کھانا کھا سکتے ہیں کیونکہ عرب کے اکثر قدیم قبائل کی یہ روایت تھی کہ وہ الگ الگ کھانا کھانے کو پسند کرتے تھے اس کے برعکس ایک جگہ مل کر کھانا کھانا ان کے یہاں معیوب تصور کیا جاتا تھا لہٰذا اس آیت میں معاشرے کی اسی بلا جواز پابندی کا خاتمہ کیا گیا ہے پھر اس آیت میں تفکر سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کے اسلام سماجی آزادی اور معاشرتی روابط کو محدود اور منقطع کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ مضبوط اور مستقل روابط کا خواہاں ہے لہٰذا اس نے رشتے داروں، پڑوسیوں، عزیز و اقارب اور عام انسانوں کے حقوق متعین کئے اور ان حقوق کی پابندی اور پاسداری کے بار بار احکامات بھی نازل فرمائے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔

ترجمہ۔اور وہ لوگ ہیں کے اللہ نے جن رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور بری طرح سے حساب لئے جانے کا خوف رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کی دنیا کا انجام بخیر ہے۔ ۱۲؎

لہٰذا انفرادی اور اجتماعی سرگرمیاں میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے حصہ لیا جا سکتا ہے اکھٹے بیٹھ کر کھانے پینے اور مثبت اور تعمیری گفتگو کرنے میں بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى

الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

ترجمہ۔نیکی تو اس کی ہے جو اللہ پر قیامت پر فرشتوں پر کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لایا اور اللہ کی محبت میں اس نے اپنا مال اپنے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور قیدیوں کی گردنیں چھڑانے میں خرچ کیا،، اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کر لیں، اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہی۔ ۱۳؎

يَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔وہ تم سے پوچھتے ہیں کے ہم اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں؟ تو تم ان سے یہ کہہ دو کے تم جو مال بھی خیرات کرو، وہ ماں باپ، قریب کے رشتے داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے۔ ۱۴؎

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔

ترجمہ۔والدین، رشتے داروں، یتیموں، محتاجوں، قرابت داروں، پڑوسیوں، پاس بیٹھنے والوں مسافروں اور ان کنیزوں اور غلاموں سے جو تمھارے قبضے میں ہیں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ۱۵؎

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ۔تم رشتے داروں، محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو اور جو لوگ اللہ کی رضامندی کے طالب ہیں، تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔۱۶؎

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔

ترجمہ۔اوران کے مال میں سائل اور تنگ دست کا حق ہے۔۱۷؎

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔

ترجمہ۔سائل کو نہ جھڑکو۔۱۸؎

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔

ترجمہ۔رشتہ داروں اور غریب اور مسافروں میں سے ہر ایک کے حق کو پہنچاتے رہو۔۱۹؎

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

ترجمہ۔ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں دوست ہیں وہ اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔۲۰؎

۳۔تیسرے حلقے سے متعلق ارشادات خداوندی!

اس حلقے میں وہ مرد حضرات شامل ہیں جو کے کسی بھی خاتون کے لئے قطعاً اجنبی ہوں جس میں راہ گیر، مسافر اور عام طور پر بینک، ائیرپورٹ، بازار اور عوامی مراکز پر آتے جاتے لوگ ہیں اس ضمن میں بھی اسلام نے کچھ اصول وضع کئے ہیں۔

اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔

ترجمہ۔(ان مومنوں نے فلاح پائی) جو ہر قسم کی لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔۲۱؎

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَه لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّه فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ۔وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی میں ہے۔ ۲۲۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔

ترجمہ۔(اللہ کے نیک بندے) جب بے ہودہ جگہوں سے گزرتے ہیں تو وہ باعزت طریقے سے گزر جاتے ہیں۔ ۲۳۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔اللہ تمھیں عدل کا، ہر بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکات اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمھیں نصیحت کر رہا ہے تاکہ تمھیں یاددہانی ہو۔ ۲۴۔

اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔شیطان تم سے تنگ دستی کا وعدہ کرتا ہے اور وہ تمھیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے جبکہ اللہ تم سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ صاحب وسعت اور جاننے والا ہے۔ ۲۵۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

ترجمہ۔بے حیائی کے نزدیک بھی نہ جاؤ چاہے وہ کھلی ہو یا چھپی ہو۔ ۲۶۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔تم کہہ دو کہ میرے اللہ نے تمام کھلی اور چھپی بدکاری اور فواحشات، گناہ اور ناحق بغاوت کو حرام قرار دیا ہے۔ ۲۷۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔
ترجمہ۔تم گناہ اورزیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔۲۸؎
كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ۔
ترجمہ۔ہم حد سے گزرجانے والے لوگوں کے دلوں پر مہر لگادیتے ہیں۔۲۹؎
هٰذَا ۚ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ۔
ترجمہ۔بے شک سرکشوں کے لئے براٹھکانہ ہے۔۳۰؎

مندرجہ بالا آیات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوا کے شریعت اسلامی میں مردوزن دونوں کو ہی کچھ حدودو قیود میں رہتے ہوئے سماج میں آزادی حاصل ہے اوراللہ نے دنیاوی معاملات میں اخلاقیات کے دائرے میں رہتے ہوئے انھیں خودمختار بھی کیا ہے لہٰذا مہذبانہ اندازنشست وبرخاست اورمیل جول پرکوئی پابندی نہیں، گھر کے اندراور باہر،عوامی مراکز اور گلی محلوں میں آمدورفت کے طورطریقے کی جانب توخودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے!
حضرت بریدہؓ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!اےعلیؓ ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالوکیونکہ پہلی نظر معاف ہےلیکن دوسری نظر کی اجازت نہیں۔۳۱؎
حضرت جریرؓ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اگراچانک نظر پڑجائے توکیا کروں؟ توآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نظرکو پھیرلو۔۳۲؎
اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانوں کو بلاوجہ گلی محلوں اورراستے میں بلاجواز کھڑے رہنے کی ممانیت فرمائی کیونکہ اس طرح آنے جانے والے راہ گیرجن میں مردوعورت دونوں ہی شامل ہوتے ہیں کو پریشانی لاحق ہوسکتی ہے لہٰذا اسلام میں راہ گزر، راستوں، بالخصوص اداروں کی گزرگاہوں اوران کے داخلی اورخارجی راستوں پر بلاجواز کھڑے رہنے کوایک ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ النور۔آیت۔۳۱۔

۲۔سورہ المعارج۔آیت۔۲۹۔۳۱۔

۳۔سورہ النساء۔آیت۔۳۶۔

۴۔سورہ النحل۔آیت۔۷۵۔

۵۔سورہ النور۔آیت۔۳۳۔

۶۔سورہ النور۔آیت۔۵۸۔

۷۔سورہ الروم۔آیت۔۲۸۔

۸۔سورہ النور۔آیت۔۲۶۔۳۱۔

۹۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔ص۔۴۳۵۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۱۰۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔ص۔۴۳۵۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۱۱۔سورہ النور۔آیت۔۶۱۔

۱۲۔سورہ رعد۔آیت۔۲۱۔۲۲۔

۱۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۷۷۔

۱۴۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۱۵۔

۱۵۔سورہ النساء۔آیت۔۳۶۔

۱۶۔سورہ الروم۔آیت۔۳۸۔

۱۷۔سورہ الذٰریات۔آیت۔۱۹۔

۱۸۔سورہ الضحیٰ۔آیت۔۱۰۔

۱۹۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۲۶۔

۲۰۔سورہ التوبہ۔آیت۔۷۱۔

۲۱۔سورہ المومنون۔آیت۔۳۔

۲۲۔سورہ الزمر۔آیت۔۲۲۔

۲۳۔سورہ الفرقان۔آیت۔۷۲۔

۲۴۔سورہ النحل۔آیت۔۹۰۔

۲۵۔سورہ البقرہ۔آیت ۲۶۸۔

۲۶۔سورہ الانعام۔آیت۔۱۵۱۔

۲۷۔سورہ الاعراف۔آیت۔۳۳۔

۲۸۔سورہ المائدہ۔آیت۔۲۔

۲۹۔سورہ یونس۔آیت۔۷۴۔

۳۰۔سورہ ص۔آیت۔۵۵۔

۳۱۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔کتاب الادب۔مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ۔

۳۲۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔کتاب الادب۔مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ۔

باب۔(۸):

اسلام میں کنیزی کا تصور

رسول اللہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں اسلام کی تعلیمات میں غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ بھی حسن وسلوک کی بارہا تعلیم اور تلقین موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی اللہ تعالی اس کی موت کو آسان فرمادے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔

ا۔ناتوانوں اور کمزوروں کے ساتھ ہمدردی اور نرمی۔ ۲۔والدین کے ساتھ نیکی۔

۳۔اور غلاموں کے ساتھ احسان۔ا۔

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا برکت کا باعث ہے جب کے ان کے ساتھ بدسلوکی بے برکتی کا سبب ہے۔۲۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب تمھارا خادم تمھارے لئے کھانا تیار کرکے لائے جو کے اس نے گرمی اور دھوئیں کی مشقت سے بنایا تھا تو تمھیں چاہئے کے تم اس کو اپنے ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلاؤ اگر کھانا کم ہو تو بھی چند لقمے اس کو اس کے ہاتھ پر رکھ دو۔۳۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں تم کو بتاؤں کے بدترین شخص کون ہے؟ جو تنہا کھاتا ہے اور اپنے نوکر کو تازیانے مارتا ہے اور اس کو کھانے کو نہیں دیتا ہے۔۴۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب تم سے کوئی اپنے غلام کو مارے تو اس کو چاہئے کے وہ اللہ کو یاد کرے۔۵۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے غلام کو کسی بات پر مار رہے تھے کے انھوں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا اے مسعودؓ! تم اپنے غلام پر قدرت رکھتے ہو لیکن اللہ کی قدرت تم پر اس سے کہیں زیادہ ہے ابو مسعودؓ کہتے ہیں کے اس کے بعد میں نے پھر کبھی اپنے غلام کو نہیں مارا۔۶؎

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ہم اپنے غلاموں کی باتوں کو کس حد تک درگزر کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دن میں ۷۰ مرتبہ۔۷؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلاموں اور کنیزوں کی دعوت کو بخوشی قبول کیا کرتے اور ان کے یہاں تشریف لے جاتے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درزی غلام کے یہاں تشریف لے گئے اس نے ایک پیالے میں لوکی پیش کی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشی سے قبول اور نوش فرمایا۔۸؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں خدا نے انھیں تمھارے ماتحت کردیا ہے تو جس کے بھائی بہن کو اللہ اس کے ماتحت کردے تو اس کو چاہیئے کے وہ جیسا خود کھاتا ہے ویسا ہی اپنے غلام کو کھلائے، جیسا خود پہنتا ہے ویسا ہی اپنے غلام کو پہنائے اپنے غلاموں کو ایسا کام نہ دے جو ان کی طاقت سے باہر ہو اور اگر کبھی ایسا کام دے بھی تو پھر اس کام میں خود ان کی مدد کرے۔۹؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص کسی ایک انسان کو آزاد کرے گا اللہ تعالی اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اس شخص کے ہر ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔۱۰؎

حضرت براءؓ سے روایت ہے، ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جو جنت میں داخل کردے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تم نے مختصر الفاظ میں ایک بہت بڑی بات پوچھ لی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جنت میں داخل کرنے والا عمل غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر تم تنہا یہ کام نہیں کرسکتے ہو تو پھر دوسروں کے ساتھ مل کر آزاد کرو۔۱۱؎

یہی وجہ تھی کے صحابہ کرام کثرت سے غلاموں کو آزاد کیا کرتے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۶۳ غلام

آزاد فرمائے، حضرت عائشہؓ نے ٦٧، حضرت عباسؓ نے ٧٠، حضرت حکیم بن حزامؓ نے ١٠٠، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ٣٠٠٠، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ١٠٠٠، حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنی شہادت کے دن ٣٢، اوراس کے علاوہ بے شمار غلام آزاد کیئے۔ ١٢ شریعت اسلامیہ نے بعض بڑے گناہوں کے کفارے کے طور پر بھی غلاموں کو آزاد کرانے کا حکم دیا ہے جس میں قتل خطاء، کفارہ ظہار، کفارہ یمین، روزہ توڑنے کا کفارہ شامل ہے معاشرے میں عام طور پر لونڈی، باندی یا کنیز کے الفاظ ایک ہی مفہوم میں مستعمل ہیں

عیسائیوں نے تعداد ازدواج کے بعد اگر کسی قرآنی مسئلہ پر سب سے زیادہ اعتراضات اور مباحثے کئے ہیں تو وہ کنیزوں کے مسئلہ پر ہیں ان کے خیال میں اسلام نے یہ اجازت دے رکھی ہے کے وہ کنیزوں کے نام پر جتنی چاہیں عورتیں بغیر نکاح کے اپنے گھر میں رکھ سکتے ہیں جبکہ ان پر تصرف بھی کیا جاسکتا ہے اوراس تصرف سے پیدا ہونے والی اولاد بھی جائز ہوگی وغیرہ، حقیقت یہ ہے کے قرآن کریم میں موجود کنیزوں والے مضامین کو اگر درست طریقے سے سمجھ لیا جاتا تو شاید یہ غلط فہمی پیدا ہی نہ ہوتی کیونکہ کنیزوں کا استعمال اوران کا استحصال دور جاہلیت میں عام تھا لیکن اسلام نے اس جنسی استحصال کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جبکہ یہ بات بھی طے شدہ ہے کے کنیز یا لونڈی بغیر نکاح کے جائز نہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيٓـًٔا مَّرِيٓـًٔا۔

ترجمہ۔ اگر تمھیں اندیشہ ہو کے تم یتیم (نابالغ بچوں اور بچیوں) کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو (اپنی پسندیدہ) ان عورتوں یعنی (بچوں کی ماؤں یا مختلف بالغ بچیوں) سے نکاح

کرلو، جو خود بھی تمھارے نکاح میں آنا پسند کریں، خواہ دو دو، یا تین تین، یا چار چار (مگر یاد رہے کے یہ حکم عدل کے ساتھ مشروط ہے) پھر اگر تمھیں اندیشہ ہو کے تم دو یا دو سے زائد بیویوں میں عدل نہ کر سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح کرو) یا ان باندیوں سے (نکاح کرو) جو تمھاری ملکیت میں ہیں یہ حکم اس امر کے نزدیک تر ہے کہ تم ظلم نہ کر سکو۔ ۱۳؎

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللَّاتِيٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ۔

ترجمہ۔ اے نبی! ہم نے تمھارے لئے تمھاری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر تم نے ادا کر دئے ہیں اور وہ باندیاں بھی جن سے تمھارا عقد (نکاح) ہو چکا ہے۔ ۱۴؎

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ چاہیے کے پاک دامن رہیں وہ جو نکاح کی توفیق نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اور تمہارے غلاموں میں سے جو لوگ مال دے کر آزادی کی تحریر چاہیں تو انہیں لکھ دو بشرطیکہ ان میں بہتری کے آثار پاؤ، اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے، اور تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدہ کی غرض سے زنا پر مجبور نہ کرو، اور جو انہیں مجبور کرے گا تو اللہ ان کے مجبور ہونے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ ۱۵؎

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۚ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔تم اپنے لوگوں میں سے ان کا نکاح کردیا کرو جو بغیر زوج کے ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا بھی (نکاح کیا کرو) اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کردے گا اور اللہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔ ۱۶؎

قرآن کریم میں 'ما ملکت ایمانکم' کے الفاظ معمولی تبدیلی کے ساتھ ۱۵ مقامات پر آئے ہیں اب ما ملکت ایمانکم کے معنی وہ لوگ جو کسی کے ماتحت کام کریں یا جو کسی کے تابع فرمان ہوں پھر اس آیت میں ما ملکت ایمانکم کے الفاظ یقینی طور پر کنیزوں اور باندیوں کے لئے آئے ہیں ایمانکم یعنی ایمان تاہم یمین کی جمع ایمان ہے اگرچہ یمین دائیں ہاتھ یا دائیں جانب (سیدھی طرف) کو کہتے ہیں۔

اسی حوالے سے قرآن کریم میں ایک مقام پر آیا دائیں جانب والے اور کیا کہنے ہیں دائیں جانب والوں کے اب یہ بھی سمجھ لیا جائے کے دائیں جانب سے مراد حق، سعادت، برکت، قسم معاہدہ اور قدرت کے ہیں جبکہ ایک حدیث میں حجر اسود کو 'یمین اللہ' کہا گیا یعنی اللہ کا ہاتھ کیونکہ کسی بھی انسان سے ہاتھ ملا کر ہی تعلقات کو بڑھایا جاتا ہے تاہم عہد لیتے وقت اور اس کے اظہار کے لئے بھی ہاتھ میں ہاتھ لیا جاتا ہے قرآن کریم میں کنیزوں کے لئے اللہ تعالی نے ما ملکت ایمانکم' کا صیغہ استعمال کیا مذکورہ بالا آیت میں جہاں تعدد ازواج کا حکم مع ضرورت اور حکمت کے بیان ہوا وہیں قرآن کریم نے کنیزوں اور باندیوں کے جنسی اور جسمانی استحصال پر بھی کڑی روک لگائی کیونکہ یہاں جس طرح سے آزاد عورتوں سے نکاح کا حکم دیا جارہا ہے بالکل اسی طرح سے کنیزوں سے بھی نکاح کا حکم دیا جارہا ہے یعنی اس آیت کی ترتیب کچھ اس طرح سے بیان کی گئی:

اپنی پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرو، جو تمھیں بھی پسند کریں خواہ عورتوں سے خواہ باندیوں سے

ارشاد خداوندی ہے!

اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ

مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۚ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔اگرتم میں سے کوئی اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو کے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو اسے ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرلینا چاہئے جو تمھاری ملکیت میں ہیں اور اللہ تمھارے ایمان کوخوب جانتا ہے تم سب (کیاغلام کیا آقا) ایک دوسرے کی جنس میں سے ہو چنانچہ ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرواور انھیں ان کے مہر حسب دستورادا کرواگر (وہ عفت قائم رکھتے ہوئے) قید نکاح میں آنے والیاں ہوں نہ بدکاری کرنے والیاں اورنہ ہی در پردہ آشنائی کرنے والیاں اور جب وہ نکاح کے بندھن میں بندھ جائیں اور پھر بدکاری کی مرتکب ہوں تو،توان کے لئے اس سزا سے آدھی سزا ہے جو (آزادمنکوحہ) عورتوں کے لئے مقرر کی گئی ہے۔۱۷

اس آیت کے ابتدائی حصے میں ہی ملک یمین سے نکاح کرنے کا حکم ملتا ہے یعنی اگر کوئی آزاد عورت سے نکاح کی سکت نہیں رکھتا تو اسے باندی یا کنیز سے نکاح کر لینا چاہئے اس ابتدائی فقرے کی وضاحت اگلے فقرے میں آ گئی کے تم باندیوں سے نکاح ضرور کرومگر ان کے مالکوں کی اجازت سے اور ان کے مہر بھی دو۔

اس حکم سے معلوم ہوا کہ ملک یمین سے جنسی تعلق بغیر نکاح کے قائم کرنا ناجائز اور ممنوع ہے اور اگر نکاح کے بغیر جنسی مقاربت جائز ہوتی تو پھر حکم نکاح کیوں ہوتا؟ اگرچہ نکاح کا ایک مقصد جنسی آسودگی کے علاوہ نسل انسانی کی افزائش بھی ہے جیسے نسبی تحفظ دینا معاشرہ کی قانونی ضرورت ہوتا ہے کچھ اہل علم حضرات نے کنیزوں کو عدل کی شرط سے آزاد کیا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کے دو سے زائد آزاد عورتوں میں عدل کی شرط کے ساتھ نکاح کا حکم ہے یعنی اگر عدل نہ کرسکو تو پھر ایک پر ہی اکتفا کرو لہٰذا جب ایک بیوی عدل کی مستحق ہے تو پھر ایک یا ایک سے زائد کنیزوں کو عدل سے کس طرح سے خارج کیا جا سکتا ہے؟ شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کے عہد جاہلیت میں کنیزوں کے حقوق

کونصف سمجھا جاتا تھا لیکن اصل سوال یہ ہے کے عہد جاہلیت کی اس تفریق کو اسلام نے تسلیم ہی کب کیا ہے؟ کیا کنیزوں کے نصف حقوق کا مسئلہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے؟ ہرگز نہیں البتہ ایک مقام پر منکوحہ کنیزوں یا باندیوں کی بدکاری کی سزا کو ضرور اس طرح سے بیان کیا گیا کے۔

غَيۡرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخۡدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ۔

ترجمہ۔انھیں آزاد منکوحہ عورت کی سزا کے نصف سزا دی جائے۔۱۸؎

امین اصلاحی اس حوالے سے لکھتے ہیں کے پہلی بات تو یہ ہے کے مسلمانوں کو یہ یاددلایا گیا ہے کے عزت وشرف کی بنیاد ایمان واسلام پر قائم ہے اور یہ چیز ایسی ہے کے جس طرح ایک آزاد اس سے بہرہ ور ہوسکتا ہے بالکل اسی طرح سے ایک غلام یا کنیز بھی ہوسکتی ہے اب رہا نسل ونسب کا معاملہ تو اس اعتبار سے آزاد وغلام وکنیز بلکہ تمام انسان برابر ہیں، پھر غلام حقیر کیوں سمجھے جائیں؟ دوسری چیز یہ ہے کے لونڈیوں کے لئے بھی مہر اور احصان کی وہی شرائط مقرر ہیں جو آزاد عورتوں کے لئے ہیں تا کہ سماج کے اندر ان کا معیار اونچا رہ سکے تاہم دوسرے مالکوں کی لونڈیوں کے ساتھ مسلمانوں کو نکاح کی اجازت دی گئی جبکہ اس کا مقصد بھی کنیزوں کے سماجی معیار کو بلند کرنا تھا۔۱۹؎

حوالہ کتب:

۱۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۲۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۴ھ

۳۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔باب الطعام۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔

۴۔مشکوۃ۔امام ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ)۔ باب المملوک۔مطبوعہ اصح المطابع دہلی دارارقم بیروت۔

۵۔سنن ترمذی ۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۶۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۷۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۸۔الشفاء۔قاضی عیاض بن موسیٰ المالکی (متوفی ۵۴۴ھ)۔ج۔۲۔ص۔۷۷۔مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ۔دارالفکر بیروت۔

۹۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۲ھ۔

۱۰۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۲ھ۔

۱۱۔شعب الایمان۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) مطبوعہ مکتبہ الراشد ریاض۔ ۱۴۲۳ھ۔ بحوالہ مشکوۃ۔کتاب العتق۔

۱۲۔سبل السلام شرح بلوغ المرام۔امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔کتاب العتیق۔مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ۔

۱۳۔سورہ النساء۔آیت۔۳۔۴۔

۱۴۔سورہ احزاب۔آیت۔۵۰۔

۱۵۔سورہ النور۔آیت۔۳۳۔

۱۶۔سورہ النور۔آیت۔۳۲۔

۱۷۔سورہ النساء۔آیت۔۲۵۔

۱۸۔سورہ النساء۔آیت۔۲۵۔

۱۹۔تدبر قرآن۔امین اصلاحی۔ج۔۲۔ص۔۲۸۰۔فاران فاونڈیشن۔فیروز پور روڈ اچھرہ لاہور۔طبع اول ۔۱۹۸۳ء۔

باب (۹):

کیا عورت حکمران، قاضی اور امام ہوسکتی ہے؟

اس موضوع پر بات کرنے سے پہلے تین سوالات اہمیت کے حامل ہیں۔

ا۔کیا اسلام خواتین کو حق رائے دہی کی اجازت دیتا ہے؟

۲۔کیا خواتین انتخابات میں حصہ لے سکتی ہیں؟

۳۔کیا ایک خاتون سربراہ مملکت بن سکتی ہے؟

شریعت نے ریاست کے اجتماعی امور کو چلانے کے لئے جو ضابطہ تجویز کیا ہے وہ یہ ہے کے تمام اجتماعی وسیاسی امور باہمی مشورے یعنی جمہوری کلچر کے مطابق طے کئے جائیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔

ترجمہ۔مسلمانوں کے تمام امور باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ا؎

اس آیت کے مخاطب مسلمان مرد وعورت دونوں ہیں لہٰذا ایک اسلامی ریاست کے لئے لازم ہے کے وہ مرد وزن دونوں ہی سے ان کی رائے لینے کا اہتمام کرتے ہوئے انھیں حق رائے دہی (ووٹ) کا حق دے تاہم مردوں کی طرح خواتین کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ بھی اجتماعی امور میں اپنی رائے دیں قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کے مشورے کو قبول کیا تھا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۖ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ۔

ترجمہ۔(شعیب کی بیٹی) نے اپنے باپ سے کہا ابا جان اس شخص (موسیٰ) کو اپنے یہاں ملازمت

پر رکھ لیجئے یہ ملازمت کے لئے یہ بہترین ہے کیونکہ یہ توانا بھی ہے اور امانت دار بھی۔ ۲؎

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔

ترجمہ۔شیر خوار بچے کے دودھ کو چھڑانے کے لئے والدین باہمی مشورہ کر سکتے ہیں۔ ۳؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ام سلمیٰ ؓ کا مشورہ:

کتب سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہمی مشاورت کے کئی واقعات درج ہیں لیکن یہاں صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمیٰ جو آپ کے ساتھ اس سفر میں آپ کی شریک تھیں کا ایک مشورہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کیا، واقعہ کچھ یوں ہے کے جب صلح نامہ مرتب ہوا تو صحابہ کرام بے حد غمگین ہوئے کیونکہ تمام شرائط بظاہر کفار کے حق میں طے کی گئیں تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک حکم کو صحابہ کرام شدت غم کے باعث نہ سن سکے چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت ام سلمیٰ ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مشورہ دیا کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی قربانی میں پہل کر لیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے ہی اس مشورے پر عمل کیا دیکھتے ہی دیکھتے تمام صحابہ کرام جیسے ہوش میں آ گئے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوڑ کر پیروی کی۔ ۴؎

مسلمانوں کے جنازہ کی موجودہ شکل اور حضرت اسماء بنت عمیس ؓ:

حضرت اسماء بنت عمیس ؓ، حضرت علی ؓ کرم اللہ وجہ الکریم کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار ؓ کی اہلیہ ہیں روایت میں آتا ہے کے حضرت فاطمہ ؓ الزہرا السلام اللہ علیہ نے اپنے وصال سے قبل ان سے دریافت کیا کے کوئی ایسی صورت بتائی جائے کے جنازہ کو مردوں سے پوشیدہ رکھا جا سکے تو حضرت اسماء بنت عمیس ؓ، حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کو یہ مشورہ دیا کے جنازے پر ایک بڑا کپڑا اوڑھا دیا جائے تاکہ جنازے کا پردہ قائم رہ سکے چنانچہ ان کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے اسی طریقے سے سیدہ کائنات ؓ کے جنازے کو ایک بڑے کپڑے سے ڈھک کر اٹھایا گیا تاہم اس وقت مسلمانوں میں جنازے کی موجودہ شکل کا رواج نہ تھا لیکن حضرت اسماء بنت عمیس ؓ نے بتایا

کے انھوں نے حبشہ میں نصاریٰ کے یہاں جنازہ اٹھانے کا یہ رواج دیکھا چنانچہ ان کے اس مشورے کو قبول کیا گیا۔ ۵ ؎

حضرت عمرؓ کا ام المومنین حضرت حفصہؓ سے مشورہ:

ابن سیرین، حضرت عمرؓ کے متعلق نقل کرتے ہیں کے حضرت عمرؓ اہل رائے سے مشاورت کیا کرتے تھے حتیٰ کے بعض مسائل میں وہ خواتین کو بھی شریک مشورہ کرتے اور اگر کوئی مستحسن چیز سمجھ میں آتی تو وہ اسے قبول فرتے تاہم ان کا اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ سے ازدواجی تعلق سے متعلق ایک مشورے کی بنیاد پر ہی انھوں نے اپنے عمال کی چھٹیوں کو چار ماہ طے کیا تاہم دورصحابہ میں خواتین صحابیات سے مشورے کی ایک دو نہیں بلکہ کئی مثالیں موجود تھیں۔

کیا عورت قاضی بن سکتی ہے؟

اس حوالے سے فقہ حنفی کے امام وقت علامہ بدرالدین کاشانی (متوفی ۵۸۷ھ) نے جو اصول بیان کیا ہے وہ یہ ہے:

اهلية القضاء تدور مع اهلية الشهادة۔

ترجمہ۔ جہاں شہادت کی اہلیت ہوتی ہے وہاں قضاۃ کی اہلیت بھی ہوتی ہے۔ ٦ ؎

امام ابوحنیفہ نے کہا اموال کے مقدمات میں عورت کی قضاء صحیح ہے آپ نے مزید کہا کے فوجداری مقدمات کے سوا باقی تمام معاملات میں عورت قاضیہ بن سکتی ہے جبکہ عبدالوہاب نے بھی اس کو درست قرار دیا ہے۔

جلیل القدر فقیہ امام ابن جریر طبری کے مطابق تمام مقدمات میں ایک عورت قاضیہ بن سکتی ہے اور وہ ہر چیز میں مطلقاً حاکم بھی ہو سکتی ہے۔ ۷ ؎

فقہائے احناف اموال کے بارے میں عورتوں کی شہادت قبول کرتے ہیں لہٰذا اموال کے ہی بارے میں وہ وہ عورتوں کی قضاۃ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں لیکن دیگر معاملات میں ان کی شہادت قابل قبول نہیں لہٰذا ان کی قضاۃ کا نفاذ بھی نہیں ہوگا لیکن اگر غور کیا جائے تو مالی معاملات کا تعلق تو

زندگی کے ہر معاملے سے ہی ہے، چاہے وہ لین دین، کاروبار، قتل کی دیت، نکاح کے بعد مہر، ماہانہ تنخواہ، دوکان یا مکان کا کرایہ وغیرہ الغرض مالی معاملات کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے (یہاں ایک واقعہ بیان کیا جارہا ہے جب ابھی پاکستان نہیں بنا تھا اس وقت ہندوستان میں ایک عارضی حکومت بنائی گئی کانگریس تمام اہم محکموں پر قابض ہوگئی اور محکمہ مالیات کو غیر اہم سمجھتے ہوئے مسلمانوں کے سپرد کردیا قائداعظم نے وزارت مالیات کا قلمدان لیاقت علی خان کے سپرد کردیا چنانچہ انھوں نے وزارت مالیات پر قبضہ کرکے تمام حکومتی مشینری کو ناکارہ بنادیا کیونکہ ہر منسٹری کا واسطہ لازماً وزارت مالیات سے پڑتا ہے لہٰذا وہ ہر کام میں کوئی مین میخ نکال دیا کرتے اس طرح انھوں نے کانگریس کی ناک میں دم کردیا بلا آخر کانگریسی رہنماؤں کو مسلمانوں کے موقف کی ناچاہتے ہوئے بھی حمایت کرنا پڑی)۔

حالانکہ اس کا تعلق مالیات سے نہیں ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کے عورت کی شہادت مالیات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے لہٰذا اصولاً عورتوں کی شہادت جن جگہوں اور معاملات میں قابل قبول ہے وہیں ان کی قضاۃ بھی قابل قبول ہونی چاہئے لیکن بہ شرطیکہ ان میں ان مناصب کی ذمہ داری کو نبھانے کی قابلیت، صلاحیت اور اہلیت موجود ہو کیونکہ بغیر اہلیت اور صلاحیت کے تو مرد بھی ان مناصب پر متعین نہیں کئے جاسکتے اسلام کی نظر میں ایک عورت مشورہ دے بھی سکتی ہے اور فیصلہ بھی کرسکتی ہے جبکہ وہ فیصلہ پر عملدر آمد بھی کرواسکتی ہے۔

تنہا عورت کی گواہی:

تقریباً تمام ہی فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کے مخصوص نسوانی مسائل کے فیصلے کے لئے تنہاء عورت کی شہادت قابل قبول ہے چنانچہ ایسے تمام معاملات جو مخصوص نسوانی معاملات کہلاتے ہیں ان میں صرف عورتوں کی ہی گواہی کو معتبر سمجھا جاتا ہے جبکہ بعض مسائل جن میں رضاعت ولادت، حیض، حمل، نفاس یا قابل ستر مقامات وغیرہ شامل ہیں میں تو صرف تنہا عورت کی گواہی کو بھی شریعت نے قبول کیا ہے۔

ذیل میں اسی حوالے سے چند علماء اور فقہاء کے اقوال درج کئے جا رہے ہیں۔

امام شافعی اس حوالے سے فرماتے ہیں، جن اہل علم حضرات سے میں نے ملاقات کی ہے ان میں سے کسی ایک کو بھی اس بات کا مخالف نہیں پایا کے ولادت اور عورتوں کے مخصوص اور قابل ستر مقامات کے عیوب کے سلسلہ میں عورتوں کی شہادت مرد کی شرکت کے بغیر جائز ہے۔ ۸ے

امام زہری اس حوالے سے کہتے ہیں یہ سنت چلی آ رہی ہے کے ایسے تمام معاملات میں تنہا عورت کی شہادت جائز ہے جن کی اطلاع سوائے ان کے کسی اور کو نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، تنہا عورت کی شہادت صرف ان ہی امور میں جائز ہے جن سے سوائے ان کے اور کوئی واقف نہیں ہوسکتا یعنی عورتوں کے قابل ستر مقامات اور حمل اور حیض سے متعلق ان کے بیانات پر فیصلہ کیا جائے گا اور اس کے لئے کسی مرد کی شرکت ضروری نہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں، عورتوں کی گواہی ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔ ۹ے

امام شعبی کہتے ہیں، شہادت کی بعض ایسی اقسام ہیں جن میں صرف عورتوں کی ہی شہادت جائز ہے ۔ ۱۰ے اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۚ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

ترجمہ۔ اس فضیلت کی تمنا نہ کرو جو اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر دی ہے، مردوں کے لئے حصہ ہے اس عمل میں سے جو وہ کمائیں، اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس عمل میں جو وہ کمائیں بس اللہ سے اس کے فضل کے سوالی رہو بے شک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ ۱۱ے

یعنی علم و فضل اور عمل میں اللہ تعالی نے مرد و عورت کے لئے الگ الگ اصول وضع نہیں کئے بلکہ جس کی جتنی استعداد ہے وہ اس کے مطابق محنت کر کے مقام حاصل کر سکتا ہے ہر انسان کے اندر اللہ کی دی ہوئی صلاحیتیں کام کر رہی ہیں اب یہ اس پر منحصر ہے کے وہ اپنی ان پوشیدہ

اور مستور صلاحیتوں سے زیادہ زیادہ واقفیت حاصل کرتے ہوئے انھیں بروئے کار لائے تاہم اسلام نے اس میں مرد وعورت کی کوئی قید نہیں لگائی دوسری جانب یہ حقائق بھی روز روشن کی طرح عیاں ہیں کے کیا ہم قابل ترین ڈاکٹرز، انجینئرز، پائلٹس، اساتذہ، کامیاب بزنس وومن ز، سائیکولوجسٹس، بینکرز، ماہرین معاشیات، کامیاب سیاست دان یا قابل ترین سائنسدان خواتین کو جاہل مردوں کے سامنے صرف اس بناء پر نظر انداز کریں گے کے وہ عورتیں ہیں؟ یا ان کی بات کی کوئی اہمیت، اصلیت یا اوقات نہیں کیونکہ وہ خواتین ہیں؟ جبکہ ان کے مقابل ایک ایسا ان پڑھ، جاہل، گنوار اور ناخواندہ شخص ہے جو کہ پیشے کے اعتبار سے میکینک، مزدور، قلی، جمعدار، چوکیدار، ڈرائیور، سبزی فروش یا ریڑی بان ہے کی اہمیت اس بناء پر زیادہ ہوگی کیونکہ وہ مرد ہے؟ من حیث القوم ہمیں اس سوچ سے نکلنا پڑے گا۔

کیا عورت حکمران بن سکتی ہے؟

یہ ایک متنازعہ سوال ہے کچھ لوگ اس کے حامی اور کچھ اس کے مخالف ہیں۔

یہاں دونوں کے نظریات کو بیان کرتے ہوئے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں چھوڑا جا رہا ہے۔

یہ نقطہ نظر کے عورت کسی بھی صورت میں ریاست کی سربراہ نہیں بن سکتی ہے اس کے لئے ایک مخالف طبقہ ان دو آیات کا حوالہ دیتا ہے!

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ ۱۲ ؎

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ

اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡہِنَّ سَبِیۡلًا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا۔

ترجمہ۔ مرد عورتوں پر قوام ہیں اس بناء پر کے اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بناء پر کے مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے حفاظت ونگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو انھیں سمجھاؤ، خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو پھر اگر وہ تمھاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے بہانے تلاش نہ کرو یقین رکھو کے اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔ ۱۳؎

اس ضمن میں کوئی استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ دونوں ہی آیات میاں بیوی سے متعلق ہیں یعنی جب ایک مرد اور ایک عورت رشتہ از دواج سے منسلک ہوتے ہیں تو اجتماعیت میں سربراہ شوہر ہوگا لیکن یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کے قرآن نے یہ بات خاندان کے متعلق کہی ہے اگر زور دینا ہوتا تو خاندان کی طرح ریاست کے بارے میں بھی وضاحت کردی جاتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع دی گئی کے ایران کے بادشاہ کسریٰ کے مرجانے کے بعد اس کی بیٹی حکمران بن گئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے عورت کو حکمران بنالیا۔ ۱۴؎

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا! جب تمھارے حکمران تم میں بہترین لوگ ہوں اور تمھارے دولت مند لوگ سخی ہوں اور تمھارے معاملات باہمی مشورے سے طے کئے جاتے ہوں تو اس وقت تمھارے لئے زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمھارے حکمران تم میں سے بدترین لوگ ہوں، تمھارے دولت مند لوگ کنجوس ہوں اور تمھارے معاملات عورتوں کے سپرد کردئے جائیں تو پھر تمھارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔ ۱۵؎

درج بالا دونوں ہی روایات اپنے مضمون کے اعتبار سے بالکل درست ہیں اگرچہ اس میں

معاملات سے متعلق بات کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کے ہر اچھے معاشرے میں جمہوری اصول کارفرما ہونے چاہئے یعنی ہر معاملے میں مردوں اور عورتوں اور تمام طبقات کی رائے کا شامل ہونا اور اس رائے کا احترام لازم ہے تاہم اگر کسی معاشرے میں مرد اجتماعی معاملات سے بالکل ہی بے گانہ ہوجائیں، انتہائی سست، غیر ذمہ دار اور عیاش ہوجائیں اور کلیۃ ان کی حصہ کی تمام ذمہ داریاں مجبوراً خواتین کو نبھانی پڑ جائیں تو یقیناً یہ ایک انتہائی ناپسندیدہ صورت حال ہوگی گویا ایک معانی میں یہ روایت عورتوں کے خلاف نہیں ہے بلکہ اصل میں مردوں کی سستی، کاہلی، غیر ذمہ داری اور عیاشی کی مذمت کے لئے ہے۔

احادیث کی چھ مستند کتب میں صرف یہی دو روایات موجود ہیں۔

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کے عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے تو وہ اس کے لئے یہ دلائل دیتے ہیں ارشادات خداوندی ہیں!

قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ۔

ترجمہ۔اے نبی کہہ دیجئے اقتدار اور اختیار تو سارا کا سارا اللہ کا ہی ہے۔ ۱۶؎

يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۔

ترجمہ۔وہ کہتے ہیں اگر اقتدار اور اختیار ہمیں بھی کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔ ۱۷؎

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔

ترجمہ۔اے نبی انھیں معاف کر دیجئے اور ان کے لئے استغفار فرمائے اور حکومت کے معاملے میں ان سے مشورہ کیا کیجئے۔ ۱۸؎

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ۔

ترجمہ۔اے مسلمانو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے ارباب اختیار کی اطاعت کرو۔ ۱۹؎

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔

ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہیں کے اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار دے دیں تو یہ صلوۃ کے نظام کو قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے اور معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام امور کا انجام اللہ ہی کے لئے ہے۔ ۲۰۔

عربی زبان کا لفظ امر اپنی معنویت کے اعتبار سے وسعت لئے ہوئے ہے، جیسے اس کے ایک معنی حکم، قانون، اقتدار، معاملہ، بات، کام، اختیار، غلبہ، علامت، نشان، راہ نمائی، کسی چیز کا بہت ہو جانا، حکم خداوندی جبکہ امر سے ایک لفظ 'الامیر' بھی نکلا ہے جس کے معنی برکت والا آدمی یا حاکم کے ہے تاہم امر خداوندی کے تین گوشے ہیں۔

۱۔ ایک وہاں جہاں ہر قانون متعین ہوتا ہے اور ہر تدبیر بنائی جاتی ہے اس گوشے کی حقیقت اور کیفیت کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

۲۔ دوسرا گوشہ وہ ہے جہاں خدا کا امر قانون کائنات کی شکل میں کارفرما ہے یہ قانون ہر شے کے اندر رکھ دیا گیا ہے اس کا علم تجربہ، عقل، بصیرت اور مشاہدات کی رو سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ تیسرا گوشہ وہ ہے جہاں اللہ کا قانون انسانوں کی دنیا سے متعلق ہے یہ قانون وحی کی رو سے رسولوں کو ملتا ہے اور رسولوں کی وساطت سے دوسرے انسانوں کے لئے یہ قانون قرآن کریم میں محفوظ ہے جس کے مطابق قوموں کی موت اور زندگی کے فیصلے ہوتے ہیں اور ہر انسان زندگی کے ارتقائی مراحل طے کرنے کے قابل ہوتا ہے یعنی گوشہ اول میں اللہ اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق جس طرح کا قانون چاہتا ہے مرتب کرتا ہے گوشہ دوم میں اللہ اپنی اسکیم کو اپنے مرتب فرمودہ قوانین کے مطابق چلاتا ہے اور اشیائے کائنات اس قانون کی اطاعت پر مجبور ہیں۔ گوشہ سوم میں اللہ کا قانون وحی کے ذریعے ملتا ہے لیکن انسانوں کو اس کا اختیار ہے کہ وہ جی چاہے تو اس کی اطاعت کریں اور جی چاہے تو اس سے سرکشی اختیار کریں تاہم جس قسم کی روش انسان اختیار

کرے گا اسی کے مطابق نتائج اس کے سامنے آجائیں گے اگر چہ خدا کا امر (قانون) خارجی کائنات سے متعلق ہو یا انسانی زندگی سے اس میں تغیر وتبدل ممکن نہیں کیونکہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ ۲۱؎

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بااختیار اور صاحب اقتدار حکومتوں کا فریضہ بتایا گیا ہے جنھیں زمین کا اقتدار دیا گیا یقیناً وہ قانونی طور پر لوگوں کو معروف کا حکم دیں گے اور انھیں منکرات سے روکیں گے کیونکہ اسلامی سربراہ کی حیثیت سے انھیں ریاست کے طول وعرض میں اسلامی قوانین کی implimentation کرنی پڑے گی انھیں ایسے قوانین وضع کرنے پڑیں گے کے جس سے امن وامان کی صورت بحال ہو سکے نیز ظالموں کا احتساب ہو اور اللہ کی زمین پر معروف کی اشاعت اور منکرات کی روک تھام کی جائے یہ کام محض مشاورت یا وعظ ونصیحت سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لئے قانون سازی کے علاوہ طاقت کا استعمال بھی کرنا پڑے گا لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کے ملک کا نظم ونسق حکومتی اراکین نے جبکہ مذہب کا تحفظ علماء کرام نے سنبھالا ہے اگر چہ یہ دونوں ہی ذمہ داریاں حکومت وقت کی ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ مومن مرد اور مومن عورتیں دونوں ایک دوسرے کے رفیق ہیں وہ ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں وہ صلوۃ کے نظام کو قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ یہی وہ لوگ ہیں کے جن پر اللہ تعالی بہت جلد رحم فرمائیں گے یقیناً اللہ غلبہ اور حکمت والا ہے۔ ۲۲؎

زیر نظر اس آیت میں اللہ تعالی نے مرد و زن دونوں کو ہی ایک دوسرے کا معاون اور مددگار جبکہ

ایک دوسرے کا ولی یعنی (دوست) بتایا ہے تاہم ان کے ذمہ نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا جبکہ اللہ کی زمین پر صلوۃ اور زکوۃ کے قوانین کا نفاذ بھی ہے تاہم بہ حیثیت انسان دونوں کا یہ لازمی فریضہ ہے کے وہ اللہ کی زمین پر عدل وانصاف کو قائم کریں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں لہٰذا یہ ثابت ہوا کے قرآن کریم تمام حکومتی فرائض میں مردوں اور عورتوں کو شامل سمجھتا ہے جبکہ وہ خواتین کو اختیار اور اقتدار سے محروم یا الگ نہیں سمجھتا ہے۔اس سلسلے کی دوسری دلیل قرآن کریم میں ملکہ بلقیس کی حکمرانی کی ہے، وہ اپنی سلطنت پر حکمرانی کیا کرتی تھیں جب انھیں حضرت سلیمان کا خط ملا جس میں انھیں دعوت دین دی گئی تھی تو ملکہ بلقیس نے اپنے ارا کین سلطنت سے مشورہ کیا لیکن قرآن کریم نے ان کے سربراہ مملکت ہونے پر کہیں بھی کسی قسم کا کوئی اعتراض پیش نہیں کیا بالفاظ دیگر قرآن کی نظر میں ان کا سربراہ مملکت ہونا درست ہے بعدازاں وہ حضرت سلیمان کی دعوت پر اللہ پر ایمان لاتے ہوئے حلقہ اسلام میں داخل ہوگئیں لیکن بعدازاسلام حضرت سلیمان نے انھیں ان کے عہدے سے ناتو معزول کیا اور نہ ہی انھیں تخت وتاج سے محروم کیا۔

اس حوالے سے جید عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی کا یہ استدلال ہے ملکہ بلقیس کے واقعہ کو قرآن کریم نے بغیر کسی نکیر کے نقل کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کے عورت کی امامت کبریٰ کے سلسلہ میں قرآن کریم کا وہ نقطہ نظر نہیں ہے جو کے ہمارے بہت سے فقہائے کرام نے اختیار کیا ہے تاہم قرآن کریم کی رو سے عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے۔

قرآن کریم کی سورہ توبہ کی آیت۔۷۱ امور مملکت میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی یکساں طور پر شرکت کے جواز کو ثابت کرتی ہے جبکہ سورہ نمل میں قصہ ملکہ بلقیس عورت کے سربراہ مملکت مقرر ہونے کے جواز پر قطعی دلیل ہے جبکہ قرآن کریم میں ہمیں ایسی کوئی آیت نہیں ملی جسے عورت کے اس حق سے محرومی کی دلیل بنانا جاسکے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو درست مانتے ہیں جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع دی گئی کے ایران کے بادشاہ کسریٰ کے مرجانے کے بعد اس کی بیٹی حکمران بن گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے عورت کو حکمران بنالیا ہو۔ ۲۳؎

اس حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اشرف علی تھانوی اس نتیجے پر پہنچے کے اس سے مراد وہ حکومتیں ہیں جن پر عورتیں مکمل حاکم ہوں یعنی وہ حاکم مطلق ہوں اور وہ کسی کے آگے جواب دہ بھی نہ ہوں یا ان کے اختیارات لامحدود ہوں جبکہ ان کی یہ حکومت شخصی بھی ہو لیکن اس کے برعکس آج کی کی ریاستیں اور حکومتیں شخصی نہیں بلکہ جمہوری ہیں جبکہ اس میں سربراہ مملکت صرف آئینی سربراہ ہوتا ہے ورنہ درحقیقت حکومت اور اقتدار کی اصل مالک اسمبلی یا پارلیمنٹ ہے لہٰذا موجودہ حکومتیں اس حکم میں داخل نہیں۔

ملکہ بلقیس کی حکومت کا اگر تجزیہ قرآن کی روشنی میں کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کے وہ بھی اراکین پارلیمنٹ سے مشورہ کے بعد ہی کوئی قدم اٹھاتی تھیں جیسا کے قرآن میں مذکور ہے جب حضرت سلیمان کا خط ان کو ملا تو انھوں نے اس خط کو پارلیمنٹ کے سامنے رکھا اور ان سے مشورہ کے بعد اسلام کو قبول کیا لہٰذا ملکہ بلقیس کی حکومت شخصی، آمرانہ یا جابرانہ حکومت نہیں تھی اس اعتبار سے ملکہ بلقیس کی حکومت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی زد میں نہیں آتی بلکہ کسریٰ کی بیٹی کی حکمرانی چونکہ آمرانہ، جابرانہ اور شخصی جبکہ وہ کسی کو جواب دہ اور کسی مشورے کی پابند بھی نہ تھی لہٰذا اس کی حکومت اس حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زد میں ہے تاہم حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مفہوم کے مطابق یہ ناجائز حکومت ہے جبکہ حقیقت تو یہ ہے کے ایسی حکومتیں تو مردوں کے لئے بھی ناجائز ہیں جس میں مطلق ان کا اختیار اور اقتدار ہو اور عوام کی دور دور تک کوئی شنوائی نہ ہو۔

عرصہ دراز سے عورت کی سربراہی کی تائید و تنقید علماء کرام کے ایک بڑے طبقے نے کی ہے۔

ابن جریر طبری عورت کے قاضی اور سربراہ ریاست ہونے کے جواز کے قائل ہیں جبکہ آئمہ اربعہ میں امام مالک سے بھی ایک روایت ملتی ہے جبکہ بخاری کے مشہور شارح علامہ حافظ ابن حجر

عسقلانی کہتے ہیں کے عورت کے امام اور قاضی ہونے کو ناجائز قرار دینا جمہور کا قول ہے لیکن طبری نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ امام مالک سے بھی ایک روایت ملتی ہے۔ ۲۴۔

امام مالکؒ کے اس قول کی بناء پر فقہائے مالکیہ نے اس کی تائید میں فتوے دئے ہیں۔ ۲۵۔

امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول ہے عورت ان امور میں حکم اور فیصلہ دے سکتی ہے جن میں عورتوں کی شہادت جائز مانی گئی ہے۔ ۲۶۔

یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدود اور قصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں عورت کی حکومت اور اس کی قضاۃ شرعاً جائز ہے لہٰذا آئمہ سلف میں سے علامہ طبری، امام مالکؒ اور کسی حد تک امام ابو حنیفہؒ اس کے قائل ہیں جبکہ علمائے متاخرین میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی کا رجحان بھی اسی طرف ہے تاہم ان اقوال کو ترجیح دیتے ہوئے یہی کہیں گے کے عورت کا سربراہ مملکت ہونا شرعاً جائز ہے۔ ۲۷۔

پاکستانی خواتین کی سیاست میں شرکت

دیگر صوبوں کی نسبت آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں زیادہ تر عورتوں کے نام ووٹر لسٹ میں شامل ہیں لیکن وہ ووٹ گھر کے مردوں کی خواہش کے مطابق ڈالتی ہیں جبکہ سندھ کی شہری آبادی میں خواتین کی بھاری اکثریت کا نام ووٹر لسٹ میں درج ہے تاہم مسلم دنیا کی پہلی مسلمان خاتون وزیراعظم بے نظیر بھٹو جو کے دو دفعہ وزیراعظم کے عہدے کے لئے منتخب ہوئیں ان کا تعلق صوبہ سندھ کے شہر لاڑکانہ سے تھا اسی طرح سے سینیٹ کی اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر ز بھی سندھ سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ سندھ اسمبلی کے دو حلقہ انتخاب میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ صوبہ سرحد میں خواتین ووٹرز کی تعداد کم ہے جبکہ وہ بہت کم ہی اپنا حق رائے دہی کا استعمال کرتی ہیں یعنی ان کا علیحدہ پولنگ اسٹیشن ہو جہاں کا بھی عملہ بھی غیر محرم نہ ہو وغیرہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں عام نشست پر سب سے پہلی منتخب ہونے والی خاتون کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا۔

بلوچستان میں بھی خواتین ووٹرز کی تعداد کم ہے لیکن بلوچ خواتین شہروں میں کافی سرگرم ہیں۔

پاکستان کا قانون:

پاکستانی خواتین کو آئین پاکستان میں یہ اجازت حاصل ہے کے وہ مقامی، صوبائی اور قومی اسمبلی اور سینیٹ سمیت ہر سطح پر انتخاب لڑسکتی ہیں جبکہ عام انتخابات میں وہ عام نشستوں پر حصہ لے سکتی ہیں اگرچہ خواتین کے لئے قانون سازی کے تمام منتخب اداروں میں مخصوص نشستیں موجود ہیں تاہم تعزیرات پاکستان کی دفعہ ل۔۱۷۱ کے تحت کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ڈرا دھمکا کر اس کے حق رائے دہی سے اس کو روک نہیں سکتا کیونکہ یہ قانوناً جرم ہے جس کی سزا ۳۱سال قید اور ۵ لاکھ جرمانہ ہے۔۲۸۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ الشوریٰ۔آیت۔۳۸۔

۲۔سورہ القصص۔آیت۔۲۶۔

۳۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۳۳۔

۴۔رحیق المختوم۔مولانا صفی الرحمن مبارک پوری۔المکتبہ سلفیہ لاہور۔

۵۔الطبقات الکبریٰ۔امام محمد بن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)۔ج۔۸۔ص۔۲۰۹۔مطبوعہ دار صادر بیروت۔ ۱۳۸۸ھ۔

۶۔البدائع الصنائع۔علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی (متوفی ۵۸۷ھ)۔ج۔۷۔ص۔۳۔مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔

۷۔بدایۃ المجتہد۔قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی۔ج۔۲۔ص۔۴۶۰۔مطبوعہ دار الفکر۔

۸۔کتاب الام۔امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)۔ج۔۷۔ص۔۹۷۔مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ ۱۴۰۳ھ۔

۹۔المدونۃ الکبریٰ۔امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی (متوفی ۲۵۶ھ)۔ج۔۴۔ص۔۸۳۔مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۱۰۔الطریق الحکمۃ فی السیاسۃ لشرعیہ۔ص۔۱۳۴۔

۱۱۔سورہ النساء۔آیت۔۳۲۔

۱۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۲۲۸۔

۱۳۔سورہ النساء۔آیت۔۳۴۔

۱۴۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔
۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت

۱۵۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۱۶۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۵۴۔

۱۷۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۵۴۔

۱۸۔سورہ آل عمران۔آیت۔۱۵۹۔

۱۹۔سورہ النساء۔آیت۔۵۹۔

۲۰۔سورہ الحج۔آیت۔۴۱۔

۲۱۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۲۲۔سورہ التوبہ۔آیت۔۷۱۔

۲۳۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔
۱۴۱۲ھ۔دارارقم بیروت۔

۲۴۔فتح الباری۔حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔ج۔۸۔باب کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی کسری۔ص۔۹۷۔مطبوعہ دارالنشر الکتب الاسلامیہ۔

۲۵۔فتح الباری۔حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔ج۔۱۳۔کتاب الفتن۔ص۔۴۷۔مطبوعہ دارالنشر الکتب الاسلامیہ۔

۲۶۔فتح الباری۔حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔ج۔۸۔ص۔۹۷۔مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ۔

۲۷۔فقہ قرآن۔مولانا عمر احمد عثمانی۔ج۔۳۔ص۔۲۴۰۔۲۷۵۔ادارہ فکر اسلامی کراچی۔طبع۔
اول ۱۹۸۲ء۔

۲۸۔عورت، قانون اور معاشرہ۔عمل کی راہیں۔ناشر۔ویمنز اسٹڈیز سینٹر کراچی یونیورسٹی۔

باب ۔(۱۰):

مسلم خواتین اور عہد حاضر کی مشکلات اور مسائل

Problems of Muslim Women in modren times:

یہ موضوع خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ نفسیاتی طور پر ہر طاقت ور کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کے وہ کمزور، لاچار، بے سہارا یا مظلوم پر غالب آجائے اور اس سے اس کے حقوق اور اختیارات کو چھین لے یقیناً حقوق ظلماً ہی چھینے جاتے ہیں اب چاہے وہ دنیا کا کوئی بھی ملک یا خطہ ہو، ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ہو، مہذب یا غیر مہذب ہو ہر جگہ کمزوروں کے حقوق چھینے جارہے ہیں ان کمزوروں میں خواتین، بوڑھے، بچے اور معذور افراد شامل ہیں زیر نظر کتاب چونکہ خواتین کے موضوع پر ہی لکھی گئی ہے چنانچہ سماجی سطح پر ان پر ہونے والے ظلم وستم پر بھی اختصار سے بحث کی جائے گی جیسا کے ہم سب ہی یہ جانتے ہیں کے پاکستان میں خواتین پر بے تحاشا گھریلو تشدد کیا جاتا ہے جس کی بے شمار وجوہات ہیں تاہم یہ بحث بھی اپنے اندر وزن رکھتی ہے کے دنیا بھر میں خواتین کو کسی نہ کسی انداز سے تختہ مشق بنایا جاتا ہے اب اس کی صورت حال مہذبانہ سماج میں مہذب اور غیر مہذبانہ تہذیب وتمدن میں غیر مہذب ہوسکتی ہے جیسے کے تعلیم یافتہ طبقے کی خواتین کو نفسیاتی اور جذباتی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے انھیں افراد خانہ کی کڑوی کسیلی اور طنز آمیز باتیں سننی اور سہنی پڑتی ہیں جبکہ ان پڑھ اور غیر مہذب قبائل یا سماج میں مار کٹائی اور جسمانی تشدد سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا تاہم خواتین پر ہونے والے تشدد کا انحصار اس خاتون کی عمر، طبقے، رسم ورواج، مذہب، آباء پرستی، قدیم اور خاندانی رسومات، اس کی مالی حیثیت، اس کے والدین اور اس کے بھائیوں کی سماجی حیثیت اور اس کے شوہر کی ذہنی بلوغت پر بھی منحصر ہوتی ہے اگر چہ جاگیردارانہ

قبائلی نظام اور نچلے طبقے کی خواتین کو جسمانی تشدد کا زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن یہ اصول اور کلیہ سو فیصد درست بھی نہیں بلکہ اونچے طبقے میں بھی بسا اوقات خواتین پر جسمانی تشدد کیا جاتا ہے لیکن گھریلو تشدد کی سب سے بڑی وجہ خواتین کی کم علمی، معاشی، سیاسی اور سماجی کمزوری ہے لیکن یہاں بھی یہ بات سو فیصد درست نہیں کیونکہ بعض اوقات اونچے منصب اور مقام ومرتبہ کی خاتون کو بھی کئی ایسی ناگوار گفتگو سننی اور سہنی پڑتی ہے۔

دنیا میں پائے جانے ہر مسئلے کے در پردہ دو ہی وجوہات ہوتی ہیں۔

ا۔غربت۔ ۲۔ جہالت۔

دنیا کے مسائل اور مشکلات اپنی جگہ لیکن پاکستان میں تو یہ دونوں ہی وجوہات بکثرت پائی جاتی ہیں دوسری جانب یہ صورت حال اس وقت زیادہ سنگین ہو جاتی ہے جب اس تشدد کو مذہب اور تمدن کی بھی تائید حاصل ہو۔ ویمنز ڈیژن کے ایک سروے کے مطابق جو شوہر اپنی بیویوں کو مارتے ہیں اس کی وجہ مردوں کے مریضانہ کردار سے زیادہ ایک تہذیبی عمل ہے تاہم یہ تشدد اسی وقت دنیا کے سامنے آتا ہے جب بیوی یا تو مر جائے یا پھر اس کی لاش کو مسخ کر دیا جائے جبکہ ورثاء کی جانب سے یہ بھی عام طور پر سنسنی پھیلانے کے لئے کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں عورت پر جسمانی، جنسی، جذباتی اور نفسیاتی تشدد عام ہے جس میں امیر غریب یا خواندہ ناخواندہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اس فعل وعمل میں ہر وہ شخص شامل اور شریک ہے جو اس کی طاقت اور استطاعت رکھتا ہے تاہم کچھ تشدد ایسے ہیں جو ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن کچھ پر پردہ پڑا رہتا ہے اگرچہ تشدد کی بھی کچھ اقسام ایسی ہیں جنھیں خواتین تاعمر شناخت ہی نہیں کر پاتیں مثلاً طعن وتشنع، نفسیاتی حربوں کو استعمال کرتے ہوئے ان کی کمزوریوں کی نشاندہی کرنا، ان کے حسب نسب پر چوٹ کسنا، ان کے کردار کے حوالے سے کوئی ذو معنی بات کہنا، ان کے والدین اور عزیز واقارب کو باتوں بات میں نشانہ بنانا، ناکردہ گناہ کی سزا دینا، بیٹی کی پیدائش پر اس کو مورد الزام ٹھہرانا اور اس کو یہ احساس دلانا کہ بیٹے کے نا پیدا ہونے میں وہی سب سے زیادہ قصوروار ہے، جب کے

مردانہ کمزوری کا ملبہ بھی اسی کے سر پر تھوپتے ہوئے مرد کی یا سسرالیوں کی اس کو دوسری شادی کی دھمکی لگانا اگر کاروبار یا ملازمت میں کوئی مالی خسارا ہو گیا تو اس کا ذمہ دا بھی اسی کی بد قسمتی کو ٹھہرانا، گھر یا خاندان میں اگر کوئی موت واقع ہو گئی تو اس موت کے پیچھے بھی اسی کی نحوست کو جاننا وغیرہ۔

اگست ۲۰۰۸ء میں گھریلو تشدد کی روک تھام کے لئے قانون سازی کی گئی اور بل قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا جس میں گھریلو تشدد کی تعریف درج ذیل ہے۔ضرب، مجرمانہ طاقت، حملہ، فتنہ، مجرمانہ دھمکی، جنسی تشدد، مظلوم (victim) کا پیچھا کرنا اور اسے ہراساں کرنا وغیرہ۔وزارت امور کے تحت کئے جانے والے ایک غیر رسمی سروے کے مطابق پاکستان میں کم از کم ۸۰ فیصد خواتین گھریلو تشدد کا شکار ہیں جبکہ ایک کتاب Bited house wives in Pakistan کے مصنف کے مطابق تمام صوبوں میں خواتین پر تشدد ہوتا ہے فرق صرف اس کی نوعیت، شدت اور وجوہات میں ہوتا ہے یہ مطالعہ سو فیصد درست نہیں اور اس میں مزید کئی زاویے اور گنجائش بھی موجود ہے کیونکہ خواتین کی اکثریت سے اس موضوع پر بات کرنا ممکن نہیں جبکہ خواتین کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو کے خاموشی سے سماجی ظلم و جبر کو سہتی ہیں اور اسے اپنی قسمت کا لکھا سمجھتے ہوئے ظالموں کو مزید مضبوطی اور تقویت بھی دیتی ہیں لہٰذا اس مطالعے میں صرف وہی خواتین شامل ہیں کے جن کو اتنا مارا پیٹا گیا ہے کے انھوں نے اپنا گھر تک چھوڑ دیا ہمارے سماج میں خواتین کے ساتھ مردوں کے رویے میں بھی خاصا تضاد پایا جاتا ہے مثلاً جب پختون اپنی بیوی کے ساتھ گالی گلوج کرتا ہے تو اس کو اس کے گھر والے بے غیرت کہتے ہیں لیکن جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک یا ہمدردی کرتا ہے تو پھر اسے بیوی کا غلام یا زن مرید کہا جاتا ہے۔

ذیل میں خواتین پر ڈھائے جانے والے ظلم و جبر اور تشدد کی کچھ مثالیں اختصار سے پیش کی جائیں گی۔

ا۔گھریلو تشدد:

پاکستانی گھروں میں عورت کی مار پیٹ، گالی گلوج یا اس کو نفسیاتی دباؤ میں رکھنا بہت عام سی بات

ہے اکثر مرد اسے اپنی مردانگی تصور کرتے ہیں اوراس میں انھیں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ یا احساس شرمندگی نہیں ہوتا یوں تو گھریلو تشدد کی کئی اقسام ہیں جنھیں حسب روایت نہایت اہتمام سے روا رکھا جاتا ہے تاہم اس میں شہر اور دیہات کی بھی کوئی قید نہیں جبکہ اکثر اوقات محرم رشتے دار جنھیں عزت کا رکھوالا تصور کیا جاتا ہے وہی عزتوں کی پامالی کا سبب بنتے ہیں جبکہ اس قسم کے واقعات سے کوئی جگہ محفوظ نہیں اس قسم کے تشدد کے بعد مرد دندناتا پھرتا ہے جبکہ خواتین یا بچیاں اپنی شرم اور بدنامی کے باعث خاموشی اختیار کرتی ہیں جس کی وجہ سے ظالم کو مزید جرم کی ہمت اور جراءت حاصل ہوتی ہے اس قسم کے تشدد میں عام طور پر گھریلو ملازمین، ڈرائیور، نوکر، قریبی کزنز، دوست یا محلے کا کوئی ایسا شخص جو مانوس ہے اوران کے گھر بچے یا بچیوں کا بہت آنا جانا ہے وہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں پھر کامیابی کی صورت میں اس متاثرہ بچے یا بچی پر دباؤ بھی ڈالا جاتا ہے جبکہ بسا اوقات ڈرایا دھمکایا اور خوفناک نتائج کی دھمکی بھی جاتی ہے عام طور پر پولیس ایسے مقدمات کو درج کرنے سے گریز کرتی ہے جبکہ سندھ، پنجاب، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ کے کئی علاقوں میں ایسا ہوتا ہے بلکہ اب تو بعد از تشدد قتل کی روایت بھی پڑ چکی ہے۔

۲۔محرم رشتہ داروں کے درمیان جنسی تشدد:

محرم رشتے داروں کا جنسی تشدد بھی کوئی نئی بات نہیں اس ضمن میں ۹ سالہ نورین انجم پر اس کے باپ نے جنسی تشدد کیا لڑکی نے یہ بات اپنی خالہ اور ماموں کو بتا دی اور نورین کے باپ پر مقدمہ درج کروا دیا گیا تاہم عدالت نے اسے سخت سزا دی لیکن وفاقی شرعی عدالت نے یہ کہہ کر اس شخص کو بری کر دیا کے ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ کوئی باپ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے ؟ جبکہ باپ کے خلاف کافی ٹھوس ثبوت اور شواہد اور میڈیکل رپورٹ بھی تھی۔[۱]

مروجہ قانون:

زنا بالجبر کی سزا موت یا قید ہے یہ قید کم از کم ۱۰ سال یا ۲۵ سال ہو سکتی ہے یا پھر یہ بھی کے ۱۶ سال سے کم عمر لڑکی کے ساتھ جنسی فعل زنا بالجبر ہے اب چاہے یہ لڑکی کی مرضی سے ہو یا اس کی مرضی کے

بغیراس کا مطلب یہ ہوا کے ۱۶ سال سے کم عمر لڑکی کی جنسی فعل کے لئے دی گئی رضامندی کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

۳۔غیرت کے نام پر قتل:

پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل بہت ہی عام سی بات ہے،اس قتل میں سگے خونی رشتہ دار شامل اور شریک ہوتے ہیں لڑکی یا لڑکے کو اس کے گھر کے افرد مل کر قتل کرتے ہیں بعدازاں وہ راضی نامہ کر کے سزا سے بچ جاتے ہیں،اگر کسی عورت کا قتل ہو جائے تو اس کے ورثاء کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ قصاص معاف کر دیں یا پھر قاتل سے بدل صلح کے تحت راضی نامہ کرلیں غیرت کے نام پر قتل فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ ۲۰۰۴ء کے تحت تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۹ میں بیان کی گئی قتل عمد کی تعریف میں ایسے جرم کو بھی ڈالا گیا ہے جو کے غیرت کے نام پر ہوں اس میں کاروکاری،سیاہ کاری وغیرہ شامل ہیں تاہم راضی نامہ ہونے کی صورت میں مقتولہ خاتون کے ورثاء کو یہ حق حاصل ہے کے وہ ملزمان کو معاف کر دیں یا پھر صلح کرلیں کیونکہ اس میں خونی رشتے دار شامل ہوتے ہیں لہٰذا مک مکا ہو جاتا ہے۔

کاری:

سندھ میں اس قسم کے بے شمار واقعات ہوتے ہیں جہاں نابالغ لڑکیوں اور بزرگ عورتوں کو کاری کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے کاری سے مراد ناجائز تعلق قائم کرنے والی عورت لیکن کاری ہونے والی عورتوں کی بڑی تعداد بے گناہ ہوتی ہے اور وہ اکثر دو مردوں کی دشمنی کی نذر ہو جاتی ہیں جیسے کوئی پرانی خاندانی دشمنی یا انتقام اگر دو مردوں کے درمیان قتل ہو گیا تو عام طور پر انھیں سزا سے بچانے کے لئے یہ کرنا پڑتا ہے کے کسی معصوم عورت کو بھی قتل کر دیا جائے اور واقعہ کو کاری کا رنگ دے دیا جائے،مثلاً جامشورو یونیورسٹی کی ایک لیکچرر زبیدہ ماتھیلو کا کہنا ہے کے لاڑکانہ کے ایک گاؤں میں ان کی ایک نوکرانی کے خاندان میں ایک شخص نے کسی دوسرے کا قتل کسی دشمنی کی بنیاد پر کر دیا قاتل کے باپ نے اپنے بیٹے کو مشورہ دیا کے اگر وہ سزا سے بچنا چاہتا ہے تو فوراً اپنی بھابھی کو قتل

کردے اس شخص نے کلہاڑی اٹھائی اور کھانا پکاتی ہوئی اپنی بھابھی کے سر کے دو ٹکڑے کردئے پھر اس معصوم عورت کو اس مرد مقتول کے ساتھ کاری قرار دے دیا تاہم صرف مشرف حکومت کے آخری تین سالوں میں غیرت کے نام پر تقریباً ۴۰۰۰ خواتین کو قتل کیا گیا۔

۴۔قرآن کے ساتھ شادی:

قرآن کے ساتھ شادیاں بھی ہمارے معاشرے میں عام ہیں خصوصاً سندھ کے جاگیرداروں کے یہاں اس کا رواج ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کے وہ اپنی بیٹی کو وراثت میں حصہ دینے سے خوفزدہ ہیں، ان کا یہ خیال ہے کے اس طرح سے گھر کی دولت بیٹی کے ساتھ اس کے سسرال چلی جائے گی اور سسرال اور داماد کی وجہ سے ہم کمزور ہو جائیں گے چنانچہ وہ اپنی بیٹیوں کی ساری عمر شادیاں نہیں کرتے یا پھر ان سے ساری عمر غیر شادی شدہ رہنے کا حلف قرآن کے اوپر ہاتھ رکھ کر لے لیا جاتا ہے ایسی خواتین کو ان کے علاقے اور قبیلے میں نہایت عزت اور وقار کی نظر سے دیکھا جاتا اور وہ پاکباز تصور کی جاتی ہیں۔

پاکستان کے قانون میں اس رسم کے خلاف سزا ہے یعنی جو شخص بھی کسی لڑکی کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گا اس کو تین سال قید اور ۵ لاکھ جرمانہ بھرنا پڑے گا لیکن یہ جاگیردار اتنے با اثر ہوتے ہیں کے وہ سزا اور جرمانے سے بچ جاتے ہیں۔

۵۔خواتین کو جلانا:

خواتین کے سر پر چولہا پھٹنا بہت عام سی بات ہے اور اس قسم کا تشدد پاکستان اور انڈیا میں بہت زیادہ ہے جس کی بے شمار وجوہات ہیں لیکن جہیز کی کمی سرفہرست ہے کیونکہ یہ وہی خواتین ہیں جو کے غریب اور جاہل ہیں جنھیں اپنے حقوق کے بارے میں بھی علم نہیں پھر خاندان کے افراد خصوصاً ان پر اپنا دباؤ اور دہشت قائم رکھتے ہیں لیکن اہم سوال یہ ہے کے آخر چولہا گھر کی بہو پر ہی کیوں پھٹتا ہے؟ اس چولہے کی زد میں ساس، نند یا دیگر مرد کیوں نہیں آتے؟ اس قسم کے تشدد اور قتل کی مثالیں اور واقعات غیرت کے نام پر قتل سے کہیں زیادہ ہیں ۱۹۹۴ء میں صرف چھ ماہ

میں ۵۰۰ خواتین چولہا پھٹنے کی وجہ سے موت کا شکار ہوئیں جبکہ انھی چھ ماہ میں غیرت کے نام پر قتل ہونے والی عورتوں کی تعداد ۳۰۷ تھی اس قسم کے واقعات کی شرح تمام صوبوں میں پائی جاتی ہے لیکن پنجاب میں اس کی شرح بہت زیادہ ہے جبکہ دلچسپ امر یہ بھی ہے کے حادثے کے وقت بہو گھر میں اکیلے ہوتی ہے اور اس کی چیخ و پکار سننے کے لئے دور دور تک کوئی نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ بری طرح سے جھلس کر مر جاتی ہے۔

۶۔تیزاب پھینکنا:

تیزاب پھینک کر جلانے کے واقعات خصوصیت کے ساتھ پنجاب میں بہت عام ہیں اور اس تشدد کی زیادہ تر وجہ یہ بتائی جاتی ہے کے کوئی لڑکا کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے لیکن وہ لڑکی اس کو ناپسند کرتی ہے یا اس کے گھر والے اس شادی کے لئے تیار نہیں تو اس صورت میں لڑکا بطور انتقام اس لڑکی کے چہرے پر تیزاب پھینکتا ہے تا کہ وہ ساری عمر کے لئے سخت جسمانی، ذہنی، جذباتی اور نفسیاتی اذیت میں مبتلا رہے اور اب وہ کسی دوسری جگہ شادی کے قابل بھی نہ رہے لیکن اس کے ساتھ ہی اکثر اس قسم کے تشدد میں شوہر یا سسرال والے یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔

۷۔کم عمری کی شادی:

کم عمری کی شادیاں ہمارے معاشرے میں کافی مقبول ہیں اور عام طور پر گاؤں دیہات میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں یعنی کم سن لڑکے یا لڑکی کی شادی گھر کے بزرگ طے کر دیتے ہیں یعنی ابھی بچے ذہنی اور جسمانی اعتبار سے سن بلوغت کو بھی نہیں پہنچے اور ان کی مرضی اور منشاء کے بغیر ہی یہ فریضہ انجام پذیر ہو گیا اس رسم کو روکنے کے لئے قانون ۱۹۲۹ء کے تحت شادی کے لئے لڑکی کی عمر کم از کم ۱۶ سال جبکہ لڑکے کی عمر ۱۸ سال ہونا ضروری ہے اگر چہ بچوں کے سرپرستوں نے اس قسم کی شادیاں طے کر دی ہیں تو بچے بالغ ہونے کے بعد اس شادی کو منسوخ کر سکتے ہیں لیکن ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب ان دونوں کا زدواجی تعلق قائم نہ ہوا کثر صورتوں میں یہ تعلق قائم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شادی سے فرار ممکن نہیں۔

۸۔قریبی خاندان میں شادیاں:

پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں قریبی رشتے داروں سے شادی کی شرح سب سے زیادہ ہے جبکہ ترتیب کے لحاظ سے۔ا۔سندھ۔2۔پنجاب۔۳۔بلوچستان۔۴۔سرحد ہیں اس قسم کی شادیوں کے نتائج عام طور پر ذہنی اور جسمانی اعتبار سے خطرناک ثابت ہوتے ہیں کیونکہ کئی موروثی بیماریاں اگلی نسلوں میں نہایت تیزی سے منتقل ہوتی ہیں جن میں شامل کینسر (تھلیسیمیا)،دل کے امراض،ذیابطیس،بہرہ پن،آنکھوں کے پیچیدہ امراض،دماغی صحت ،نفسیاتی بیماریاں،پیچیدہ خون کے امراض،اسقاط حمل وغیرہ۔۲؎

۹۔جہیز کی لعنت:

جہیز کی لعنت ایک بہت بڑا سماجی مسئلہ ہے جس کی وجہ سے کئی غریب گھرانوں کی بیٹیاں بوڑھی ہوگئیں بعض اوقات امیروں کے لئے بھی یہی جہیز ایک مشکل شکل اختیار کرلیتا ہے کیونکہ کم شکل وصورت یا معذور یا کم عقل امیر لڑکیوں کی شادیاں بھاری بھرکم جہیز کی آڑ میں کردی جاتی ہیں لیکن انھیں شوہر اور سسرال میں وہ مقام حاصل نہیں ہوتا یا ان کو قتل کر کے حادثے کی شکل دے دی جاتی ہے تاکہ لڑکی کی دولت پر قبضہ کرلیا جائے تاہم سسرال اور شوہر ایسی عورت کے دباؤ میں رہتے ہیں مئی ۲۰۰۸ء میں سینٹ میں جہیز اور شادی کے تحائف سے متعلق ایک بل منظور کیا گیا۔جس کی رو سے جہیز کی حد ۳۰،۰۰۰ روپے سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے نیز شادی بیاہ کے موقع پر دئے گئے تحائف کی مالیت بھی ۵۰،۰۰۰ سے زائد نہ ہو پھر یہ بھی کے اس جہیز کی لسٹ کو نکاح نامے کے ساتھ منسلک کرنا بھی ضروری ٹھہرا لیکن اس قانون کی دھجیاں ہوا میں بکھیر دی گئیں۔

جہیز کسی حد تک تو عورت کے لئے ایک مالی تحفظ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن عام طور پر اس جہیز کا استعمال شوہر یا سسرال والے کرتے ہیں جبکہ لڑکی بھی شرم وحیاء کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں پاتی، جہاں تک مہر کا سوال ہے تو ہمارے یہاں اب بھی کچھ جنونی ایسے ہیں جو ۳۲ روپے ۵۰ پیسے کے مہر سے آگے بڑھنا گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں اب چاہے انھوں نے اپنی پوری زندگی میں کوئی نماز نہ

پڑھی ہو لیکن مہر کی ادائے گی کے وقت انھیں شریعت یاد آجاتی ہے جو قطعاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۱۰۔ داشتائیں:

پاکستان میں داشتائیں یا رکھیل بھی رکھی جاتی ہیں بالخصوص پنجاب، بلوچستان، سرحد میں اس کا رواج بہت زیادہ ہے، عام طور پر چودھری، جاگیردار، وڈیرے اور امراء کے یہاں اس کی روایت بہت مضبوط ہے تاہم سماجی سطح پر ان عورتوں کو دوسری عورتیں ان کے شوہروں کی نامردی کے طعنے دیتی ہیں کے جن کے شوہر داشتائیں نہیں رکھتے جبکہ یہ بھی ان خواتین کا ایک نفسیاتی ری ایکشن ہے چنانچہ وہ یہ چاہتی ہیں کہ جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے وہ ساری عورتوں کے ساتھ ہو جبکہ کئی دفعہ تو شوہر کے مجبور کرنے پر بھی عورت کسی با اثر شخص کی رکھیل بن جاتی ہے جس کا مقصد پیسہ اور اثر ورسوخ قائم کرنا ہوتا ہے اس رواج کی مثال عموماً بھٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں کے یہاں زیادہ ملتی ہے تاہم اس ضمن میں شوہر اپنی بیوی کی اس حیثیت سے بخوبی واقف ہوتا ہے اور شوہر کی مرضی اس میں شامل ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ خاموش رہتا ہے۔

۱۱۔ ہراساں کرنا:

خواتین کو خاندان، سسرال، پبلک پلیس، بازار، دفاتر وغیرہ میں عام طور پر ہراساں کیا جاتا ہے تاہم اس کی بے شمار اقسام ہے۔

(جس میں جسمانی، جنسی، جذباتی، نفسیاتی اور سماجی ہر قسم کا Harassment پایا جاتا ہے) مثلاً گھور کر دیکھنا بھی Harassment ہے، خواتین کو جان بوجھ کر دھکا دینا، ان سے جان کر ٹکرا جانا، جان بوجھ کر ان کے جسم کے کسی عضو کو چھونا، ان پر فقرے چست کرنا، غیر اخلاقی گفتگو کرنا، غیر اخلاقی اشارے کرنا، ان کے قریب سے گزرتے ہوئے کوئی فحش گانا، شعر یا گالی دینا وغیرہ یا ان کی کسی بھی کمزوری سے فائدہ اٹھانا یہ وہ تمام باتیں ہیں جو کے ہمارے معاشرے میں بہت عام اور مقبول ہیں جبکہ اس میں امیر اور غریب کی بھی کوئی قید نہیں ہے اور نہ ہی جاہل اور پڑھا لکھا ہونا

شرط ہے اس قسم کے معاملات کبھی بھی اور کہیں بھی ہو جاتے ہیں

جنسی طور پر ہراساں یا (Sexual Harassment) پر فوجداری کا قانونی مسودہ ۲۰۰۹ء

پاکستان میں (Criminal Law Act (on sexual harassmen)

بنایا گیا ہے اس جرم کی سزا تین سال قید یا پانچ لاکھ جرمانہ ہے یا پھر یہ دونوں ہی سزائیں ایک ساتھ دی جائیں گی Protection of women from harassment at work place، 2010, کے مقابلے میں خواتین کو کسی قسم کی کوئی مالی امداد یا معاونت نہیں دی جاتی ہے۔

۱۲۔سوارا۔ڈنڈ یا ونی (عورتیں بطور جائیداد):

گھر کی کسی عورت کو خاندانی جھگڑے نمٹانے کے لئے دشمن کے خاندان کو پیش کرنے کی روایت نہایت قدیم ہے اگرچہ یہ ایک نہایت غیر اخلاقی اور غیر انسانی فعل ہے جس میں عورت کو اپنے خاندانی جھگڑوں کے تصفیے کے لئے بطور جائیداد کے استعمال کیا جاتا ہے، دشمن کے خاندان میں بھیجی گئی عورت کے ساتھ وہاں بھی ہتک آمیز سلوک اور ظلم و جبر کیا جاتا ہے اور اس پر تشدد کے بہانے ڈھونڈے جاتے ہیں۔سوارا یا ونی کی روایت سرحد اور پشتون گھرانوں میں بکثرت پائی جاتی ہے اس کے علاوہ میانوالی اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں بھی یہ رسم موجود ہے سوارا یا ونی ہونے والی عورت کا رشتہ اپنے گھر والوں سے ٹوٹ جاتا ہے جبکہ اس رسم کو بعض جگہ سانگ بھی کہا جاتا ہے۔

۱۳۔ضبط ولادت:

ضبط ولادت جدید دنیا کا ایک اہم مسئلہ ہے جبکہ اسلام کی رو سے زندگی کے ہر شعبے میں Planning and Strategy کی ضرورت ہے چنانچہ خاندان کی توسیع کے معاملے میں بھی ممکنہ حد تک عقل و وسائل کی ضرورت ہے جس کو بروئے کار لانا از حد ضروری ہے لیکن ہمارے معاشرے میں عورت کو بچہ پیدا کرنے کی مشین سمجھا جاتا ہے خاص کر مولوی حضرات پھر ہمارے

یہاں گاؤں دیہات میں چونکہ کم عمری کی شادیاں عام ہیں لہٰذا کم عمر لڑکی جو کے خود ابھی بچہ ہے وہ بچے کو پیدا کرنے کی ذمہ داری اٹھاتی ہے جس کی وجہ سے بے شمار پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں اور بہت سی مائیں بچوں کی پیدائش کے دوران مرجاتی ہیں یا پھران کے بچے مرے ہوئے پیدا ہوتے ہیں یا پھر کم سنی میں انتقال کرجاتے ہیں یا پھر مہلک بیماریوں کا شکار ہوکر معذور ہوجاتے ہیں تاہم اس اہم مسئلے پر ہمیں ضرور سوچنا چاہئے۔

پاکستانی خواتین کو پاکستانی قوانین کے مطابق حاصل شدہ حقوق واختیارات

ا۔گھر سے نکلنے کی آزادی اور حق:

پنجاب میں خواتین کو عام طور پر گھر سے نکلنے پر پابندی ہوتی ہے لیکن ۴۵ سال سے زائد عمر کی خواتین پر یہ پابندی تھوڑی نرم کردی جاتی ہے سندھ میں قریبی رشتہ داروں سے پردہ کرایا جاتا ہے جبکہ خواتین کی اکثریت کھیتوں میں بھی کام کرتی ہیں پھر سماجی تقریبات میں مرد وعورت علیحدہ بیٹھتے ہیں۔صوبہ سرحد میں بھی خواتین پر یہ پابندیاں زیادہ ہیں لیکن شہری علاقوں میں ان پابندیوں میں نرمی پائی جاتی ہے یعنی پاکستان میں کوئی ایسا قانون نہیں ہے کے جس میں جنس کی بناء پر آنے یا جانے پر کوئی روک ٹوک ہو عورت اپنا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ بنواسکتی ہے اور پاکستانی قانون کے تحت وہ اندرون ملک اور بیرون ملک تنہا سفر کرسکتی ہے البتہ شادی کے بعد اس کے شناختی کارڈ میں شوہر کے نام کا اندراج کردیا جاتا ہے۔

۲۔کام کرنے کی آزادی:

پنجاب میں اگر مرد اجازت دے گا تو عورتیں نوکری یا کام کریں گی تاہم باہر نکل کر کام کرنے کے مقابلے میں گھر میں رہتے ہوئے کام کرنے کو پنجاب کے معاشرے میں پسند کیا جاتا ہے جبکہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل ۱۵ کے تحت ہر شہری کو نقل وحمل کی مکمل آزادی ہے اگر چہ آرٹیکل ۲۶ کے تحت ہر شخص بلاتعصب تمام عوامی مقامات پر جاسکتا ہے سوائے مذہبی مقامات کے یعنی پاکستان میں کوئی بھی ایسا قانون نہیں ہے کے جس میں جنس کی بنیاد پر پابندی عائد کی گئی ہو سندھ میں عورت

سسرال والوں کی مرضی سے کام کرسکتی ہے اگر چہ شہر کے معاملات تھوڑے مختلف ہیں اور یہاں نرمی زیادہ ہے سرحد میں شہر میں رہنے والی عورت بہت کم نوکری کو ترجیح دیتی ہے جبکہ بلوچستان کے دیہی علاقوں میں خواتین کو بلا معاوضہ بھی کام کرنا پڑتا ہے

آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۸ کے مطابق پاکستان کے ہر شہری کو کاروبار، تجارت اور نوکری کی مکمل آزادی ہے پاکستان نے عالمی ادارہ محنت (I.L.O) کے تحت ایسے کئی معاہدوں پر دستخط کئے ہیں جن کی رو سے محنت کش عورتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے جبکہ بہت سے شعبوں میں پہلے صرف مردوں کی تقرریاں ہوتی تھیں لیکن اب وہاں عورتیں بھی کام کرتی ہیں مثلاً ایر فورس، بری فوج، نیوی، بشمول پائلٹ اور کمیشن آفیسر وغیرہ۔

۳۔حق ملکیت اور معاشی حقوق:

پنجاب میں ایسی بہت کم عورتیں ہیں جن کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادیں ہیں اکثر امیر شوہر ٹیکس سے بچنے کے لئے جائیداد بیویوں کے نام کر دیتے ہیں صوبہ سرحد کے ان علاقوں میں کہ جہاں روایتی طور پر شادی کے معاہدے میں جائیداد لکھوادی جاتی ہے وہاں عورت کے نام پر جائیداد لکھ دی جاتی ہے لیکن اس جائیداد کا انتظام مرد ہی سنبھالتے ہیں مگر وہ اسے بیچ نہیں سکتے ہیں جبکہ بلوچستان میں عورت کے نام جائیداد نا ہونے کے برابر ہے سندھ میں بھی یہ شرح کم ہے پاکستان کے آئین کے آرٹیکل ۲۳ کے تحت ہر شہری کو پاکستان کے کسی بھی حصے میں جائیداد بنانے، اسے اپنے نام رکھنے اور بیچنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔

۴۔سیاسی عمل میں شرکت:

پنجاب میں سب سے زیادہ عورتوں کے نام ووٹر لسٹ میں شامل ہیں، مسلم دنیا کی پہلی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو، پاکستان کی قومی اسمبلی کی اسپیکر (فہمیدہ مرزا) بھی خاتون جبکہ سندھ کی صوبائی اسمبلی کی ڈپٹی اسپیکر (شہلا رضا) بھی خاتون ہیں اور ان سب کا تعلق صوبہ سندھ سے ہے صوبہ سرحد میں خواتین ووٹر کی تعداد سب سے کم ہے اور وہ اپنا یہ حق بہت کم استعمال کرتی ہیں اگر علیحدہ پولنگ

اسٹیشن ہو یا عملہ باہر ہو تو وہ اپنا حق رائے دہی کا استعمال کرتی ہیں لیکن پاکستان کی کی قومی اسمبلی کی عام نشست پر سب سے پہلے منتخب ہونے والی خاتون کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا۔ بلوچستان میں بھی خواتین ووٹرز کی تعداد زیادہ نہیں ہے لیکن شہروں میں رہنے والی بلوچ خواتین زیادہ سرگرم ہیں۔

۵۔حق انصاف:

پاکستانی خواتین کو پاکستان کے قوانین کے تحت یہ اختیار اور حق حاصل ہے کے اگر انھیں کوئی پریشانی ہے یا ان کے اوپر کسی قسم کی کوئی ظلم وزیادتی، تشدد، یا مالی معاملات میں کسی قسم کے دھوکے یا ناانصافی کے شکار ہونے کی صورت میں انھیں مکمل عدل وانصاف کی فراہمی حاصل ہو سکتی ہے اس معاملے میں پاکستان کا ہر شہری چاہے وہ مرد ہو یا عورت دونوں ہی یکساں قوانین کے زمرے میں آتے ہیں اسی طرح سے پاکستانی خواتین مقامی حکومت، صوبائی اور قومی اسمبلی اور سینٹ سمیت ہر سطح پر انتخابات لڑ سکتی ہیں جبکہ عام انتخابات میں وہ عام نشستوں پر بھی حصہ لے سکتی ہیں پھر یہ کے خواتین کے لئے قانون سازی کے تمام منتخب اداروں میں مخصوص نشستیں ہیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ (۱۷۱۔ج) کے تحت کوئی شخص کسی دوسرے کو ڈرا دھمکا کر ووٹ کے حق سے محروم نہیں کر سکتا ہے اور ایسا کرنے والے کو تین سال قید اور پانچ لاکھ جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے اگر چہ سندھ کے دو حلقوں میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کم ہے۔

حوالہ کتب:

1 (The Hudood Ordnance.A. Divine Sanction, عاصمہ جہانگیر اور حنا گیلانی کی کتاب سے ایک اقتباس۔

۲۔نیشنل انسٹیٹوٹ آف پاپولیشن اسٹڈیز اسلام آباد۔ جون ۲۰۰۸ء۔

کتابیات ماخذ ومراجع:

۱۔القرآن۔

۲۔تورات۔

۳۔انجیل۔

۴۔البدائع الصنائع۔علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی (۵۸۷ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔

۵۔احکام القرآن۔علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی (متوفی ۵۴۳ھ)۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔

۶۔احکام القرآن۔الجصاص۔ابوبکر احمد بن علی الرازی (متوفی ۳۷۰ھ) دارالکتاب العربی۔بیروت۔

۷۔احیائے العلوم الدین۔امام محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) مطبوعہ دارالخیر بیروت۔۱۴۱۳ھ۔

۸۔اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔مرتب۔سید قاسم محمود۔ناشران الفیصل کتب۔لاہور۔۲۰۰۶ء۔

۹۔اسلامی قانون۔نکاح،طلاق،وراثت۔تالیف مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی۔دارالاشاعت کراچی۔۱۹۸۹ء

۱۰۔الشفاء۔قاضی عیاض بن موسیٰ المالکی (متوفی ۵۴۴ھ)۔مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔دارالفکر بیروت۔

۱۱۔المدونۃ الکبریٰ۔امام سحنون بن سعید تنوجی مالکی (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

۱۲۔المنجد۔مرتب۔لوئیس معلوف۔ترجمہ۔مولانا عبدالحفیظ بلیاوی۔مکتبہ قدوسیہ۔اردو بازار لاہور۔

۱۳۔المغنی۔علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۴۰۵ھ۔

۱۴۔الطریق الحکمۃ فی السیاسۃ لشرعیہ۔

۱۵۔الطبقات الکبریٰ۔امام محمد بن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)۔مطبوعہ دارصادر بیروت۔۱۳۸۸ھ۔

۱۶۔المصنف۔امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ)۔مطبوعہ دارالقرآن کراچی۔۱۴۰۶ھ۔

۱۷۔۔تدبر قرآن۔امین اصلاحی۔فاران فاونڈیشن۔فیروز پور روڈ اچھرہ لاہور۔طبع اول۔۱۹۸۳ء۔

۱۸۔ترجمان کربلا زینب بنت علی۔الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفی بادی۔عالیہ پبلی کیشنز کراچی۔۱۹۹۷ء۔

۱۹۔تجلیات حکمت۔مولف۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔مطبع انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔۱۴۲۴ھ۔

۲۰۔تحفت الباری بشرح صحیح بخاری۔علامہ ابو یحیی ازکریا محمد انصاری (متوفی ۹۲۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ

بیروت۔۱۴۲۵ھ۔

۲۱۔تفسیر کبیر۔امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی (متوفی ۶۰۶ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۴۱۲ھ۔

۲۲۔ٹائمز آف انڈیا۔اشاعت۔مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۸۵ء۔

۲۳۔ثانی زہرا جناب زینب بنت علی سلام اللہ علیھا۔علامہ سید رضی جعفر نقوی۔صالعصر پبلیشر ز کراچی۔ ۲۰۰۷ء۔

۲۴۔جامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ)۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔۱۴۰۹ھ۔

۲۵۔جناب زینب کبریٰ۔علامہ سید رضی جعفر نقوی۔العصر پبلیشر ز۔کراچی۔۲۰۰۷ء۔

۲۶۔حجۃ اللہ البالغہ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔سن ندارد۔

۲۷۔حضرت زینب کبری کے تاریخ ساز اور عہد آفرین خطبے، علامہ سید ابن حسن نجفی۔ادارہ تمدن اسلام کراچی۔ سن ندارد۔

۲۸۔روحانی ڈائجسٹ۔اشاعت۔اپریل ۲۰۰۶ء۔

۲۹۔رحیق المختوم۔مولانا صفی الرحمن مبارک پوری۔المکتبہ سلفیہ لاہور۔

۳۰۔سبل السلام شرح بلوغ المرام۔امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔کتاب العتیق۔مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ۔

۳۱۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۳۲۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۴۱۵ھ۔

۳۳۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۳۴۔سنن دارقطنی۔امام علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۲۸۵ھ) مطبوعہ نشر سنہ ملتان۔دارالکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۷ھ۔

۳۵۔سنن نسائی۔امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)۔مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔۔۱۴۱۲ھ۔

۳۶۔سوانح حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا۔زبدۃ العلماء سید آغا مہدی صاحب۔جمعیت خدام عزاء کراچی۔ سن ندارد۔

۳۷۔سیرت زینب۔مولفہ۔سید احمد حسین ترمذی۔کتب خانہ اثناء عشری لاہور۔سن ندارد۔

۳۸۔شرح السنہ۔امام حسین بن مسعود بغوی (متوفی ۵۱۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔

۳۹۔شعب الایمان۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) مطبوعہ مکتبہ الراشد ریاض۔ ۱۴۲۳ھ۔
۴۰۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۲ھ۔
۴۱۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔ ۱۴۱۷ھ۔
۴۲۔صحیحین۔
۴۳۔عالمی انسائیکلو پیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ناشر۔الفیصل پبلیشرز لاہور۔
۴۴۔عہد قدیم مشرق ومغرب۔سید سراج الاسلام۔انٹرنیشنل پریس کراچی۔۱۹۵۹ء۔
۴۵۔فتح الباری۔حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)۔مطبوعہ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔دارالفکر بیروت۔۱۴۲۰ھ۔
۴۶۔کتاب الام۔امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔ ۱۴۰۳ھ۔
۴۷۔کشف الخفاء ومزیل الالباس۔علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی (متوفی ۱۱۶۴ھ) مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق۔
۴۸۔کشف الغمہ۔علامہ عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ) مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ مصر ۱۳۰۳ھ۔
۴۹۔کنز العمال۔علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری (متوفی ۹۷۵ھ)۔مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت۔
۵۰۔کنوز الحقائق۔امام عبدالروف بن علی المنادی (متوفی ۱۰۳۱ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۷ھ
۵۱۔لسان العرب۔علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی (متوفی ۷۱۱ھ)۔مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران۔
۵۲۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔
۵۳۔لغات القرآن۔مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔دارالاشاعت کراچی۔سن ندارد۔
۵۴۔مسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ۔داراحیاء التراث العربی بیروت۔۱۴۱۵ھ۔
۵۵۔مشکوٰۃ۔امام ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ)۔مطبوعہ اصح المطابع دہلی دارارقم بیروت۔
۵۶۔معارف القرآن۔مفتی محمد شفیع دیوبندی (متوفی ۱۳۹۶ھ) مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی۔۱۳۹۷ھ۔
۵۷۔معجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔مطبوعہ داراحیاء التراث العربی

بیروت۔
۵۸۔موطاامام مالک۔امام مالک بن انس اصبحی (متوفی ۱۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر۔بیروت ۱۴۰۹ھ۔
۵۹۔ہدایہ مع فتح القدیر۔علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ)۔مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔
۶۰۔بدایۃ المجتہد۔قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی۔مطبوعہ دارالفکر۔
۶۱۔یورپ کا عروج۔ڈاکٹر مبارک علی۔فکشن ہاؤس لاہور۔۲۰۰۰ء۔

.62. Will Durant"The Age of Renaissance,New York 1985.

63 .Blunt,Lady A.and sir W.S,The Seven Golden Odes of Pagan Arabia, .

----ختم شد---